انوار القرآن

مکی سورتوں کا تعارف، تفسیر، ترجمہ اور خلاصہ

(جلد اوّل)

ڈاکٹر محمد تقی امینی

سابق اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ دینیات اسلامیہ و عربی ...

سابق ڈائریکٹر ادارۂ اسلامک ایجوکیشنل سوسائٹی ...

ڈاکٹر محمد تقی امینی ایجوکیشنل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

A-15 ٹاؤن شپ لاہور

طبع پہلی: جہانگیر بکڈپو

اردو بازار لاہور

ہے یا نُور تو بات سمجھ لیجئے کہ اپنی خلقت اور جسمانی ہیئت و تخلیق کے اعتبار سے ہر نبی انسان یعنی بشر ہے۔ اُس کا نسب اُس کی اولاد اور رشتے ناطے انتہائی محفوظ انداز سے مفسّرین، محدّثین اور مؤرّخین نے بیان کر دیئے۔ ان انبیاء کی تعلیمات نورانیت سے لبریز بلکہ تاریک دلوں کو منوّر کرنے والی ہوتی ہیں اور بس۔

جو حضرات نور و بشر کا مسئلہ پیدا کر کے امت میں افتراق پیدا کرتے ہیں، ان سے صرف اتنی گزارش ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور محدّثین کرامؒ نے تو یہ مسئلہ نہیں اٹھایا۔ ہم آپس میں کیوں لڑتے جھگڑتے ہیں؟

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں اور نُور بھی! اس مسئلہ کو اُٹھانا اور انتشار پیدا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غدّاری ہے۔ میرے نعتیہ قصیدے کا ایک شعر ہے:

جسمِ منوّر نورِ مجسّم
صلی اللہ علیک وسلم

Marfat.com

سورہ مریم (۱۹)

نام

سیدہ مریم علیہا السلام کے ذکر کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام "مریم" رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ ہجرتِ حبشہ سے قبل نازل ہوئی۔

مضامین اور پس منظر

اس سے قبل سورۂ انعام اور سورۂ کہف کے آغاز میں ہم نے اشارۃً مکی زندگی کے مختلف ادوار کا ذکر کیا۔ اس پسِ منظر میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ سورۃ مکی زندگی کے تیسرے دور کا نقطہ آغاز ہے جس میں قریشِ مکہ نے استہزاء و تمسخر، لالچ، خوف اور جھوٹے پراپیگنڈے میں ناکامی کے بعد مسلمانوں پر ظلم و جبر اور معاشرتی و معاشی مقاطعے کا آغاز کیا۔

غریب لوگوں اور غلاموں کو جسمانی اذیت دینے کے علاوہ اہلِ مکہ نے معاشی پریشانی کا ہتھیار بھی استعمال کیا کہ جو لوگ محنت و مزدوری کرتے تھے، ان سے کام کرا لیا جاتا اور مزدوری کی ادائیگی کے لئے شرط یہ عائد کی جاتی کہ اسلام کا انکار کیا جائے۔ بلالؓ، عامرؓ، عمارؓ بن یاسرؓ اور ان کے خاندان کو دھوپ میں لٹا کر تڑپایا گیا۔

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ جو خود لوہار تھے اور اپنے فن کی وجہ سے ان کا نام ہر زبان پر تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ "ایک دِن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ بیتُ اللہ کے سائے میں بیٹھے تھے تو میں نے اہلِ مکّہ کے ظلم و جبر کا ذکر کر کے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں۔ یہ سُن کر آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپؐ نے سابقہ اُمتوں کے اہلِ ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی ہڈیوں پر سے لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ گوشت چھیلا جاتا، اُن کے سروں پر آرے چلائے جاتے مگر وہ دین سے بیزار نہ ہوتے۔ ایک دن آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ اکیلا آدمی صنعا سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اللہ کے علاوہ اس کو کسی چیز کا خوف اور کھٹکا نہ ہو گا"

آپ کا یہ فرمانا تو حضرت خبابؓ کو ہمت دلانے کے لئے تھا مگر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روز افزوں ظلم کی وجہ سے خود بھی پریشان تھے۔ آخر آپؐ نے نبوّت کے پانچویں سال اپنے جان نثاروں کو یہ ارشاد فرمایا:

"بہتر یہ ہے کہ تم حبشہ کی جانب چلے جاؤ کیونکہ اس سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا"

Marfat.com

اس اجازت پر پہلا قافلہ' جو گیارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا' حبشہ کی جانب روانہ ہوا۔ چند ماہ بعد 100 سے زائد افراد پر مشتمل ایک اور قافلے نے بھی ہجرت کی۔ اس ہجرت نے مکہ میں حشر برپا کر دیا کیونکہ اس ہجرت کی وجہ سے مکے کا ہر خاندان متاثر ہوا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ مکہ اسلام دشمنی میں پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور بعض لوگ ان واقعات سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

مسندِ احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بھی یہی ہے۔ کیونکہ عمرؓ کی ایک عزیزہ لیلیٰ بنتِ حثمہ اور ان کے خاوند عامر بن ربیعہ کی ہجرت کی تیاری دیکھ کر عمرؓ کے دل پر چوٹ لگی اور انہوں نے اسلام کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ ان کے اسلام کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حبشہ کی اس ہجرت کے بعد قریش نے باہم مشورے سے طے کیا کہ ایک وفد نجاشی سے مل کر اس کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ ان مسلمانوں کو اہلِ مکہ کے حوالہ کر دے۔ اس مقصد کے لئے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص کو بیش قیمت تحائف کے ساتھ حبشہ روانہ کیا گیا۔ انہوں نے حبشہ پہنچ کر پہلے درباریوں سے ملاقاتیں کیں اور تحائف پیش کئے تاکہ وہ نجاشی کے دربار میں اہلِ مکہ کی سفارش کریں۔ پھر یہ دونوں سفیر تحائف سمیت نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نذرانہ پیش کرنے کے بعد کہا:

"ہمارے شہر کے کچھ نادان اپنا آبائی دین چھوڑ کر آپ کے علاقہ میں پناہ گزین ہو گئے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کا دین بھی نہیں اپنایا بلکہ ایک نیا دین گھڑ لیا ہے"

یہ سنتے ہی درباریوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ "ایسے لوگوں کا رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کی قوم ان کے عیوب سے آگاہ ہے' ان کو واپس کر دیا جائے۔" نجاشی جو ایک جہاں دیدہ اور دور اندیش آدمی تھا' اس شور کو سن کر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ "جن لوگوں نے مجھ پر اعتماد کر کے میرے ملک میں پناہ لی ہے' میں ان کے ساتھ بلا تحقیق یہ معاملہ نہ کروں گا۔"

اگلے روز تمام مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا گیا۔ سبھی نے مشورہ سے طے کیا کہ ہم وہی بات کہیں گے جو ہمیں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ اگلے روز دربار میں نجاشی نے جب نئے دین کے بارے میں سوال کیا تو جعفر طیارؓ نے کھڑے ہو کر کہا:

"ہم عرب اس سے قبل ہر قسم کی اخلاقی و معاشرتی برائی میں مبتلا تھے۔ جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو ہم اپنے نبیؐ کی اجازت سے آپ کے ملک میں یہ سوچ کر پناہ لینے آ گئے کہ یہاں ہم پر ظلم نہ ہو گا۔"

اس پر نجاشی نے کہا کہ تمہارے نبیؐ پر جو کلام نازل ہوا ہے' وہ سناؤ۔ سیدنا جعفرؓ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔ نجاشی سنتا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے رہے۔ جب سیدنا جعفرؓ نے تلاوتِ ختم کی تو نجاشی نے

Marfat.com

کہا:

"یہ کلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ایک منبع سے نکلی ہیں اور ایک ہی جیسے کلام پر مشتمل ہیں۔"

پھر نجاشی نے اہلِ مکہ سے کہا کہ میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہ کروں گا۔ ناکام واپس جانے کے بعد دوسرے روز پھر یہ لوگ نجاشی سے ملے اور کہا کہ یہ لوگ آپ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بھی کرتے ہیں۔ اس پر نجاشی نے ان حضرات کو دوبارہ بلا بھیجا تو جعفر طیارؓ نے اس کی وضاحت میں سورۂ مریم کی آیات تلاوت کیں اور کہا:

"سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں نیز آپ وہ روح اور کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم کی طرف القا کیا"

نجاشی نے اس بات کی تائید کی اور اہلِ مکّہ کے تحائف واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا کہ آپ لوگ سکون کے ساتھ یہاں رہیں۔

اس پسِ منظر کے بعد اس سورہ کے مضامین پر غور کریں تو اس کا اجمالی خاکہ یوں ہے:

سیدنا زکریا، یحییٰ، عیسیٰ و مریم علیہم السلام کے واقعات مسلمانوں کو اظہارِ حق اور تعلیمِ حقیقت کے طور پر بتائے گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے اہلِ مکّہ کو اشارۃً بتایا کہ تم اسی طرح کے گمراہ اور دین کے دشمن ہو جیسے تمہارے جدِ امجد ابراہیم علیہ السلام کی قوم تھی۔ غور کرو کہ انجام کار ابراہیم علیہ السلام کو غلبہ اور تسلّط ملا۔ یہی حال اس دور کا ہے کہ ملّتِ ابراہیمی کے پیروکاروں یعنی مسلمانوں کو پھر غلبہ، تسلّط اور اقتدار ملے گا اور ان کے دشمنوں کے گلے میں ذِلّت کا طوق ہو گا۔ پھر مختلف انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کا ذکر کر کے بتایا کہ وہ سارے انہی تعلیمات کے امین بنائے گئے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں۔ مگر ان کے کج فہم اور نااہل ورثاء نے ان کی تعلیمات مسخ کر دیں اور دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ سورۃ کے آخر میں اہلِ مکّہ کی اعتقادی و نظریاتی گمراہی پر اصلاحی انداز اختیار کرتے ہوئے تنقید کی گئی اور اہلِ ایمان کو ابراہیم علیہ السلام کی ملّت اور ان کی طرح مرجعِ خلائق ہونے کی نوید سنائی گئی۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝
اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ
الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝

"تمہارے رب کی مہربانی کا بیان ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی' جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ آواز سے پکارا کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کے باعث سفید ہونے لگا ہے اور میرے رب میں آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ (مریم:1-4)

زکریا علیہ السلام کی دُعا

سورۃ کے شروع میں حضرت زکریا علیہ السلام کی وہ دُعا مذکور ہے جو انہوں نے اپنے پروردگار سے مانگی کہ انہیں اولاد نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عین بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری عطا کی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب اولاد کی نعمت ملنے کی خبر ملتی ہے تو وہ حیران ہوئے کہ اس بُڑھاپے میں اولاد ملے گی؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں یحییٰ نام کا بیٹا عطا کیا جن کو منصبِ نبوت پر فائز کیا گیا۔

کتابِ الٰہی تھامنے کے لئے قُوّت کی ضرورت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝

"اے یحییٰ! یہ کتاب ہے' اس کو قُوّت سے پکڑنا" (مریم:12)

اس کتاب کو اپنانے کے لئے قُوّت چاہئے' اس کو نافذ کرنے کے لئے بھی قُوّت چاہئے۔ یہ بیٹھ کر دھیمے سروں میں آرام سے تلاوت کی جانے والی کتاب نہیں بلکہ یہ پوری قُوّت کے ساتھ معاشرے پر لاگو کرنے کی چیز ہے اور اس کے لئے حکم یہ ہے کہ قُوّت کے حصول میں پوری تیاری کریں۔ کیوں کہ اسلام غالب ہونے اور غالب کرنے کے لئے آیا ہے۔ یہ محکومیت اور پسپائی کا دین نہیں ہے۔

Marfat.com

پاک دامنی کیا ہے؟

یحییٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ ہی سیدہ مریم علیہا السلام کا ذکر ہے جس میں ان پاکدامن خاتون پر کئے گئے انعامات کا ذکر ہے۔ اس واقعے میں ایک بات خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ وہ یہ کہ ایک پاکدامن خاتون کا سامنا اگر کسی غیر مرد سے ہوتا ہے تو وہ اس سے بات چیت میں طوالت اختیار کرنے کی بجائے رب کی پناہ چاہتی ہے تاکہ شیطان گُناہ کی جانب راغب نہ کر سکے یا تہمت کا موقع پیدا نہ ہو۔ حدیث شریف میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان اسی ذیل میں ہے کہ

اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ

"تہمت کے مقام سے بھی بچو"

سیّدہ مریم نے جب فرشتے کو انسانی شکل میں دیکھا تو فوراً کہا:

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ○

"بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔" (مریم:18)

اللہ تعالیٰ کی ایک خاص سُنّت

اس کے بعد اس نیک بی بی کی زندگی کے ایک نازک ترین لمحے کا ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بچے سے نوازا اس کا یوں ذکر ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِیًّا ○
فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ○
فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ○
وَهُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ○
فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا

"مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لئے ہوئے کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں۔ پھر زچگی کے درد نے انہیں ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ (گھبرا کر) کہنے لگیں کاش! میں اس (حالت) سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔ فرشتے نے پائنتی سے اُسے پکار کر کہا: غم نہ کر۔ تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا۔ تیرے اوپر تر و تازہ

Marfat.com

کھجوریں جھڑیں گی پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔" (مریم:23-26)

یہ تاریخ کے اہم ترین واقعات میں سے ایک واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے ایک ایسا بچہ دنیا میں پیدا کیا جس کا باپ نہیں تھا۔ صرف اللہ کے حکم سے سیدہ مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔

نصرتِ الٰہی کب اور کیسے؟---ایک اہم قاعدہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے معجزے کے طور پر بہت سے کام کر دیئے۔ کھجور کے درخت کو پکا دیا۔ اس کے خوشے جھکا دیئے۔ پانی کا چشمہ وہیں پیدا کر دیا جہاں انہوں نے پناہ لی تھی اور ان کی خدمت کے لئے جنت سے حوریں اور فرشتے بھیج دیئے۔ اب اتنے سارے معجزے تو اللہ تعالیٰ نے کر دیئے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تازہ اور پکی ہوئی کھجوریں توڑ کر سیدہ مریم کے منہ میں ڈال دی جاتیں؟ چشمے کا پانی انہیں پلا دیا جاتا؟ لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ چشمہ رواں کر دیا۔ پھل پکا دیئے۔ سب کچھ کر دیا اور فرمایا "یہ جو درخت کا تنا ہے' اسے خود ہلاؤ۔ پھل تمہارے اوپر گریں گے اور ان پھلوں کو کھاؤ۔"

ایسا کیوں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درخت کے تنے کو لیٹے لیٹے ہلا لینا تو سیدہ مریم کے بس میں تھا اور جو کام انسان کے بس میں ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اسی سے کرواتے ہیں اور جو انسان کے بس میں نہیں' وہ معجزے کے طور پہ خود کر دیتے ہیں اور یہی قانونِ فطرت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ایک شخص ہل نہ چلائے' نہ زمین کو نرم کرے' نہ اس میں بیج ڈالے' نہ کھاد ڈالے نہ کھیت کو پانی دے اور یہ کہے کہ "اے اللہ! مجھے اس کھیت سے مالا مال کر دے" ایسا نہیں ہو سکتا۔

قبولیتِ دعا کے لئے اہم شرط

دعا ایک عجیب عمل ہے کیونکہ دعا اس وقت مانگی جاتی ہے جب انسان جو کچھ اس کے بس میں ہے' کر چکے کہ زمین کو نرم کرے' اس میں ہل چلا کر اس میں بیج اور کھاد ڈالے' وقت پر پانی دے اور پھر یوں دعا مانگے:

"اے اللہ! میں تو بس اتنا ہی کر سکتا ہوں' اب اس بیج کو پھاڑ کے اس میں سے کونپل اگا' یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ اے اللہ! یہ تو ہی کرے گا۔"

اسی طرح ایک اور مثال سمجھئے: ایک شخص شادی ہی نہ کرے اور کہے' اے اللہ! مجھے اولاد عطا کر۔ وہ بڑا ہی بے وقوف آدمی ہے کیونکہ اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ ہاں! اس ضابطۂ فطرت کے خلاف وہ کبھی کبھی معجزات ظاہر کرتا ہے مگر عمومی قاعدہ ایک ہی ہے کہ جس چیز کا انسان مکلف ہے اور وہ اس کے بس میں بھی ہے' وہ خود ہی کرے۔

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں بولنا

اس ساری تفصیل کے بعد پھر اصل واقعہ کی جانب لوٹتے ہیں کہ سیدہ مریم وضعِ حمل کے بعد نومولود کو لئے قوم کے پاس پہنچیں تو قوم نے الزام تراشی شروع کر دی۔ یہ سب کچھ سُن کر سیّدہ مریم علیہا السلام نے خاموشی اختیار کی اور فرمانِ الٰہی کے مطابق اشارہ کیا جس کو قرآن نے یوں نقل کیا ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝
قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝

"مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کہنے لگے کہ ہم ایسے شخص سے کیوں کر باتیں کریں جو ابھی گود کا بچہ ہے۔ وہ (بچہ خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب (یعنی انجیل) دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔" (مریم:29-30)

ان الفاظ سے گویا سیّدہ مریم علیہا السلام کی پاکدامنی پر مہرِ تصدیق ثبت کرا دی گئی۔ اس کے بعد حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝
مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝
وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

"یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں اور یہی سچّی بات ہے جس میں یہ لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ بالکل پاک ہے۔ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ارشاد فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے اور بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ یہی (دین کا) سیدھا راستہ ہے۔" (مریم:34-36)

یہ وہ سچائی ہے جس کو سن کر نجاشی بھی پھڑک اُٹھا تھا اور پھر اس نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ حقیقت یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی اس سے نہ ایک تنکا زیادہ تھے اور نہ کم۔

عالمگیر حقیقت --- ملکیت نہیں امانت!

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور مسلّمہ حقیقت کو واضح فرمایا اور یہ اس لئے کہ خود فریبی کا شکار انسان "تل

Marfat.com

وشعور سے کام لے اور شیطانی جال سے نکل آئے۔ الفاظ کی بے ساختگی اور روانی ملاحظہ کریں۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝

"بے شک ہم ہی زمین اور اس پر بسنے والوں کے وارث ہیں اور ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہو گا۔"

(مریم:40)

اللہ تعالیٰ کے وارث ہونے سے مُراد یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ زمین پہ موجود ہر شے اسی کی اصل ملکیت ہے۔ یہاں پر رہنے والی مخلوقات اور خصوصاً انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ مال و متاع کچھ عرصہ کے لئے بطور امانت دیا ہے تاکہ وہ اس کی امانتداری کا امتحان لے سکے۔

؎ درحقیقت مالک ہر شے خداست
ایں امانت چند روزہ نزد ماست

انسان دیکھنے میں کروڑ پتی ہوتا ہے لیکن موت کے ایک ہی جھٹکے سے ہر شے حتیٰ کہ اس کی جان بھی اس سے چھین لی جاتی ہے اور انجام کار ہر چیز اصل وارث یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن میں دُنیوی زندگی کو ایک کھیل، ایک تماشہ، ایک طویل دورانئے کا ڈرامہ قرار دیا گیا ہے۔ یہی کہ کوئی اپنے آپ کو بادشاہ بنائے بیٹھا ہے اور کوئی تیلی تنبولی مگر جونہی ڈرامہ ختم ہوتا ہے تو قبر میں اترتے وقت بادشاہ اور تیلی تنبولی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

اس کے بعد کی آیات میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝
يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝
يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝
يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝
قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝

Marfat.com

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ○
وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۠ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ
بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ○

"اور اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیجئے' بے شک وہ ایک راست باز انسان اور ایک نبی تھا۔ (انہیں ذرا وہ موقعہ یاد دلاؤ) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو مشرک تھا) کہا کہ ابا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سُنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ ہی آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں۔ ابّا جان میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا' آپ میرے پیچھے چلیں' میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابّا جان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں۔ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابّا جان! مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں رحمٰن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے ساتھی نہ بن کر رہ جائیں۔ (باپ نے) کہا ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھ کو سنگسار کر دوں گا۔ بس تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے الگ ہو جا۔ ابراہیم نے کہا: سلام ہے آپ کو' میں اپنے رب سے آپ کے لئے دُعا کروں گا کہ وہ آپ کو معاف کر دے۔ میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑتا ہوں اور ان ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہیں۔ میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے سے نامراد نہ رہوں گا۔" (مریم: 41-48)

یہ مکالمہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے والد کے درمیان ہوا۔ والد کے حقوق اور آداب کے ساتھ انہوں نے توحید کی دعوت دی اور انہیں بُت پرستی سے روکا' بُت پرستی کے انجامِ بد سے ڈرایا' شیطان کی عبادت کا انجام بتایا۔ جب والد نہ مانے تو آپ بہت باادب طریقے سے یہ کہتے ہوئے والد سے الگ ہو گئے کہ "میں آپ کے لئے استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا" کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ وعدہ پورا کرنے سے روک دیا اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اپنے والد کے لئے ہم سے مغفرت نہ مانگیں' اُن کے لئے ہم سے دُعا نہ کریں کیونکہ ہمارا فیصلہ ہے کہ مشرک کی مغفرت نہیں کریں گے۔ یہاں پھر وہ ایک بات جو پہلے بھی بیان کی گئی کہ سیّدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دُعا مانگنا چاہی تو انہیں روک دیا گیا۔ ایسے ہی ایک دوسرے اولوالعزم رسول سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کے لئے مغفرت چاہی تو ان کو بھی روک دیا گیا کہ مشرک کے لئے کوئی مغفرت' شفاعت اور سفارش نہیں۔

اس کے بعد مختلف انبیاء علیہم السلام کا اجمالی ذکر ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:
اسحٰق' یعقوب' موسیٰ' ہارون' اسمٰعیل علیہم السلام اور پھر اسمٰعیل علیہ السلام کی کوشش اور مشن کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا گیا:

Marfat.com

اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝

"اور بے شک وہ وعدے کے سچے اور ہمارے نبی تھے! اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے۔" (مریم:54-55)

ان آیات میں گویا رب کے پسندیدہ تین اعمال مذکور ہیں:

1- وعدے کی سچائی۔
2- نماز کی ادائیگی اور اس کی تلقین۔
3- زکوۃ کی ادائیگی۔

اس کے بعد ادریس علیہ السلام کے علوِ مرتبت کا ذکر ہے اور پھر انبیاء پر کئے گئے انعامات مذکور ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۖ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۖ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝

"یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا اور ان لوگوں کی نسل میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے' اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمٰن کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی۔ پس عنقریب ایسے لوگ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک کام کرنے لگیں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔" (مریم:58-60)

Marfat.com

ترکِ نماز کا نتیجہ شہوات کی پیروی

یہ سورۂ مریم میں انبیاء کا ذکر تھا۔ لیکن ان انبیاء کی جانشینی جن لوگوں نے کی' چاہیے تو یہ تھا کہ وہ نماز اور زکوۃ کو قائم رکھتے لیکن انہوں نے نماز چھوڑ دی اور جب نماز چھوڑی تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خواہشات نفسانی کی پیروی میں لگ گئے۔

نماز برائی سے روکتی ہے

قرآنی الفاظ سے ثابت ہے کہ نماز خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے روکتی ہے اور جب نماز چھوڑی تو خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگ گئے۔ خواہشات کی پیروی ایسی دلدل ہے جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے اور یوں ایک گمراہی دوسری گمراہی کو جنم دیتی چلی جاتی ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اگر کوئی شخص خدانخواستہ خواہشاتِ نفس کی پیروی میں مبتلا ہو تو اس کا اصل علاج بھی نماز ہے مگر اس طرح کہ نماز کی صورت بھی حاصل ہو اور اس کی حقیقت بھی! نماز پورے اہتمام کے ساتھ سمجھ کر دل کی گہرائی سے بندگی کے جذبات میں ڈوب کر ادا کی جائے۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے' انسان کی نماز جس قدر سنورتی چلی جائے گی اس نسبت سے انسان نفس کی بندگی سے آزاد ہوتا چلا جائے گا۔

قیامت یقیناً آئے گی

ان ناخلف لوگوں کے ذکر کے بعد جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر ہے جو صرف متقی لوگوں کی میراث ہے اور یہ میراث میدانِ حشر میں جزا و سزا کے اعلان کے بعد ملے گی اور منکرینِ قیامت کو بتایا کہ حشر کا برپا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ جس میں کوئی شبہ نہیں۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝

"تمہارے رب کی قسم ہم ان کو اور شیطانوں کو ضرور بالضرور جمع کریں گے پھر ان کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت میں حاضر کریں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔" (مریم:68)

کافروں کو مہلت

گویا یہ وقوعِ حشر اس قدر یقینی ہے کہ ربِ کائنات اپنی ذات کی قسم کھا کر اس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد اہلِ ایمان کے لئے مزید خوشخبری ہے اور خواہشاتِ نفس کے پیروکاروں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ہماری مہلت کو بلاوجہ نہ سمجھو۔

Marfat.com

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ○

"(اے پیغمبر!) کہ دیں کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے' اللہ اس کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) تو پھر جان لیں گے کہ انجام کس کا برا ہے اور کس کا لشکر کمزور ہے۔" (مریم:75)

حقیقت کو پھر یوں واضح فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ○ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ○

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب ابھارتے رہتے ہیں۔ آپ ان کے لئے جلدی نہ کریں۔ ہم تو ان کے لئے مہلت کے دن شمار کر رہے ہیں۔" (مریم:83-84)

نیک لوگوں کی عظمت

شیاطین کو تنبیہہ کرنے کے ساتھ ہی مُتقین کی شان بیان فرمائی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○

"وہ دن آنے والا ہے جب مُتقی لوگوں کو ہم مہمانوں کی طرح رحمٰن کے حضور پیش کریں گے اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کے طرف ہانک لے جائیں گے۔ اس وقت لوگ کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے۔ بجز اس کے کہ جس نے رحمٰن کے حضور سے پروانہ حاصل کر لیا۔" (مریم:85-87)

ان آیات میں قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا کہ کچھ لوگ تو حساب دے رہے ہوں گے اور کچھ لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ مہمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بغیر حساب کے انہیں ایک معزز اور باوقار وفد کی شکل میں رحمٰن کے حضور پیش کیا جائے گا۔ ان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں مہمانوں کی سی ہو گی جن کا استقبال ہو گا' کوئی حساب کتاب نہیں ہو گا' کیونکہ یہ پرہیزگار لوگ ہوں گے۔ اور دوسری جانب وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مجرمانہ زندگی گزاری ہو گی۔ ان کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم میں ہانک دیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی باور کرائی کہ اس دن

Marfat.com

کسی کو سفارش کرنے کی مجال نہ ہو گی سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ خود اجازت عطا کریں گے کہ تم سفارش کر سکتے ہو۔ کیونکہ اس روز اللہ تعالیٰ انبیاء' اولیاء اور وہ فُقراء جنہوں نے غربت کے عالم میں ایمان کی زندگی گزاری ہو گی' کو اجازت دیں گے کہ وہ ان لوگوں کی سفارش کریں جنہوں نے دنیا میں کبھی ان کی معاونت کی تھی۔ ایک روایت میں یوں بھی ذکر ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں غربت اور تنگی کی زندگی گزاری ہو گی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے یوں معذرت کریں گے جیسے کوئی روٹھے ہوئے دوست سے معذرت کرتا ہے کہ تم نے میری خاطر بہت مشکلات اور تکلیفیں اٹھائیں۔ میں تمہیں دیکھ رہا تھا لیکن آج میں تمہیں وہ اجر دوں گا کہ بڑے بڑے امراء جنہوں نے دنیا میں عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی ہو گی' وہ ان پر رشک کریں گے۔

مشرکوں کے لئے دوزخ کیوں؟

حشر کے مناظر کے بعد مشرکوں اور کافروں کے جہنّم میں دھکیلے جانے کی وجہ بھی بیان فرمائی تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝
اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝

"قریب ہے کہ اس جھوٹ کے باعث آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کیونکہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا تجویز کیا۔" (مریم:90-92)

اس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے کہ کوئی بھی کافر اللہ کے لئے نسبی اور صلبی بیٹا نہیں مانتا بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ایک وارث منتخب کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے معاملات میں دخیل اور مختار ہے اور یہ چیز آج بھی مختلف انداز اور طریقوں سے ہم میں مروّج ہے۔

اور پھر اس کے بعد کی آیات میں حشر کے میدان میں لاچاری و عاجزی کا ذکر یوں ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝
لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝
وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝

"زمین اور آسمان کے اندر جو کچھ بھی ہے' سب بندوں کے طرح اللہ کے حضور پیش ہونے والے ہیں۔ وہ سب پر محیط ہے اور اس نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے۔ قیامت کے روز سب اکیلے اکیلے (فرداً فرداً) اس کے سامنے حاضر ہوں گے یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عملِ صالح کر رہے ہیں عنقریب رحمٰن ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔ پس (اے محمدؐ) اس قُرآن کو ہم نے آسان کر کے آپ کی زبان میں اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ پرہیز گاروں کو خوشخبری سنا دیں اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرا دیں۔ ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو (عذاب و قہر سے) ہلاک کر چکے ہیں۔ پھر آج کہیں تم ان کا نشان پاتے ہو یا ان کی بھنک بھی کہیں سنائی دیتی ہے؟" (مریم:93-98)

تین اہم باتیں

سورۃِ مریم کے آخر میں تین باتیں خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں:

(1) آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے' قیامت کے روز وہ سب اللہ تعالیٰ کے حضور غلامی اور بندگی کی شکل میں حاضر ہوں گے۔

(2) انسانوں میں ہر شخص تنہا اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو گا۔ ایسا نہیں کہ ایک گروپ' ایک قبیلہ یا ملک کے لوگ جمع ہو کر آئیں بلکہ ہر شخص کا حساب اکیلے اکیلے ہو گا۔ والد کا الگ' بیٹے کا الگ' خاوند کا الگ' بیوی کا الگ' بہن کا الگ' بھائی کا الگ گویا ہر شخص اپنے اعمال کا خود اور تنہا ذمہ دار ہو گا اور خود ہی اپنے اعمال کا حساب دے گا۔

(3) ہر شخص یقیناً تنہا آئے گا مگر وہ لوگ جو ایمان دار ہیں اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کئے' اُن کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال دی جائے گی۔ آخرت میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔ نیز فرمایا کہ قرآنِ مجید کو ہم نے بہت آسان پیرائے اور آسان زبان میں بھیجا ہے تاکہ سب لوگ اسے پڑھ سکیں نیز مُتقی لوگوں کے لئے جنت کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

غور کیجئے! کہ قرآن کو آسان اس لئے بنایا کہ سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی ہو اور وہ لوگ جو ہٹ دھرم ہیں' نہ قرآن کو پڑھتے ہیں' نہ اسے سمجھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں' ان کو قرآنِ پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے اور سابقہ اُمتوں پر نافرمانی کے سبب ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہئے کیونکہ اللہ ربُّ العزت نے پہلے بھی کتنی ہی قوموں کو مثلاً عاد' ثمود وغیرہ کو ہلاک کر دیا اور آج ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ ان کی کوئی بھنک بھی کان میں نہیں پڑتی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین)

Marfat.com

سورہ طٰہٰ (۲۰)

نام

سورۃ کے آغاز میں مذکور حروفِ مقطعات ہی کو علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ ہجرتِ حبشہ کے زمانے میں نازل ہوئی۔ سیدنا عُمر رضی اللہ عنہ کے ایمان سے قبل اس سورۃ کا ابتدائی حصہ نازل ہو چکا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اس سورۃ کی ابتدائی آیات سن کر متاثر ہونا اور ایمان لانا بعض روایات میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ ہجرتِ حبشہ سے پیدا شدہ صورتِ حال اور حبشہ سے وفد کی ناکامی پر اہلِ مکہ نے مشورہ کیا کہ اب یہ لازم ہو چکا ہے کہ اس دین کے داعی سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے مسلح ہو کر چل نکلے۔ راستے میں اطلاع ملی کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہؓ اور بہنوئی سعیدؓ بن زید حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ وہ فوراً ان کے گھر پہنچے جہاں سیدنا خبابؓ ان دونوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ عُمرؓ قرآن پڑھنے کی آواز سُن چکے تھے۔ مگر جب فاطمہؓ بنتِ خطاب کو عمر کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے وہ صحیفہ (جس پر آیات لکھی ہوئی تھیں) چھپا لیا۔ صورتِ حال کا جائزہ لے کر عُمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن چھڑانے کو آگے بڑھیں تو ان کے سر پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا۔ عُمر رضی اللہ عنہ اس پر پشیماں ہوئے اور صحیفہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ بہن نے صحیفہ نہ پھاڑنے کا عہد لے کر غُسل کیلئے کہا۔ جب عُمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھنا شروع کیا تو ان کی زبان پر اس کلام کی صداقت کی گواہی بے اختیار جاری ہو گئی۔ سیدنا خبابؓ نے آپ کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اپنے دین کی نشر و اشاعت کا خوب کام لے گا کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی:

"اے اللہ! عُمر بن خطاب یا عَمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے ساتھ اسلام کو قُوت بخش دے"

دعا کو شرفِ قبولیت حاصل ہوئی۔ عُمر رضی اللہ عنہ دارِ اَرقم پہنچے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ ہجرتِ حبشہ کے وقت آپ کے ایک رشتہ دار عامرؓ نے بھی اس خوشخبری کا ذکر اپنی اہلیہ کے ساتھ کیا تھا اور کہا تھا کہ عمرؓ بہت جلد حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہدایت کے لئے دُعا فرمائی ہے۔

مضامین

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے رویّے اور ہٹ دھرمی کے باعث ہمیشہ دل گرفتہ رہتے جیسا کہ ہجرتِ حبشہ کے ذیل میں ذکر کیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو مشقت میں ڈالنے کے لئے قرآن نازل نہیں کیا اور نہ آپ کے ذِمّے یہ کام ہے کہ آپ ان لوگوں کے دلوں میں ایمان پیدا کر کے دکھائیں بلکہ یہ تو ایک نصیحت اور یاددہانی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دلوں میں اس کلامِ الٰہی کے ذریعے سے اللہ کا خوف پیدا کیا جائے جو زمین و آسمان اور ساری کائنات کا مالک اور معبودِ حقیقی ہے۔

اس سورت میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ شروع کر کے اس کی بے شمار جزئیات کو ہدایت کے لئے تفصیلاً بیان کیا گیا۔ اگر مجموعی طور پر قرآنِ مجید کے مضامین کا مطالعہ کیا جائے تو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بے شمار مقامات پر مختلف انداز سے ملے گا۔ اس کی ایک وجہ یہ نظر آتی ہے کہ جزیرۂ عرب کے اندر اور اردگرد یہودی آبادی کی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ذات اہلِ عرب میں بحیثیت نبی زیادہ متعارف تھی۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن اور نبوّت کے منصب پر فائز کیے جانے کے واقعات کے ضمن میں اہلِ مکہ کو سمجھایا گیا کہ آپؐ کو نبوّت و رسالت کے منصب پر فائز کرنا اللہ تعالیٰ کی مصلحت کے تقاضوں پر مبنی ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تحت جس کو چاہتا ہے' یہ منصب عطا کرتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو بھی عقیدۂ توحید و آخرت دے کے اس وقت کے جابر حکمران فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس وقت آپ کی معاونت آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ کوئی شخص بھی آپ کی حمایت کرنے والا نہ تھا۔ اسی طرح اللہ ربُّ العزت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی اعتقادات و نظریات کا امین بنا کر مشرکینِ مکّہ کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ اس میں واقعاتی مناسبت کے اعتبار سے پیش گوئی کی گئی کہ جیسے فرعون کو انجامِ کار ذِلّت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا' ایسے ہی تمہارا انجام بھی جلد ظاہر ہونے والا ہے۔ نیز سلیمُ الفطرت انسانوں کو کہا گیا کہ جیسے فرعون کی دعوت پر آئے ہوئے جادوگروں نے حق پہچاننے کے بعد تامل نہ کیا' اسی طرح تم بھی حق ظاہر ہو جانے کے بعد بلا حیل و حُجّت ایمان قبول کر لو۔

شرک و بت پرستی کے ذیل میں سامری کے بچھڑے کا ذکر کیا گیا کیونکہ یہ اہلِ بصیرت کے لئے غور و فکر کا مقام ہے۔ اسی طرح قصہ آدم علیہ السلام و ابلیس کے ذیل میں ابلیس کی سرکشی اور مکر کا ذکر ہے کیوں کہ وقتی طور پر شیطانی و طاغوتی طاقتوں کے اثرات بد سے متاثر ہو جانا ایک عارضی کمزوری ہے مگر جوں ہی غلطی کا احساس ہو' آدمیت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی غلطی کا اقرار کر کے تائب ہو جائے۔

اس سورۃ میں تعلیمات و اخلاق کے ذیل میں ذکرِ الٰہی' خشیّت' ہدایت' عملِ صالح' تزکیۂ نفس' تسبیح اور اقامتِ صلوٰۃ کا حکم ہے جبکہ جھوٹ' سرکشی' اسراف' دین سے اعراض اور ہر قسم کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین بھی کی

گئی ہے۔

سورۃ کا اختتام صبر و استقامت کی تلقین اور دعوت کا حق ادا کرنے کی نصیحت پر کیا گیا۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

"طٰہٰ۔ (اے محمدؐ!) ہم نے آپؐ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور یہ نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو (اللہ) ڈرتا ہو۔" (طٰہٰ:1-3)

قرآن کس لئے ہے؟

یہ قرآن اس شخص کے لئے تقویٰ کا سب سے بڑا سبب' نشانی اور یاددھانی ہے جو گناہوں سے بچنا چاہے اور جو شخص تقویٰ اختیار ہی نہ کرنا چاہے' اس کے لئے یہ قرآنِ مجید حُجّت ہے جو اسے باندھ کر جہنّم میں لے جائے گا یہی بات قرآنِ مجید کے آغاز میں بیان ہوئی: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ "یہ ہدایت ہے مُتّقین کے لئے"۔ یعنی ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو تقویٰ اختیار کرنا چاہیں۔

مُبلّغ کے لئے نصیحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہے کہ یہ دین ہم نے اس لئے نازل کیا کہ تم اتمامِ حُجّت کر دو۔ حکمت اور دردمندی کے ساتھ یہ بات لوگوں تک پہنچا دو اور بس۔ لیکن تم تو اپنی جان ہی گھلائے جا رہے ہو اور تم نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیا ہے۔ اس میں دعوت دینے والوں کے لئے بھی ایک سبق ہے کہ وہ مسلسل کام کرتے رہیں اور اگر نتائج سامنے نہ بھی آئیں تو ان کو دل گرفتہ ہو کر کام نہیں چھوڑنا چاہئے۔

موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کو مار کر مصر سے نکلے۔ شہرِ مدین میں سیدنا شعیب علیہ السلام کے ہاں پہنچے' آٹھ دس سال وہاں قیام کیا' وہاں سے شادی کر کے چلے۔ راستے ہی میں منصبِ نبوت عطا کیا گیا اور معجزات عطا ہوئے۔ جن میں سے ایک یدِ بیضا کہ آپ ہاتھ اپنے پہلو میں ڈال کر نکالتے تو وہ اتنا روشن اور چمکدار ہو جاتا کہ اندھیرے کا احساس نہ رہتا اور نبی اندھیرے کو دور کرنے کے لئے ہی تشریف لاتے ہیں۔ دوسرا معجزہ یہ کہ ہاتھ میں جو لکڑی تھی' وہ زمین پر پھینکنے سے اژدھا بن جاتی۔ پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو ڈر گئے' تو حکمِ الٰہی ہوا کہ اس اژدھے پر ہاتھ ڈال دیں۔ اژدھے پر ہاتھ ڈالا تو وہ ویسی ہی لکڑی نکلی۔

Marfat.com

معجزاتِ موسوی کی رمزی حقیقت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان دو معجزوں میں یہ ایک مخفی اشارہ ہے کہ رسولِ خدا کے دو بنیادی کام ہوتے ہیں:

1- یدِ بیضا کی طرح روشنی لے آئیں۔ لوگوں کو جہالت اور ناانصافی کے اندھیروں سے نکال کر علم و عدل کی روشنی میں لے آنا۔

2- اپنے دور کے اژدھاؤں پر ہاتھ ڈال کر انہیں بے جان لکڑی بنا دینا اور انسانوں کو ان کے ظلم سے آزاد کروانا۔

فرعونوں کی حقیقت

اژدھے پر ہاتھ ڈالنے کی مشق اس لئے کروائی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک بہت بڑے اژدھے (فرعون) کے پاس بھیجا جا رہا تھا اور یہ تربیت دی جا رہی تھی کہ اژدھے پر ہاتھ کس طرح ڈالنا ہے۔ یہ فرعون جو دیکھنے میں اژدھا نظر آتا ہے جب اس پر ہاتھ ڈالو گے تو یہ لکڑی ثابت ہو گا اور اشارے کنائے میں یہ بھی بتا دیا کہ یہ فرعون اور امیر وزیر وغیرہ قسم کے لوگ دیکھنے میں تو اژدھے سے نظر آتے ہیں لیکن اگر ان پر ہاتھ ڈال دو تو یہ لکڑی کی مانند بے حس اور بے ضرر ہیں۔ آپ کا ساتھ دینے کے لئے سیدنا ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت سے سرفراز کر کے دونوں کو حکم دیا گیا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝

"تم اور تمہارا بھائی دونوں میری ان نشانیوں اور معجزات کو لے کر جاؤ اور دیکھو میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔" (طٰہٰ:42)

تبلیغ کے ساتھ ذکرِ الٰہی ضروری ہے

دین کی دعوت و تبلیغ اس وقت اپنا اثر دکھاتی ہے جب اندر ذکر کی گرمی موجود ہو۔ اگر ذکر کی گرمی نہیں تو بات منہ سے نکل کر کان تک پہنچے گی اور ایک کان سے داخل ہو کر دوسرے کان سے نکل جائے گی۔ گویا بات بے اثر رہے گی لیکن اگر کچھ بھی ذکر کی گرمی موجود ہو تو

؎ از دل خیزد بر دل ریزد

یعنی بات دِل سے نکلے گی اور دِل پر اثر کرے گی۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ فرعون کے ساتھ ذرا نرم لہجے میں گفتگو کیجئے۔ حکمت، موعظہِ حسنہ اور جدالِ احسن سے کام لیجئے۔ یہ ایک خوبصورت مثال ہمیں فرعون کے دربار میں نظر آتی ہے کہ کس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور کس طرح فرعون کی چال اور اس کے وار کو خطا کر دیتے ہیں۔ ذرا اس انداز کو قرآنی الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

Marfat.com

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○
قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ○
قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ج لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ○

"فرعون نے کہا: اے موسیٰؑ تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی۔ پھر اس کو راستہ بتایا۔ فرعون بولا: وہ نسلیں جو پہلے گزر چکی ہیں' ان کی حالت کیا ہوگی؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان کا حال اللہ ہی جانتا ہے جو نہ بھولتا ہے اور نہ چوکتا ہے۔"

(طٰہٰ:49-52)

فرعون یہ بات جانتا تھا کہ وہ جہنم میں ہیں لیکن وہ یہ بات موسیٰ علیہ السلام کی زبانی کہلوانا چاہتا تھا تاکہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہو جائیں۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے حکمت سے کام لیا اور جواب دیا کہ

"اُن کا تو حال اللہ ہی جانتا ہے جو نہ بھولتا ہے نہ چوکتا ہے۔"

معرکۂ حق و باطل

اسی خوبصورت اندازِ کلام کا نام تبلیغ کی حکمت ہے اس کلام پر فرعون کچھ سٹپٹایا اور موسیٰ علیہ السلام نے معجزات کے ذریعہ حق کو مزید واضح کیا۔ جس کو فرعون نے جادو کا نام دے کر اہلِ دربار کو کہا کہ ملک کے نامور جادوگروں کو جمع کر کے مقابلہ کرایا جائے چنانچہ مقررہ وقت پر پُرہجوم تقریب میں جادوگر مقابلے کے لئے آپہنچے اور جب مقابلے کا آغاز ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے جو الفاظ فرمائے وہ قرآنِ مجید میں یوں محفوظ ہیں:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ○
قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
اَنَّهَا تَسْعٰى ○ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ
اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ○

"یہ جادوگر بولے' موسیٰ! تم پھینکتے ہو یا پہلے ہم پھینکیں؟ موسیٰ نے کہا' نہیں! پہلے تم ہی پھینکو یکایک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے

Marfat.com

لگیں اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا تو ہم نے کہا: مت ڈر تو ہی غالب ہے' تو ہی غالب رہے گا اور پھینک جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے ابھی ان کی ساری بناوٹی چیزوں کو یہ نگلے جاتا ہے یہ جادوگر جو کچھ بنا کر لائے ہیں' یہ تو جادو کا فریب ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ کسی شان سے بھی آئے۔ آخر کو یہی ہوا۔ سارے جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے اور وہ پکار اُٹھے کہ مان لیا ہم نے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب کو" (طٰہٰ:65-70)

اب اس مقام پر ذرا غور کیجئے کہ اس مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کو ایمان نصیب کر دیا کیونکہ انہیں اپنے علم کی وجہ سے پتا چل گیا تھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے جو کیا ہے' وہ اور کچھ بھی ہو' جادو نہیں ہو سکتا ہے۔

باادب بانصیب

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ایک بہت خوب بات لکھی ہے کہ جادوگر ہرچند کہ فرعون کے بھیجے ہوئے ایجنٹ تھے لیکن انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جس انداز سے گفتگو کی' اس میں ادب اور احترام تھا اور اللہ تعالیٰ کو ان کی یہی بات پسند آگئی۔ مثلاً یہ کہ انہوں نے کہا اگر اجازت ہو تو ہم پہل کریں یا آپ ہی پہل کر لیجئے۔ حالانکہ وہ بغیر پوچھے بھی اپنے فن کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے پہلے ادب و احترام کا معاملہ کیا اور یہ سبق ہمارے لئے بھی ہے کہ اللہ والوں کا ادب و احترام کریں کیونکہ یہی تعظیم' ادب اور محبت انسان کو ہدایت تک لے جاتی ہے اور جادوگروں کی ہدایت کا سبب بھی یہی ادب بنا۔

اس جگہ ایک اور اہم بات قرآنِ مجید بیان کرتا ہے جو اس دور کی ماڈرن سائیکالوجی نے بھی بتائی کہ جادو سے انسان کے خیالات ماؤف ہو جاتے ہیں اور انسان کے جذبات و خیالات اور دیکھنے کی قوت متاثر ہوتی ہے اور قرآنِ مجید نے بھی یہی بات یوں کہہ دی کہ موسیٰ علیہ السلام کو یوں خیال ہو رہا تھا کہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن کر اِدھر اُدھر بھاگ رہی ہیں۔ یہی اصل حقیقت ہے کہ جادو انسان کی قوتِ خیال کو متاثر کرتا ہے۔ فی الواقع اس کی اپنی کوئی حقیقت نہیں اور پھر قرآنِ مجید جس انداز سے جادو اور جادوگروں کو ذلیل کرتا ہے' اس سے سخت انداز میں کسی کو ذلیل نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً فرمایا جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا' خواہ وہ کسی شان سے آئے' خواہ وہ فرعون کا نمائندہ ہی کیوں نہ ہو۔

دنیا میں جادوگر کا انجام

میں نے بہت سے اور بڑے بڑے جادو کے تعویذ لکھنے والوں کو دیکھا جن کا دھندا ہی یہی ہے کہ بیٹھ کے ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ لکھتے رہتے ہیں اور پھر ساری زندگی ذلیل رہتے اور بے ایمان ہو کر مرتے ہیں۔ اسی لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلسَّاحِرُ یُقْتَلُ وَ لَایُسْتَتَابُ" (جادوگر کو قتل کر دینا چاہئے اور توبہ کی مہلت نہیں دینی

Marfat.com

چاہئے۔) جبکہ مشرک کے لئے توبہ ہے' کافر کے لئے توبہ ہے بلکہ دنیا کے ہر گناہ کے لئے توبہ ہے مگر جادو اتنا بڑا گناہ ہے جس کے لئے توبہ کی مہلت ہی نہیں بلکہ قتل کا حکم ہے لیکن ہماری صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ اخباروں میں محبت اور نفرت کے تعویذ لکھنے والے "پروفیسروں" کے اشتہار چھپتے ہیں اور کوئی حکمران یا رعایا میں سے انہیں جوتے مارنے والا نہیں۔ محبت کا تعویذ کیا ہے؟ یہی نا کہ ایک شریف زادی گھر میں بیٹھی ہے۔ اس کو آپ نے تعویذ پلا دیا اور کسی آوارہ و بدمعاش کے ساتھ جادو کے زیر اثر اس کو اغوا کروا دیا۔ اس قدر بڑے جرم کو ہم معاشرے میں برداشت کرتے ہیں اور ان خبیث فطرت لوگوں کو ہم بزرگ اور پہنچا ہوا کہتے ہیں۔ یہ ان کی نہیں ہماری بے غیرتی ہے اور ہمیں ذرا بھر پہچان نہیں کہ یہ اللہ والا ہے یا مجسم شیطان۔ دیکھ لیجئے قرآنِ مجید ان لوگوں کو کس طرح ذلیل و رسوا کر رہا ہے۔

یہ سورہ ہدایت و موعظت کے ان گنت پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ان جادوگروں نے جب ایمان قبول کر لیا تو فرعون نے ان کو عبرت انگیز قتل کی دھمکی دی۔ انہوں نے اس کو بڑی حقارت سے کہا:

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ

"تو جو کر سکتا ہے کر گزر۔" (طٰہٰ:72)

جادوگروں نے ایمان کی قبولیت کے بعد پوری استقامت کا مظاہرہ کیا۔ پھر انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے فرعون کی ذلت و رسوائی کا مشاہدہ بھی کیا کہ وہ کس کسمپرسی کے عالم میں غرقاب ہوا۔

تورات کا ملنا اور بچھڑے کی پوجا

دریائے نیل پار کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے طور پر بلایا اور ان کو الواح عطا کیں۔ اسی دوران میں ایک انتہائی ہوشیار اور شعبدہ باز شخص نے جو مختلف قسم کی حیران کن حرکات کیا کرتا تھا' سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اس کی پوجا شروع کرا دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے لوگوں کو منع فرمایا۔ کچھ لوگ باز آ گئے جبکہ کچھ اپنے عمل پر ڈٹے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی قوم تو بچھڑے کی پوجا میں لگی ہے تو انہوں نے ہارون علیہ السلام کے ساتھ سختی کی۔ انہیں ڈانٹا بلکہ قرآن کے الفاظ میں ان کو سر سے پکڑ کر جھنجوڑنے لگے۔ ہارون علیہ السلام کا جواب ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ
اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝
قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ
بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝

"(موسیٰ علیہ السلام قوم کو ڈانٹنے کے بعد ہارون علیہ السلام کی طرف پلٹے اور) بولے: ہارون! تم نے جب

دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا کہ میرے طریقے پر عمل نہ کرو؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ ہارون علیہ السلام نے جواب دیا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ پکڑ! نہ میرے سر کے بال کھینچ! مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ تو آ کر کہے گا کہ تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا پاس نہ کیا۔" (طٰہٰ:92-93)

اللہ کے نبی ہارون علیہ السلام نے اپنے سامنے بچھڑے کی پوجا ہوتے ہوئے دیکھی' بات کھول کر بیان کر دی' لیکن ڈنڈا لے کر پیچھے نہیں پڑے اور نہ ہی جتھے بازی کر کے قوم کو فرقوں میں بانٹ دیا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ جناب میں نے تبلیغ کر دی تھی اور ان کے سامنے حق بھی بیان کر دیا تھا لیکن اگر میں سختی کرتا تو آپ ہی مجھے کہتے کہ ہارون! تم نے بنی اسرائیل کو فرقہ فرقہ کر دیا' اور میری اُمت کا ستیاناس کر دیا۔

میدانِ حشر میں ظالموں کی رسوائی

اس واقعہ کی تفصیلات کے بعد قیامت اور وقوع قیامت کے مناظر پر' مشرکینِ مکہ کے چند خدشات کا ازالہ اور پھر قیامت کے روز فیصلے کے بعد جو کیفیت ہو گی' اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا:

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ○
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ○
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ○

"اس قائم اور زندہ رہنے والے کے حضور منہ لٹک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا' وہ نامراد رہا۔ اور جس نے حالتِ ایمان میں نیک عمل کئے' تو اس کو ظلم اور نقصان کا ڈر نہ ہو گا اور ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا۔ اس میں طرح طرح کے ڈراوے بیان کئے تاکہ لوگ گناہوں سے بچیں۔ یا وہ ان کے لیے سامانِ نصیحت مہیا کرے" (طٰہٰ:111-113)

آدم علیہ السلام اور پیغامِ الٰہی

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں چند جملے ارشاد ہیں:

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○
قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ○

Marfat.com

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ○
قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ○
قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ○

"آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کرلی اور اسے ہدایت بخشی اور فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا' وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہو گا اور جو میرے ذِکر یا پیغام سے منہ موڑے گا' اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا پروردگار! دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا۔ مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسی طرح سے تو ہماری آیات کو جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تو نے بھلا دیا تھا' اسی طرح آج تجھے بھلایا جا رہا ہے۔" (طٰہٰ:121-126)

قرآنِ مجید کے ساتھ اندھا پن

اندھا اٹھائے جانے والی بات کا تعلق اس آیت سے بھی ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے پھر ملاحظہ فرمائیں:

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ○

"دیکھو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے بصیرت کی روشنیاں پہنچ گئی ہیں جس نے ان کو آنکھیں کھول کر پڑھا' اس میں اس کا اپنا بھلا ہے اور جو اندھا ہو کر رہا تو اس کا وبال اسی پر ہو گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہو۔" (الانعام:106)

اوقاتِ نماز

سابقہ اُمتوں کی ہلاکت کے اجمالی ذکر کے بعد ایسا حکم دیا گیا ہے جس میں ایک مومن مبلغ کو روحانی قوت اور قلبی طمانیت و سکون ملتا ہے:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآىِٕ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○
وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ

"پس جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو' اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و حمد کیا کرو اور رات کی گھڑیوں میں بھی اس کی تسبیح کرو اور دن کے اطراف میں بھی' تاکہ تم خوش ہو جاؤ اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے۔"

(طٰہٰ:130-131)

اس مقام پر اوقاتِ صلوٰۃ کی جانب واضح اشارہ ہے۔ طلوعِ آفتاب سے قبل فجر کی نماز' غروبِ آفتاب سے قبل عصر کی نماز' رات کے اوقات میں عشاء۔ دن کے تین کنارے ہیں۔ پہلا کنارہ صبح دوسرا کنارہ زوالِ آفتاب سے قبل اور تیسرا کنارہ شام۔ ان سے مراد فجر' ظہر اور مغرب ہے۔ گویا پانچ نمازوں کی ادائیگی اور اہتمام کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کو سکون اور خوشی میسر رہے گی۔

اس کے بعد گناہوں کی طرف راغب کرنے والی ایک خرابی سے روکا گیا کہ کفار کو فائدہ اٹھانے کے لئے جو سامان زیست دیا گیا' مسلمان اس کی جانب التفات نہ کریں کیونکہ ان کو اس مال و دولت سے آزمایا جانا مقصود ہے اور یہ سامان ان کے لئے فتنے کا باعث ہے۔

اوپر جن نمازوں کی جانب اشارہ تھا' ان کی اہمیت کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ○

"اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو' ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم ہی تمہیں دے رہے ہیں اور انجام کی بھلائی تقویٰ ہی کے لئے ہے۔" (طٰہٰ:132)

صلوٰۃ کے معنی

یہاں صلوٰۃ کا لفظ پورے دین کے معنی میں ہے۔ چونکہ دین میں نماز کی اہمیت سب سے زیادہ ہے' اس لئے اس کو دین کا ستون (Pillar of Islam) قرار دے کر فرمایا کہ یہ تمہارے کرنے کا کام ہے: دین کو آگے پہنچانا' اپنے گھر سے شروع کرنا اور اسی میں اپنی پوری زندگی کھپا دینا! رہ گیا رزق کا معاملہ تو اللہ نے ہمیں دنیا میں رزق کمانے کے لئے نہیں بھیجا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں رزق کو اپنی پہلی ترجیح نہیں بنانا چاہیے بلکہ اس کو دوسرے درجے کی ترجیح (Secondary Importance) پر رکھنا چاہیے۔ ہمارا کام دین کو سمجھنا اور سمجھانا ہونا چاہیے۔ یہ صرف نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری نہیں تھی بلکہ تمام مومنین کی ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

دوسرے درجے کی ترجیح (Secondary Importance) پر رکھنا چاہئے۔ ہمارا کام دین کو سمجھنا اور سمجھانا ہونا چاہئے۔ یہ صرف نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذِمّہ داری نہیں تھی بلکہ تمام مومنین کی ذِمّہ داری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

"میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔" (الذاریات:56)

یہ نہیں کہ وہ رزق کماتے پھریں یا رزق کما کر مجھے کھلائیں۔ اللہ ہی رزق دینے والا' قوّت دینے والا اور زبردست ہے۔ نبی اور ولی بلکہ عام آدمی کی پہلی ترجیح یہ ہونی چاہئے کہ وہ دین کو سمجھے' سمجھائے اور پھیلائے۔ رزق کا معاملہ دوسری ترجیح ہونی چاہئے۔ حصول رزق کی وہ اہمیّت نہیں ہے جو دین کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی سُنّت یہ ہے کہ جو شخص اپنی زندگی دین کے راستے میں کھپا دے' دنیا کی ساری ضرورتیں ہاتھ باندھ کر خود ہی اس کے پیچھے پیچھے چلی آتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے طور پر ان کا بندوبست کر دیتا ہے۔

اللہ ربُّ العزّت ہمیں حقیقی معنوں میں قرآن کا علم عطا فرما دے۔ اس کو ہمارے رگ و ریشہ میں اتار دے۔ اسے ہماری شخصیت کا حصہ بنا دے اور اس کو قیامت کے دن ہمارا شفیع بنا دے کہ اسی میں ہم سب کی فلاح ہے۔

آمین

Marfat.com

سورہ الانبیاء (۲۱)

نام

اس سورۂ میں بہت سے انبیاء کے تذکرے کی وجہ سے اس کا علامتی نام "الانبیاء" رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی کے دوسرے دور کا آخر اور تیسرے دور کا آغاز اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

قریشِ مکّہ کی جانب سے آپؐ کے پیغامِ رسالت (عقیدۂ توحید اور حیات بعدَ المَوت) پر مختلف و متضاد اعتراضات ہوا کرتے تھے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے واقعاتی شہادتوں اور انفس و آفاق کے دلائل کی روشنی میں ان کے اعتراضات کا ازالہ کیا ہے اور اہلِ مکّہ کو اس بات پر متنبہ بھی کیا ہے کہ جس انداز سے تم نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آرہے ہو' اس کا انجام ہمیشہ عبرت ناک ہوا۔

کُفّارِ مکّہ کے اعتراضات کا اجمالی خاکہ یوں ہے:

(الف) انسان کبھی منصبِ رسالت پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اس کا تذکرہ اس سے قبل سورۃُ الانعام' بنی اسرائیل اور کہف میں بھی ہے۔

(ب) عقیدۂ آخرت کا وہ مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ عقیدہ محض واہمہ ہے۔ زندگی چند روزہ کھیل کود کا نام ہے اور جزاء و سزا وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

عقیدۂ آخرت کا انکار تمام گمراہیوں اور بدعملیوں کی بنیاد بنتا ہے کیونکہ اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اسی غفلت کے باعث وہ نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو انتہائی تحقیر آمیز انداز سے دیکھتے اور قرآن کے بارے میں یوں کہتے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا کلام ہے جو وہ خود روزانہ گھڑ کر پیش کر دیتے ہیں۔ شرک (جو اہلِ مکّہ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا) کی بابت وہ کسی بھی حقیقت پسندانہ گفتگو کو سننے کی تاب نہ رکھتے تھے اور اس کے ساتھ رسالت کے انکار پر ان کی یہ دلیل تھی کہ یہ نبی بارہا عذاب کی وعیدیں سنا چکے ہیں مگر آج تک وہ عذاب نہیں آیا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ محض دھمکیاں ہیں تاکہ ہمیں مرعوب کیا جا سکے۔

ان سب باتوں کے پیشِ نظر پہلے انبیاء کے حالاتِ زندگی کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا کہ انبیاء اپنی نوع کے

Marfat.com

اعتبار سے انسان ہی ہوتے ہیں۔ الٰہی صفات میں سے کسی ایک علامت اور صفت کا ان میں شائبہ تک نہیں ہوتا۔ وہ خود اپنی ضروریات اور حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدُعا رہتے ہیں۔ ان کی دعوت کے مخالف ان کے درپے آزار ہوتے ہیں تو نصرتِ الٰہی ان کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے پیغام کے امین ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اسی دین کو پیش کر رہے ہیں جو پہلے انبیاء پیش کر چکے ہیں اور یہی اصل دین ہے اور اس کے علاوہ جس قدر مذاہب اس دنیا میں موجود ہیں' وہ گمراہ اور بدباطن لوگوں کے اوہام کا مجموعہ ہیں۔

اس سورۃ میں اس مضمون کو بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کامیابی و کامرانی انہی لوگوں کا مقدر ہوتی ہے جو اس دینِ برحق کو اپنی زندگی کے سارے معاملات میں راہنما بنالیں اور اس دین کو رد کرنے والوں کا انجام بدتر اور عبرت ناک ہوگا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نبیوں کے ذریعے سے وقت سے پہلے بتا رہے ہیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کر کے اللہ کی رحمتوں کے حقدار بن سکیں۔

اخلاقی تعلیمات کے ضمن میں اس سورۃ میں خیرات' صبر' علم' نیکی اور انصاف کا خصوصی ذکر ہے جب کہ ظلم' کفر' غفلت اور دین کا مذاق اڑانے کی مذمت کی گئی ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝

"لوگوں کا حساب نزدیک آپہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) منہ پھیر رہے ہیں۔" (الانبیاء:1)

عقیدۂ آخرت

سورۃ کا آغاز قیامت کے تذکرے کے ساتھ ہے۔ جس سے انسان غافل بنا ہوا ہے جبکہ یہی غفلت اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔ کیونکہ اس غفلت کے باعث مشرکینِ مکّہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ نبوت کو "پراگندہ خواب، من گھڑت کہاوتیں اور شاعری" قرار دے رہے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ آپ اپنی جسمانی ساخت اور حسب و نسب کے اعتبار سے انسان ہیں اور کوئی بھی انسان منصبِ رسالت کا اہل نہیں بن سکتا اور یہی غلط نظریہ ہر دور کے مشرکین کی حق سے دوری کا سبب بنتا رہا۔ جبکہ ہر دور کے مشرک پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی صداقت کو جزوی یا کُلی طور پر تسلیم کرتے تھے اور یہی کیفیت مشرکینِ مکّہ کی بھی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝

"اور ہم نے آپ سے پہلے مرد (انسان) ہی نبی بنا کر بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو ذکر والوں (اہلِ کتاب) سے پوچھ لو۔ اور ہم نے اُن کے جسم ایسے بھی نہیں بنائے کہ ان کو کھانے کی ضرورت نہ ہو اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔" (الانبیاء:7-8)

اسی طرح ایک اور مقام پر یہی بیان ہے کہ لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ شخص تو ہم جیسا انسان ہے، یہ رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ نیز یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ یہ موضوع قرآنِ مجید میں کئی جگہوں پہ بیان ہوا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ جو بشر ہے، وہ رسول نہیں ہو سکتا اور اس لئے ہم آپ پر ایمان نہیں لائے۔ کئی مقامات پر اس کا رد کیا گیا کہ بشر کو ہم ہی نے نبی بنا کر بھیجا ہے کیونکہ اگر یہ دنیا فرشتوں کی

ہوتی تو ہم فرشتہ بطور نبی بھیج دیتے جبکہ تم انسان ہو اور تم کو اتباع بھی کرنا ہے' اس لئے ہم نے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا بلکہ اب تک جتنے بھی رسول آئے' سب کے سب انسان اور بشر ہی تھے۔ یہ فتنہ ہمیشہ ہی لوگوں کے ذہنوں میں رہا کہ جو شخص بشر ہے' وہ رسول نہیں ہو سکتا۔ اب بالکل وہی فتنہ دوسرے رنگ میں آگیا۔ پہلے تو رسول نہیں مانتے تھے' اس لئے کہ وہ بشر تھا۔ اب رسول مان لیا ہے تو بشر نہیں مانتے۔ فتنہ کا انداز وہی ہے۔ جبکہ قرآنِ مجید میں بتاکید صراحت ہے کہ اب تک ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے' وہ سب بشر ہی تھے۔ بشریت نبوت کے منافی نہیں بلکہ اللہ (خالق) کے بعد مخلوقات میں بلند ترین مرتبہ بشر کا ہے' کسی اور مخلوق کا نہیں اور پھر انہی انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے چن کر نبوت و رسالت عطا کی۔ قرآن کو بعد کی آیت میں ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اس میں تدبر کرو۔ اس کے بعد بستیوں کی بربادی و ہلاکت کا سبب مذکور ہے اور وہ ہے "ظلم" یعنی حق کو نہ پہچاننا۔ اس بات کا اقرار مجرم خود اپنی زبان سے اس وقت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ان کو ان کی بداعمالیوں کے سبب گرفت میں لے لیتے ہیں۔

ایک سے زیادہ معبود فساد کا باعث!

توحیدِ الٰہی کے لئے آفاق کی شہادت کے بعد مشرکین کو ایک اور جانب توجہ دلائی کہ اگر اس کائنات میں ایک سے زائد معبود (الٰہ) ہوتے تو نظام کائنات فساد کا شکار ہو جاتا اور اگر اس مسلّمہ حقّانیت کے باوجود بھی وہ شرک پر آمادہ ہیں تو اس کے لئے کوئی معقول دلیل پیش کریں۔ کیونکہ آج تک جس قدر رسول مبعوث کئے گئے' وہ سبھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

اس کے مقابل مشرکوں کی بداعتقادی کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب بندوں کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے کر ان کی پوجا اس لئے کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے' ان کے اس باطل عقیدہ کو یوں رد کیا گیا:

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ○

"اس کے آگے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔" (الانبیاء:27)

یعنی وہ اللہ کی مشیت اور اجازت کے بغیر سفارش نہیں کریں گے۔

اظہارِ حقیقت کے بعد پھر غور و فکر کے لئے زمین' پہاڑوں' وادیوں' آسمانوں' رات اور دن کی تخلیق کو بطور گواہ بیان فرمایا اور ان کے مخلوق ہونے اور خالق نہ ہونے پر ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَ

Marfat.com

اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○

"ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم لوگوں کو تنگی اور فراخی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے" (الانبیاء:35)

اس تنبیہہ اور وعید کے بعد کُفّارِ مکّہ کی خصلتِ بد کا ذکر ہے کہ وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر استہزاء کرتے۔ اللہ ربُّ العزت نے آپؐ کو تسلّی اور حوصلہ دلانے کے لئے فرمایا کہ آپ سے قبل بھی ہر دور کے کُفّار نے انبیاء کے ساتھ مذاق کیا اور ان کی یہی بد عملی ان کے لئے عذاب کا سبب بنی اور اللہ کا عذاب اس قدر شدید ہوا کرتا ہے کہ اگر کسی انسان کو اس عذاب کا ایک جھونکا بھی چھو لے تو وہ زندگی بھر کی مسرتوں اور شادمانیوں کو بھول جائے گا۔ ان باتوں کے لئے بطور دلیل پہلے انبیاء اور اُمّتوں کے تذکرے فرمائے لیکن ان واقعات کی تفصیلات سے قبل میں ایک حیرت انگیز بات کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گا۔

ایک حیرت انگیز انکشاف

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ○
وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ○
وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○

"کیا وہ لوگ جنہوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم کی) بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں جُدا کیا اور پھر پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیئے تاکہ زمین انہیں لے کر ہلنے نہ لگ جائے اور ہم نے اس میں کُشادہ راہیں بنا دیں شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا مگر یہ ہیں کہ اس کی نشانیوں کی طرف توجّہ ہی نہیں کرتے اور وہ وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو

Marfat.com

بنایا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں" (الانبیاء:30-33)

مذکورہ آیات میں قرآنِ مجید جس چیز کی جانب اشارہ کر رہا ہے' اس کو آج کی سائنس نے ڈیڑھ ہزار سال کے بعد ایک بہت بڑا انکشاف قرار دیا ہے۔ وہ یہ کہ زمین اور سیارگان بہت عرصہ پہلے اس انداز میں بنے کہ سورج کے قریب سے کوئی بہت بڑا سیارہ گزرا اور وہ اتنی تیزی سے گزرا کہ اس نے سورج میں سے بہت سے سیاروں کو جُدا کر دیا۔ یہ زمین بھی انہیں سیاروں میں سے ہے جو سورج سے جُدا ہوئے۔ پھر یہ زمین اور الگ ہونے والے سارے سیارے سورج کے اردگرد حرکت کرنے لگے۔ ابتداءً یہ سب سیارے اور زمین آگ کی شکل میں تھے۔ یہ آگ ٹھنڈی ہوتی گئی' اوپر کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا جس کو قشرالارض یعنی زمینی چھلکا کہتے ہیں۔ زمین کے وسط میں اب بھی آگ موجود ہے۔ یہ وہی آگ ہے جو کبھی کبھی آتش فشاں پہاڑ بن کر نکلتی ہے اور لاوا جوں جوں زمین پر پڑتا ہے' ٹھنڈا ہو جاتا ہے اس کے سبب یہ زمین آہستہ آہستہ سکڑ رہی ہے۔ اس کا حجم کم ہو رہا ہے یہ اس دور کی مسلّمہ حقیقت ہے' کوئی نظریہ (Theory) نہیں۔ پھر اس زمین پر پانی بنایا جو زمینی مخلوقات کے لئے مدارِ حیات ہے۔

اوپر ذکر ہوا کہ لاوا زمین میں سے نکل کر ٹھنڈا ہو رہا ہے جس کے باعث زمین سکڑ رہی ہے اور اس کا حجم کم ہو رہا ہے۔ اس دور کے اس انکشاف کو دوسرے مقام پر یوں واضح کیا:

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○

"کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے سکیڑ رہے ہیں پھر کیا یہ غالب آ جائیں گے؟"

(الانبیاء:44)

یہ بات اتنے واضح الفاظ میں کہی کہ اس دور کا سائنس دان بھی پریشان ہو گیا کہ اتنی بڑی سائنسی حقیقت کا اظہار آج سے چودہ سو سال قبل کیسے کر دیا گیا؟ ظاہر ہے یہ انسانی علم نہیں تھا بلکہ وحیِ الٰہی تھی۔

انبیاء کا ذکر

اس لطیف بات کے بعد مختصراً موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو دی گئی نورانی ہدایت کا ذکر ہے اور اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حدیث میں آنے والی ایک بات کا اضافہ ضروری ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو اس وقت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نمودار ہوئے اور عرض کیا کہ ابراہیمؑ میرے لائق کوئی خدمت' ضرورت اور حاجت ہو تو حکم دیں۔ اب اس نازک وقت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اسے کہہ سکتے تھے کہ یہاں ایک پَر مارو اور اس آگ کو بجھا دو۔ لیکن جبرائیل علیہ السلام کو انہوں نے ایک تاریخی جواب دیا:

Marfat.com

"حاجت تو ہے مگر تم سے نہیں۔"

؎ آنے دو اُسے جس کے لئے چاک کیا ہے
ناصح سے گریباں کو سِلانے کے نہیں ہم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرائیل کو درمیان سے ہٹادیا کہ اگر آج اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی ہے کہ میں آگ میں کود جاؤں تو میں بھی اس پر راضی ہوں لیکن اگر وہ اس بات پر راضی نہیں تو وہ خود جانے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو گُل و گلزار بنادیا۔

اس کے بعد کی آیات میں ابراہیم علیہ السلام پر کئے گئے انعامات کا ذکر اور دوسرے انبیاء کے حالات ہیں۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ذُوالکفل علیہ السلام، حضرت ایّوب علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت زکریّا علیہ السلام۔ ان تمام جلیلُ القدر پیغمبروں کے مختصر واقعات بیان کرنے کے بعد اللہ ربُّ العزت نے قیامت کے روز ہونے والی زمینی کیفیت کا ذکر فرمایا:

قیامت کا ذکر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○
اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ○

"(اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ کے رکھ دیں گے جیسے طُومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی تھی، اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذِمّے ایک وعدہ ہے اور یہ کام ہمیں بہرحال کرنا ہے اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ اس میں عبادت گزار بندوں کے لئے ایک بڑی خبر ہے۔

(الانبیاء:86-106)

اس سورت کی آخری آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی وعالمگیر نبوت کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء یا رسول آئے' وہ خاص قوم' خاص علاقے اور خاص وقت کے لئے تھے لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپ کی رسالت آفاقی ہے۔

سورۃ کا اختتام ایک جامع دُعا پر ہے جس میں ربُّ العالمین سے دُعا کی گئی ہے:

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○

"(آخر کار) رسولؐ نے کہا: اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور (لوگو!) تم جو باتیں بناتے ہو' اُن کے مقابلے میں ہمارا رب رحمٰن ہی ہمارا مددگار ہے۔" (الانبیاء:112)

Marfat.com

سورہ الحج (۲۲)

نام

مناسک حج کی ادائیگی کے حکم کی مناسبت سے اس سورت کا علامتی نام "الحج" رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کی کچھ آیات مکّہ معظّمہ میں اور کچھ آیات مدینہ منوّرہ میں نازل ہوئیں۔

مضامین

اس سورۃ میں مومنین، یہود، مجوس، کُفّارِ مکّہ اور متردّد و مذبذب نو مسلموں سے خطاب ہے۔ کُفّارِ مکّہ، یہود و مجوس کو یہ کہا گیا کہ تم نبی آخرالزّمان علیہ السلام کے سلسلے میں ہٹ دھرمی اور ضد کو ترک کر کے ان کے پیغامِ رحمت کو قبول کر لو۔ بصورت دیگر جب عذابِ الٰہی آئے گا تو اس وقت تمہیں تمہارے معبودانِ باطلہ کے عجز و درماندگی کا علم ہو گا اور اس وقت تم کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے لیکن اس وقت تمہارا افسوس و ندامت تمہارے لئے ہرگز سودمند نہ ہو گا۔ اس کے ساتھ قرآنِ مجید نے اپنے مخصوص انداز میں توحید و آخرت پر بھی مدلّل اور بھرپور گفتگو کی ہے تاکہ سلیمُ الفطرت انسان پیغامِ ہدایت کے بارے میں غور و تدبّر کرتے رہیں۔

کُفّار سے خطاب کے دوران میں ان کے اس رویّہ پر گرفت کی گئی ہے جس کے نتیجے میں انہوں نے مسجدِ حرام کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ رکھا تھا اور بیتُ اللہ کی تولّیت کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس موقع پر بیتُ اللہ کی تاریخ کا ذکر کر کے تنبیہہ کی گئی کہ اس گھر کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی توحید کے اعلان اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کی تھی۔ اس لئے تمہیں قطعاً اس بات کی اجازت یا حق نہیں کہ اپنی ذاتی دشمنی کی بنا پر کسی فردِ بشر کو بیتُ اللہ میں داخلے کی اجازت نہ دو۔ نیز مکّہ کے نواح میں بسنے والے کُفّار کو یہ سوچنے کی دعوت دی کہ اگر مستقبل میں تمہارے تعلّقات اہلِ مکّہ سے کشیدہ ہو گئے تو کیا تم ان کے روکنے پر بیتُ اللہ جانے اور حج و عمرہ ادا کرنے سے رک جاؤ گے؟ یقیناً یہ بات تمہیں گوارا نہ ہو گی۔ تو آج سے اس غلط رویّے کا تدارک کرو۔

کمزور اور مذبذب مسلمانوں کو سمجھایا گیا کہ تم نے جب ایمان قبول کر لیا ہے تو اس کے نتیجے میں ہر خطرہ برداشت کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرو۔ مصلحت اور مداہنت کا رویّہ ترک کر کے میدانِ عمل میں اُترو گے تو رحمتِ الٰہی کا دامن تمہارے لئے کشادہ ہو گا۔

Marfat.com

مومنین صادقین کو قریش کے ظلم و جور کا جواب طاقت سے دینے اور اس ظلم کا تدارک کرنے کا حکم ہے

کیونکہ اگر ظلم و جبر کا تدارک نہ کیا گیا تو اس دنیا میں عبادتِ الٰہی کے لئے تعمیر کی گئی تمام عبادت گاہیں جابروں کی دست برد سے محفوظ نہ رہیں گی اور اسی مقصد کے لئے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا گیا۔

مومنین صادقین کو یہ تلقین کی گئی کہ اللہ تعالیٰ جب تمہیں بطورِ نعمت غلبہ و اقتدار دے دیں تو تم ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی وارث بن کر اس دنیا میں امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کرنا تاکہ مخلوقِ الٰہی اس کائنات میں امن و سکون کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکے۔ نیز اقتدار و سلطنت مل جانے کے بعد جہاد' انفاق فی سبیل اللہ' اقامتِ صلوٰۃ' زکوٰۃ' امر بالمعروف' نہی عنِ المنکر اور حج ایسے اعمال تمہارا وظیفہ حیات ہونے چاہئیں اور ان کی بنیاد تقویٰ یعنی خشیتِ الٰہی پر ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوتِ فکر کے لئے چند نکات

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ
كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ
بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ۙ
كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝
يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ
مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِى الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ
مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ
بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ۙ
وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝

"لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو' حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے جس روز تم

Marfat.com

اسے دیکھو گے' حال یہ ہو گا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی' ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہو گا۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحث کرتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں حالانکہ اس کے تو نصیب ہی میں یہ لکھا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا' اسے وہ گمراہ کر کے چھوڑے گا اور عذابِ جہنم کا راستہ دکھائے گا۔ لوگو! اگر تمہیں زندگی بعد از موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے اور پھر خون کے لوتھڑے سے' پھر خون کی بوٹی سے' جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی۔ یہ ہم اس لئے بتا رہے ہیں تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں۔ ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں' ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں۔ پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے اور پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا تو یکایک وہ بھبک اٹھی اور پھول گئی اور اس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات اُگلنا شروع کر دیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت کی گھڑی آ کر رہے گی۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں اور اللہ ضرور ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں جا چکے ہیں"

آیاتِ مندرجہ میں وقوعہ قیامت کے ذکر کے ساتھ انسان کو اپنی تخلیق کے مختلف مراحل اور کائنات کی مختلف انواع پر تدبر کی دعوت دی تاکہ انسان ان کے ذریعے سے یہ جان لے کہ جو اللہ ان تمام اشیاء کو مختلف انداز دے سکتا ہے' وہ انسان کو مار کر پھر پیدا بھی کر سکتا ہے اور دوبارہ پیدا کر کے وہ انسان کے اعمال کی جزا و سزا پر بھی قادر ہے۔

بد فطرت انسان کون؟

اس تذکرے کے بعد اس گروہ کے بد فطرت انسان کا ذکر ہے جو اپنے رب سے غفلت کے باعث شیطان مردود کی دی ہوئی سوچ کے تحت اللہ کی وحدانیت کے خلاف جدال کرتا ہے۔ اس کی بابت یہ بات فرمائی کہ اس شخص نے نقصان دہ راستے کا انتخاب کر لیا ہے جس میں نفع برائے نام ہے۔ اور اس گھاٹے کے سودے کے باوجود وہ اپنی ذات میں اس قدر مگن ہے کہ اسے احساس تک نہیں کیونکہ اس کو شیطان نے باور کرا دیا کہ اللہ تعالیٰ کُفر کے مقابل محمد

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا اور یہ اپنے پیغام سمیت عنقریب ختم ہو جائیں گے۔ ان کو تنبیہہ کرنے کے لئے فرمایا کہ کائنات کے ہر ذرّے پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہے۔ آسمان کی بلندیوں پر چمکنے والا سورج اور زمین پر رینگنے والے حشرات الارض سبھی اللہ کے احکام کے تابع ہو کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ

"جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے' اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں" (الحج:18)

اس کے بعد اہلِ ایمان پر قیامت کے روز اور جنت میں ہونے والے انعامات کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔

تعمیرِ خانہ کعبہ کا مقصد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○

"ہم نے ابراہیم کے لئے خانہ کعبہ کو مقرر کیا (اور فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ طواف کرنے والوں' قیام کرنے والوں' رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو صاف رکھا کرو۔" (الحج:26)

آیتِ مذکورہ میں بیتُ اللہ کی تعمیرِ نو کا مقصد بتایا کہ یہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کے آگے سجدہ ریز نہ ہو۔ تعمیرِ بیتُ اللہ کا تفصیلی ذکر سورۃ بقرہ میں ہو چکا ہے۔

اعلانِ حج

جب بیتُ اللہ کی تعمیرِ نو مکمل ہو چکی تو اللہ ربُّ العزّت نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○
ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ
لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ
وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○

"اور (ہم نے ابراہیمؑ سے بھی کہا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو۔ لوگ تمہارے پاس (حج کے لئے) چلے آئیں گے۔ پیدل بھی اور ان دُبلی اونٹنیوں پر بھی (جو سفر کے مارے کمزور ہو گئی ہوں گی) جو دور دراز رستوں سے پہنچتی ہوں گی۔ تاکہ اپنے (دینی اور دُنیوی) فائدے کے کاموں کے لئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) ایّامِ معلوم میں مویشیوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں۔ اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیرو درماندہ کو بھی کھلاؤ۔ پھر چاہئے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیتُ اللہ) کا طواف کریں (یہ ہمارا حکم ہے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ادب کی چیزوں کی عظمت رکھے تو یہ رب کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے مویشی حلال کردیئے گئے ہیں۔ سوائے ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ بس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔" (الحج: 27-33)

آیاتِ مذکورہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کے لئے حج کا اعلان کردو۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ یہ اعلان کر رہے تھے تو وہاں ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے علاوہ سُننے والا کوئی نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اذان لوگوں کو سنوا دی اگرچہ چند ہزار سالوں کا وقفہ آیا لیکن جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو لوگ اسی اعلان کے جواب میں "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کہتے ہوئے حج اور عُمرے پر مستقل چلے جا رہے ہیں اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔

شعائر اللہ کی تعظیم

اس کے بعد شرک اور شعائر اللہ کے موضوع پر قرآنِ مجید کی آیات ہیں۔ شعائر، شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "محسوس علامت۔" دین کی کچھ مخصوص علامات ہوتی ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا

Marfat.com

خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ○
ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○
لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○

"یکسو ہو کر اللہ کے بندے بنو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو گویا وہ آسمانوں سے گر گیا۔ (اب یا تو) اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو دور جگہ لے جا کر پھینک دے گی (جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔) یہ ہے اصل معاملہ! اس کو سمجھ لو اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام رکھے تو یہ (کام) دلوں کی پرہیزگاری سے ہے تم کو ان سے ایک وقت مقرر تک فوائد حاصل کرنا (جائز) ہے پھر اس کے (ذبح) حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے"

(الحج: 31-32)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ کے شعائر یعنی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتائی جا رہی ہے جو حج کے دنوں میں نمودار ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ قربانی کے اونٹوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے شعائر میں سے بنا دیا ہے کہ اب ان اونٹوں کی پٹائی نہیں کرنا ہے اور نہ ہی ان سے شدید مشقت لینا ہے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں اور ان کی تعظیم کا بھی حکم ہے تو یہ دینی ادارے، درسگاہیں، علم کے مراکز، علماء، اساتذہ وغیرہ جو دین کے پشتی بان ہیں۔ کیا یہ شعائر اللہ نہیں؟ کیا ہمارے مدارس اور جامعات ایسے شعائر نہیں جہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہم اس قابل ہوتے ہیں کہ اپنے دین و ملک کا دفاع کر سکیں؟ کیا ان شعائر کی تعظیم ہمارے طلبہ پر واجب نہیں؟

پیار بھرا خطاب

اس کے بعد ان شعائر اللہ کی تعظیم کرنے والوں کی دل جوئی و حوصلہ افزائی کے لئے یوں فرمایا:

لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○

"اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن

میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے' سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقت ور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے" (الحج:40-41)

بات سمجھانے کے انداز پر غور کیجئے کہ جو اللہ کی مدد کرے گا' اللہ اس کی مدد کرے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ صمد یعنی بے نیاز ہے' کائنات کی ہر چیز کو اس کی ضرورت ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے جبکہ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے لیکن یہ اسلوب اختیار کیا کہ جو اللہ کی مدد کرے گا' اللہ اس کی مدد کرے گا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے فرمانِ الٰہی ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً

"کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اُس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت زیادہ کر دے" (البقرۃ:245)

ذرا غور کیجئے! کہ اللہ کو کسی کی مالی اعانت اور قرض سے کیا سروکار؟ کیونکہ وہ تو خود ساری دنیا کو روزی بہم پہنچاتا ہے۔ یہ بالکل وہی اسلوب ہے جیسے ہم بچوں سے پیار کے انداز میں ان کی سطح پر اُتر کر گفتگو کرتے ہیں روٹی کو "چوچی" کہتے ہیں۔ خود اپنے بچوں کو جیب خرچ دیتے ہیں اور پھر ہاتھ پھیلا کر ان سے قرض مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی انداز میں ہم سے بات کر رہے ہیں جو ہماری سمجھ کے مطابق ہے کہ انسان بھی تو ایسا ہی کرتا ہے کہ جو تمہاری مدد کرتا ہے تم اس کی مدد کرتے ہو۔ جو تمہاری ضرورت کا خیال کرتا ہے تم ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہو تو ایسا ہی سودا ہمارے ساتھ کر لو کہ اللہ نے رسول بھیجا ہے تاکہ ہم اپنی زندگی اسی کی راہ پہ گزاریں اور یہی اللہ کی مدد ہے۔ ہم یہ کر لیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہر موڑ پر ہماری مدد کرے گا کیونکہ وہ قوی و زبردست ہے۔ پھر اللہ کی مدد کرنے والوں کی چار صفات بیان کی ہیں۔

1- اقامتِ صلوٰۃ یعنی نماز کا نظام قائم کرتے ہیں۔
2- زکوٰۃ کا نظام قائم کرتے ہیں۔
3- نیکیوں کا حکم دیتے ہیں۔
4- برائیوں سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مدد اللہ کرتا ہے۔

Marfat.com

اسلامی حکومت کی ذِمہ داری

اس مقام پر اسلامی حکومت کی یہی چار بُنیادی ذِمہ داریاں مذکور ہیں اور کبھی غور کریں تو پتا چلے گا کہ انسان کی فلاح و بہبود انہی چار کاموں کے ذریعے ہوتی ہے گویا سیاسی' معاشی اور سماجی بہبود کا تحفظ انہیں چار کاموں کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کام تدبیر اور نظم کے ساتھ کیے جائیں تو انسان کے سارے مسائل ختم ہو جائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ○
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ○

"کتنی ہی نافرمان بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا اور آج وہ اپنی چھتوں پر اُلٹی پڑی ہیں۔ کتنے ہی کنویں بے کار ہیں اور کتنے ہی محل کھنڈر بن چکے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے ہو جائیں اور ان کے کان سننے والے ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل جو سینوں میں ہیں' اندھے ہو جاتے ہیں" (الحج:45-46)

یعنی اگر تم مذکورہ چار کام نہیں کرو گے تو پھر تمہاری تباہی ہے اور پھر ہم تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو عاد' ثمود' قومِ لوط اور اصحابِ مدین کے ساتھ کیا گیا۔ دنیا میں تمہیں بڑے بڑے محل کھنڈروں کی شکل میں نظر نہیں آتے؟ قومِ عاد اور ثمود کے لوگ کتنی قُوّت والے لوگ تھے' ہم نے اُنہیں ختم کر دیا۔ تمہارے پاس چشمِ بصیرت ہے تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ انسان کی فلاح کس کام میں ہے اور انسان کی بربادی کس کام میں۔ لیکن افسوس کہ تم غور کرتے ہو اور نہ تمہاری سمجھ میں آتا ہے کہ انسان کو کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ تمہاری آنکھوں کی بصارت تو قائم ہے مگر بصیرت غائب اور دل اندھا ہو چکا ہے۔

ایک تمثیل

سورۃُ الحج کے آخر میں ایک مثال پر غور کی دعوت ہے تاکہ شرک سے بچنے کی اصل وجہ ہر صاحبِ شعور کو

معلوم ہو جائے۔

ارشادِ ربانی ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○

"اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے غور سے سنو! جن معبودوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے بلکہ اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ اُسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے' وہ بھی کمزور! ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قُوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔" (الحج:73-74)

اس مثال کے بعد اللہ ربُّ العزت نے اپنی عبادت' جہاد' شہادتِ حق' اقامتِ صلوٰۃ' ایتائے زکوٰۃ اور اپنی ذاتِ جلّ جلالہٗ سے ہی وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' رکوع اور سجدہ کرو' اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو' تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں اپنے کام کے لئے

چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملّت پر' اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مُسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولا! بہت ہی اچھا ہے وہ مولا اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔" (الحج: 77-78)

Marfat.com

سورہ المؤمنون (۲۳)

نام

سورۃ کے آغاز میں صاحبِ ایمان لوگوں کو فلاح و نجات کی خُوشخبری دی گئی ہے۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا عنوان "المؤمنون" قرار دیا گیا۔

زمانہ نزول

سورۃ کے مضمون میں اس بات کی جانب اشارہ موجود ہے کہ اس سورۃ کا نزول اس دور میں ہوا جب مکہ شدید قحط کی زد میں تھا۔ سیدنا عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو سیدنا عُمر رضی اللہ عنہ ایمان قبول کر چکے تھے۔

مضامین

سورۃ کے آغاز میں کامیاب و کامران لوگوں کے اوصاف اور اخلاق بطور ترغیب بیان کئے گئے ہیں۔ پھر آسمان و زمین' نباتات و حیوانات اور خود حضرت انسانؑ کی تخلیق کو عقیدۂ توحید و آخرت پر بطور گواہ بیان کیا گیا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات کے ضمن میں چند باتیں سمجھانے کی کوشش کی گئی مثلاً:

1- تمہارا نبوت و رسالت پر اعتراض کوئی نیا نہیں۔ اس قسم کے اعتراضات پہلے انبیاء پر بھی ہوئے حالانکہ تم اب ان کو اللہ کا نمائندہ اور رسول تسلیم کر رہے ہو۔

2- جو حقائق و عقائد اس وقت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں' یہ وہی ہیں جو پہلے انبیاء پیش کر چکے ہیں اور ان کے انکار کی بنیاد پر ان لوگوں کی تباہی کے مناظر تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ کیونکہ دینِ برحق صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہی ہوا کرتا ہے۔ انسانوں کے اوہام جو آج مذہب کا روپ دھار چکے ہیں' یہ اللہ کی جانب سے نہیں۔

انبیاء کے واقعات کے ذیل میں ایک اور شُبہے کا ازالہ کیا گیا کہ گمراہ انسان اکثر اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ دنیا میں دولت' طاقت اور جتھہ بندی انعاماتِ الٰہی ہیں اور جس شخص کے پاس یہ نعمتیں موجود ہیں' وہ شخص یقینی طور پر اللہ کا محبوب و پسندیدہ ہے اور جو لوگ ان نعمتوں سے دنیا میں محروم ہیں' وہ اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ حالانکہ اللہ کے ہاں محبوب یا مغضوب ہونے کا مدار ایمان اور اطاعت رسول ہے۔ نیز اہلِ مکہ کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ قحط کی یہ صورت دراصل عذابِ الٰہی ہے اور یہ تمہاری بداعمالیوں پر ایک تنبیہہ ہے۔ اگر اب

Marfat.com

بھی تم لوگ راہِ راست اختیار نہ کروگے تو سخت عذاب نازل ہوگا اور تم اس کی تاب نہ لاسکوگے۔

اس سورۃ میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عفو و درگزر کی تلقین اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی ہدایت کی گئی ہے اور اہلِ مکہ کو متنبہ کیا گیا کہ تم نے راہِ ہدایت اپنانے والوں کے ساتھ یہ ناروا سلوک جاری رکھا تو آخرت میں تم سے اس کی بازپرس ہوگی۔

اس سورۃ میں ظالم، متکبر اور خاسر (نقصان اٹھانے) کے حالات اور انجامِ بد کے ساتھ بلا مقصد اعمال (لغو) زنا، سرکشی اور تکذیب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں نماز، زکوٰۃ، عصمت کی حفاظت، توحید، ایفائے عہد اور امانت کی حفاظت کی عظمت کا تذکرہ ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝
اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

"یقیناً فلاح حاصل کرلی ان ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں' جو بے ہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں' جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں' سوائے ان عورتوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں کہ ان پر اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں' البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں' تو وہ حد سے آگے بڑھنے والے ہیں' اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں' اور جو نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں' یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں (جنت) فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (المؤمنون: 1-11)

قرآن اور سائنس

اس کے فوراً بعد انسان کی پیدائش کے ضمن میں ایسی باتیں کہی گئیں جن کو پڑھ کر آج کی سائنس انگشتِ بدنداں رہ جاتی ہے کہ یہ باتیں آج سے چودہ سو سال قبل کیسے معلوم ہو گئیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝

Marfat.com

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

"ہم نے انسان کو منی کے سَت (رَس) سے بنایا' پھر اس کو ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا' پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی' پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا' پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں' پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا' پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے بڑا کاریگر۔ پھر اس کے بعد تم ضرور مرجاؤ گے۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔"

(المؤمنون:12-16)

اہلِ ایمان کے اوصاف اور پہچان کے ساتھ ایسے دلائل کا ذکر تھا جو انسان کی تخلیق کے ساتھ متعلق ہیں اور ان میں تدبّر کی دعوت ہے جن کو دلائلِ انفس کہتے ہیں اور اس کے بعد دلائلِ آفاقی کا ذکر ہے جن میں سات آسمانوں کی تخلیق کا ذکر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ

"بے شک ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان پیدا کئے" (المؤمنون:17)

ان الفاظ میں آسمانوں کی تعداد واضح طور پر مذکور ہے۔ گو آج کی سائنس یہ دعویٰ کرتی ہے کہ آسمانوں کا وجود نہیں بس ایک منتہائے نظر ہے جو رنگوں کی رنگینی ہے۔ اس کو ہم لفظ آسمان کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور بس۔ لیکن قرآنِ مجید کی اس وضاحت کے بعد یہ نظریہ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے سائنس کے قدیم دعوے تھے اور پھر خود ہی سائنس نے اپنے ان دعوؤں کی تردید کی اور جدید نظریات پیش کر دیئے۔ اسی طرح یقیناً ایک وقت آئے گا جب سائنس آسمان کے وجود اور اس کی تعداد کا یقین کر لے گی۔

پانی کا ذخیرہ اور راشننگ

اس کے بعد اللہ کی قُدرت سے پانی کا اترنا اور زمین میں جذب ہو کر رنگا رنگ باغات کی پیدائش کا تذکرہ ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے کرۂ زمین پر آب رسانی کا ایسا انتظام کیا ہے کہ اگر انسان خود کرنا چاہتا تو نہ کر پاتا۔ سمندر سے کشید کر کے میٹھا پانی نکالا جاتا ہے' پھر یہ بادلوں کے ذریعے سے زمین کے جس حصّے پر چاہا' برسا دیا جاتا ہے۔ وہی بارش کا پانی زمین میں جذب ہو گیا یا پھر دریاؤں کی صورت میں بہنے لگا اور اسی میں سے کچھ حصّہ برف کی شکل میں پہاڑوں

Marfat.com

پر گر گیا اور وہاں سینکڑوں فٹ برف کی شکل میں جمع ہو گیا۔ وہ برف گرمیوں میں پگھلنا شروع ہوئی اور تھوڑا تھوڑا پانی دریاؤں میں آنے لگا۔ پھر نہری نظام کے ذریعے سے مختلف علاقوں میں پہنچا دیا گیا۔ یوں لگتا ہے کہ پانی کے سٹاک اور راشننگ کا بڑا خوبصورت نظام رائج ہے۔ اگر اس میٹھے پانی کو کسی جگہ ذخیرہ کیا جاتا تو وہ بہت جلد خراب ہو جاتا لیکن سمندر میں پانی کو نمکین بنا کر سٹور کیا گیا کیونکہ میٹھا پانی اگر ویسے کہیں سٹور کیا جائے تو اس میں بو پیدا ہو جائے اور خراب ہو جائے۔ یہ ایسا انتظام ہے جو انسانی بس سے باہر ہے۔ قرآنِ مجید اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔ یہاں پر بھی یہی ارشاد فرمایا کہ آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا۔ ہم اسے جس طرح چاہیں' غائب کر سکتے ہیں۔ جانوروں' چوپایوں کے فوائد کا ذکر کر کے سیدنا نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے۔

رسالت اور بشریت

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○
فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ۫ ○
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰی حِیْنٍ ○
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ○

"اور ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا' اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں؟ پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے' جو تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کو اگر بھیجنا ہوتا تو فرشتے بھیجتا۔ یہ بات تو کبھی ہم نے اپنے باپ دادوں سے بھی نہیں سنی (کہ بشر رسول بن کر آئے۔) کچھ نہیں علاوہ اس کے کہ اس آدمی کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ کچھ مدت اور دیکھ لو (شاید افاقہ ہو جائے۔) نوحؑ نے کہا: اے میرے رب! ان لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے' اس پر تو ہی میری نصرت فرما" (مومنون: 23-26)

مذکورہ آیات میں وہی بات سامنے آ رہی ہے جو آج بھی فتنے کا باعث ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو بنیادی اعتراض ہی یہ تھا کہ یہ شخص انسانوں کی سی زندگی گزارتا ہے' بشر ہے تو رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ رسول ہوتا تو اس کے

پر ہوتے' اڑتا ہوا فرشتہ ہوتا' کھانے پینے سے اس کو غرض نہ ہوتی۔

یہاں بھی وہی بات کہی کہ اگر تم فرشتے ہوتے تو ہم فرشتوں کو بھیج دیتے۔ تم انسان ہو' اس لئے ہم نے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ بات انسان کی قدیم ترین گمراہیوں میں سے ہے کہ نبوت اور بشریت کو ایک دوسرے کی ضد قرار دے دیا جائے اور اس بات پہ پکگانہ اصرار کیا جائے کہ ایک بشر یا انسان کسی طرح سے بھی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ بالا آیات و واقعات کے علاوہ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی کفار کو یہ اعتراض تھا:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط

"یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ (عام انسان کی سی زندگی گزارتا ہے)"

(الفرقان:7)

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ انسان و بشر ہے تو پھر رسول کس طرح ہو سکتا ہے اور اگر وہ سچ مچ رسول ہے تو پھر اسے بشر ماننے کا کیا معنی؟

اس کے بعد ایک دوسری قوم کا ذکر ہے۔ اس میں بھی آپ الفاظ پر غور کیجئے کہ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک رسول) کا ذکر ہے۔ یعنی اسی قوم کے ایک مرد کو ان میں رسول بنا کر بھیجا۔ ارشادِ ربانی ہے:

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝
فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝
وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ صلے
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ لا
اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ لا صلے
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ لا صلے
اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ لا صلے
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

Marfat.com

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ○
قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ○
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○
ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ○
مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ○
ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا
بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ○

"ان کے بعد ہم نے ایک اور جماعت پیدا کی' پھر ہم نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جس نے انہیں دعوت دی کہ اللہ کی بندگی کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ان کی قوم کے سرداروں نے ماننے سے انکار کیا اور آخرت کی پیشی کو جھٹلایا۔ اور جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تم ہی جیسا آدمی ہے جو کچھ تم کھاتے ہو' وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو' وہی یہ پیتا ہے۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے ہی میں رہو گے۔ یہ تمہیں اطلاع دیتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جاؤ گے تو اس وقت تم قبروں میں سے نکالے جاؤ گے۔ بعید بالکل بعید ہے یہ وعدہ جو تم سے کیا جا رہا ہے۔ وہ زندگی کچھ نہیں۔ بس یہی دنیا کی زندگی ہے' یہیں ہم کو مرنا اور جینا ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہ شخص خدا کے نام پہ محض جھوٹ گھڑ رہا ہے اور ہم اس پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ رسول نے کہا: اے میرے رب! ان لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے' اس پر بس تو ہی میری نصرت فرما۔ جواب میں ارشاد ہوا: قریب ہے وہ وقت جب یہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔ آخر کار ٹھیک ٹھیک وعدے کے مطابق ایک سخت آواز نے ان کو آلیا اور ہم نے ان کو کچرا بنا کر پھینک دیا۔ پس ظالموں پر خدا کی لعنت ہو! پھر ہم نے ان کے بعد دوسری اُمتیں پیدا کیں۔ کوئی اُمت نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوئی اور نہ اس کے بعد ٹھہر سکی۔ پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جس قوم کے پاس بھی اس کا رسول آیا' اس نے اسے جھٹلایا۔ اور ہم ایک کے بعد ایک قوم کو ہلاک کرتے چلے گئے اور ان پر عذاب لاتے رہے اور ان کے افسانے بناتے رہے۔ پس لعنت ہے ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔"
(المومنون: 31-44)

قرآن فہمی کے لئے عربی سیکھنے کی ضرورت

قرآنِ مجید کا اپنا اسلوب ہے اور اس کی اپنی زبان میں بہت زور ہے۔ اگر ہم اصل زبان میں یہ آیات پڑھیں

اور مفہوم سمجھیں تو ایک وجد طاری ہو جاتا ہے۔ جب ہم ترجمہ کرتے ہیں تو 80% اس کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔ میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں' اس پر عمل کریں۔ قرآنِ مجید کا آخری نصف پارہ ترجمہ کے ساتھ زبانی یاد کریں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر احادیث میٹھے میٹھے بول دو سو تین سو کے قریب یا جتنا بھی کر سکیں' وہ بھی زبانی یاد کرلیں۔ ایسے ہی چند عام بول چال کے جملے بھی عربی میں یاد کریں۔ یہ ہزار ڈیڑھ ہزار جملے ہو جائیں گے۔ ان کا ذخیرہ آپ کے دماغ میں ہو گا۔ اب قرآنِ مجید کو کہیں سے بھی پڑھیں' آپ کی سمجھ میں آئے گا اور آپ قرآنِ مجید سے صحیح لذّت اُٹھائیں گے کیونکہ اس کا صحیح مفہوم اور صحیح پیغام آپ تک پہنچے گا۔ ایک عام سی مثال سمجھیں کہ کوئی دیوان غالب پڑھے اور پنجابی میں اس کا ترجمہ کرے تو کیا بات بنے گی؟ یا ہیروارث شاہ اُردو میں سنانے کی کوشش کرے؟ مولانا روم کی مثنوی کے کئی ترجمے ہو چکے ہیں لیکن وہ پھیکی سی بات ہو کر رہ جاتی ہے۔ قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے جو عربی میں ہے۔ آپ اُردو میں پڑھیں گے تو وہ اللہ کا کلام نہیں ہو گا' وہ اس کا ایک مفہوم اور مطلب ہو گا یا اس کا عکس ہو گا' اصل نہیں ہو گا۔ اس لئے کوشش کریں کہ اللہ کے کلام کو عربی میں پڑھیں۔ اس کا اصل مفہوم (First hand knowledge) حاصل کریں۔

کسبِ حلال

پھر موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر ہے جن کے بارے میں فرعون کو یہی اعتراض تھا کہ **اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا** (کیا ہم اپنے ایسے دو انسانوں پر ایمان لائیں) اس کے بعد سیّدہ مریمؑ پر کئے گئے احسانات کا ذکر کر کے فرمایا کہ ہم نے سارے ہی رسولوں کو ایک اہم ترین حکم دیا تھا۔

ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا

"اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔" (المؤمنون: 51)

قرآنِ مجید نے کسبِ حلال پر بہت زور دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر اس کے خورد و نوش کے اثرات لازماً پڑتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ کیا انبیاء علیہم السلام سے توقّع کی جا سکتی ہے کہ وہ ناپاک یا حرام اشیاء کھائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ کسبِ حلال کا مسئلہ انسانی زندگی میں اس قدر اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم بندوں کو بھی ان الفاظ میں خطاب کر کے اس مسئلے کی اہمیّت و نزاکت بھرپور انداز سے واضح کی ہے۔

سرِّ دیں· صدقِ مقال' اکلِ حلال
خلوت و جلوت تماشائے جمال

انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی!

یہاں ایک مرتبہ پھر اللہ کے بندوں کے اوصاف کا ذکر ہے اور ایک اشکال کا ازالہ کہ بندوں کو اسی قدر احکام دیے گئے ہیں جس قدر ان کی قوتِ برداشت اور ان پر عمل کرنے کی ہمت اور صلاحیت ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

"اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے" (المؤمنون:62)

یعنی انسان پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتے ہیں جو اس کے بس میں ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ہم بہت غلط باتیں کرتے ہیں مثلاً یہ کہ جب تک بے ایمانی نہ کرو' رشوت نہ لو' گزارہ نہیں ہوتا یا رشوت دیئے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ رزقِ حلال حاصل کرنا ممکن نہیں رہا وغیرہ وغیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رزقِ حلال کمانے کی ذمہ داری ناقابلِ عمل اور فعلاً ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ سے غلطی ہوئی کہ ہمیں رزقِ حلال کمانے کا حکم دیا۔ العیاذ باللہ۔ حقیقت یہ ہے کہ رزقِ حلال کمانا اور حرام سے بچنا ہمارے بس میں ہے۔ اسی لئے ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے مزاج' طبیعت اور ہماری وسعت و طاقت کو ہم سے زیادہ اور بہتر جانتے ہیں۔ اسی لئے یہ حکم دیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○

"آگاہ رہو! جس نے پیدا کیا ہے' وہ جانتا ہے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا اور باخبر ہے۔"

(الملک:16)

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام ہم پہ فرض کئے' وہ اسی لئے کئے کہ ان پر عمل کرنا ہمارے بس میں ہے اور جو چیزیں حرام قرار دیں' وہ اس لئے کیں کہ ان کو چھوڑنا ہمارے بس میں ہے اور کسی حکم کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ تو بہت مشکل ہے اور ہمارے لئے ناممکن ہے' اللہ تعالیٰ پر الزام ہے (نعوذ باللہ من ذلک) کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم زیادہ جانتے ہیں اور اللہ کو اس کا علم نہیں۔ وہ ہماری فطرت اور وسعتِ عمل سے واقف نہیں اور ایسے احکام صادر کر دیتا ہے جن پر عمل کرنا انسان کے بس مین نہیں! (نعوذ باللہ)

اصل بات یہ ہے کہ ہم بے ایمانی کے بغیر گزارہ نہیں کرنا چاہتے۔ جیسا کہ یوم سبت کے واقعے میں ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے حلال کو اپنے لئے کافی نہ سمجھا اور حرام کا دروازہ کھول لیا اور ہفتہ کے دن شکار کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ہفتہ کے دن مچھلیاں زیادہ کر دیں اور اتوار' سوموار' منگل' بدھ' جمعرات' جمعہ کو مچھلیاں کم اور اتنی کم ہوئیں کہ اس دن آتی ہی نہ تھیں۔ صرف ہفتے کے روز ہی آتیں کہ تمہیں حرام پسند ہے تو صرف حرام ہی لو اور یہ اس لئے کیونکہ حرام کی ابتدا ہم خود کرتے اور حرام کا راستہ ہم خود کھولتے ہیں اور جب حرام کا راستہ کھل جائے تو پھر حرام کے بغیر گزارہ ممکن نہیں ہوتا' اس لئے اللہ سے دعا کرنا چاہئے کہ ہمیں رزق حلال دے اور رزق حرام سے

Marfat.com

بچائے رکھے۔ آمین

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ہمیشہ یہ کھٹکا لگا رہتا کہ ہم لوگ سچے مومن بھی ہیں یا نہیں؟ کہیں خدانا خواستہ ہم منافق تو نہیں؟ ایک مرتبہ صحابی سیدنا حنظلہؓ سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے ملے اور کہنے لگے کہ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا' اللہ رحم کرے۔ تم تو سچے مومن ہو۔ تو انہوں نے وجہ بیان کی کہ جب ہم حضور کی مجلس میں ہوتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ہم اس دنیا سے لاتعلق اور اللہ والے ہیں جب وہاں سے اٹھ کر اپنے کاروبار اور بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت بدل جاتی ہے۔ اس لئے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں منافقت کا شکار ہو رہا ہوں۔ تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ حال تو ہمارا بھی ایسا ہی ہے۔ دونوں حضرات مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اپنی اس کیفیت کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری یہ کیفیت جو اس مجلس میں ہوتی ہے' اگر ہر وقت رہے تو پھر گلی کوچوں میں فرشتے تمہارے سامنے آئیں اور تم سے مصافحہ کریں لیکن یہ کیفیت کبھی کبھی نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ بھی صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اور اللہ والوں کی صحبت میں بھی یہ کیفیت ایک درجہ نصیب ہوتی ہے مگر یہ ہر وقت نہیں رہا کرتی اور یہ منافقت بھی نہیں۔ اس ذکر کا مقصد یہ ہے کہ صحابہؓ کو یہی فکر لاحق رہتی کہ ان کا ایمان سچا بھی ہے یا نہیں اور یہ فکر ایمان کی سچائی کی علامت ہے اور جب ایمان نہ ہو تو آدمی بے فکرا ہو جاتا ہے۔ ہمیں جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہمارے ایمان کی کیفیت کیا ہے۔ یہ موجود بھی ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ بقول غالب

؎ ہر چند کہیں کہ ہے' نہیں ہے!

مشرکینِ مکّہ اور ہمارے عقائد کا تقابل

آئندہ آیات میں اہلِ مکّہ کے عقائد کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ پڑھ کر شرم آتی ہے کہ توحید اور صحت عقیدہ میں ہم اس مقام پر بھی نہیں ہیں جس مقام پر اہلِ مکہ تھے' جن کے خلاف حضورؐ نے جنگیں کیں اور قتال کئے۔ اور جن کی کیفیت یہ تھی کہ وہ پیغامِ حق کو تکبّر کی وجہ سے جُھٹلاتے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ و مجنوں کہتے اور یہ خواہش رکھتے تھے کہ یہ ایمان دار لوگ ہمارے تابع ہو جائیں۔ وہ پے در پے عذاب کا شکار ہوئے مگر مکمل توحید کی طرف مائل نہ ہوئے۔ مگر یہاں اس بات کا ضرور جائزہ لینا چاہئے کہ اہلِ مکّہ اپنی ناقص توحید کے باوجود ہم لوگوں سے بہتر تو نہیں تھے؟ ہم لوگ اپنے بلند بانگ دعووں کے باوجود کیا ابھی تک اپنے عقیدۂ توحید میں اس قدر پس ماندہ تو نہیں کہ مشرکینِ مکّہ کے مقام سے بھی پیچھے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو یاد دہانی کے طور پر فرماتے ہیں کہ جس اللہ کی عبادت کی طرف یہ نبی تم کو دعوت دیتا ہے اس اللہ ہی نے تم کو دل و دماغ اور قوت سماعت و بصارت سے نوازا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

Marfat.com

"اور وہی تو ہے جس نے تمہارے کان' آنکھیں اور دل بنائے لیکن تم شکر گزاری کم کرتے ہو۔"

(المؤمنون:78)

اور اس کے ساتھ ہی زمین کی تخلیق اور انسانوں کی موت و حیات اور قیامت کا ذکر اور اہلِ مکہ سے کچھ سوالات ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○
قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○
قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

"آپ کہہ دیجئے کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے' وہ سب کس کا ہے' اگر تم جانتے ہو؟ وہ فوراً کہیں گے کہ اللہ کا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم سوچتے کیوں نہیں! آپ پوچھیں کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے؟ اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ فوراً کہیں گے کہ اللہ کا ہے۔ آپ کہیں کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ آپ پوچھئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا' اگر تم جانتے ہو؟ وہ فوراً کہیں گے: ایسی بادشاہت تو اللہ کی ہے۔ آپ کہہ دیجئے' پھر تم پر جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے؟" (المؤمنون:84-89)

اتنی ساری باتیں مانتے ہو کہ زمین میں جو کچھ ہے اس کا مالک اور خالق اللہ ہے اور اس کے سوا اس زمین کا اور زمین کی تمام چیزوں کا کوئی اور مالک نہیں ہے اور اتنا بھی جانتے ہو کہ سات آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا رب صرف اللہ ہے۔ یہ بھی مانتے ہو کہ ہر چیز کا اختیار و تصرف صرف اللہ کو حاصل ہے۔ یہ بھی مانتے ہو کہ اصل پناہ دینے والا وہی ہے۔ کوئی اور پناہ نہیں دے سکتا اور جب وہ ہاتھ ڈال دے' کسی کو گرفت میں لے لے تو پھر کوئی چھڑانے والا نہیں ہے۔ پھر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ یہ بھی مانتے ہو تو ظالمو! اتنا کچھ ماننے کے بعد تم سجدے "لات اور ہبل" کو کرتے ہو۔ مرادیں ان سے مانگتے ہو۔ اطاعت ان کی کرتے ہو۔ مانتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے اور جھکتے غیروں کے آگے ہو۔ کیا تم پہ جادو چل گیا ہے؟

قرآنِ مجید اتنی گواہی تو دے رہا ہے کہ کفارِ مکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا ایمان رکھتے ہیں کہ زمین و آسمان میں' عرش پہ جو کچھ ہے' وہ سب کا سب اللہ ربُّ العزت کا ہے۔ اختیارات سارے اللہ کے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے' وہی

Marfat.com

کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے' دیتا ہے اور روکتا ہے۔ وہ کسی کی گرفت کرے تو کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ یہ عقیدہ اہلِ مکہ سے منوا کر فرمایا کہ اس عقیدے کو تم بروئے عمل کیوں نہیں لاتے؟ اس کے بعد ایمان داری سے تجزیہ کیجئے کہ کیا یہی عقیدہ جو قرآنِ پاک میں کفار کے نام لکھا ہوا ہے' کیا ہم اس سے بھی کہیں پیچھے تو نہیں رہ گئے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کفارِ مکہ ذاتِ الٰہی اجل مجدہٗ کو جس قدر فاعلِ حقیقی اور صاحبِ اختیار و تصرف مانتے تھے' ہم اتنا بھی نہ مانتے ہوں؟ ہماری مساجد کے لاؤڈ سپیکرز سے جو عقیدہ پھیلایا جا رہا ہے' کیا وہ یہی عقیدہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ یہاں تو یہ سننے میں آ رہا ہے کہ

؎ جو پکڑے خدا تو چھڑائے محمدؐ
جو پکڑے محمدؐ چھڑا کوئی نہیں سکتا

اور

؎ اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے' لے لیں گے محمدؐ سے

یہ نظریات ان مولوی نما لوگوں کے ہیں جو راہبری کے دعویدار ہیں۔ یقین کر لیں کہ جس قوم کا مذہبی راہنما نیم ملا و گمراہ ہو جائے۔ قوم کو گمراہی کے کھڈے میں دھکیل دے تو اس قوم کو بچانے والا کوئی نہیں۔ بس اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جاہل قسم کے مذہبی بہروپیوں (وہ نیم خواندہ ملا جو عالمِ دین نہیں) سے بچا لے' جو منبر پر بلا استحقاق بیٹھ گئے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ ہم اور آپ لوگ غیر حاضر ہیں۔ آپ لوگ پروفیسر' انجینئر' کرنیل' بریگیڈیئر' جرنیل بن گئے اور ہوش ہی نہ رہا کہ قرآن' حدیث اور سیرت طیبہ کو بھی پڑھتے۔ یہ جگہ بہروپیوں کے لئے نہ چھوڑتے۔ یاد رکھئے کہ جب بہروپئے پکڑے جائیں گے تو آپ بھی پکڑے جائیں گے اور پھر یہ کہہ کر کہ ہم ناخواندہ لوگ تھے' عالمِ دین نہ تھے' ہماری جان نہیں چھوٹے گی کیونکہ ہم توحید کے اس ادنیٰ مقام پر بھی نہیں جس مقام پر کفارِ مکہ تھے۔ کفارِ مکہ کا عقیدہ تھا کہ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ "اسی (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ میں ہی ہر چیز کی طاقت اور اختیار و تصرف ہے" جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے:

؎ اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے' لے لیں گے محمدؐ سے

گویا بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ کے خلاف بول رہے ہیں ہم تو "وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ" (وہی اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا) کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہم تو ہر روز لاؤڈ سپیکر سے سنتے ہیں:

Marfat.com

جو پکڑے خدا تو چھڑائے محمدؐ
جو پکڑے محمدؐ چھڑا کوئی نہیں سکتا

گویا اب تجزیہ کرنا ہو گا کہ کہیں ہم کفر اور شرک کی اس گہرائی اور مقام تک تو نہیں گر گئے جو کفارِ مکہ اور جاہلینِ عرب سے بھی بہت گیا گزرا ہے۔ یہ ایک انتہائی تلخ حقیقت ہے جس کا میں نے اپنی کتاب "وجودِ باری تعالیٰ اور توحید" میں تفصیلاً ذکر کیا ہے اس نظریاتی گمراہی کے ذکر کے بعد ایک دعا کی تلقین کی جا رہی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ○ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

"(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے' اے میرے رب! جس عذاب کے دن کا کفار سے وعدہ کیا گیا ہے اگر میری زندگی میں ان پر نازل ہو تو مجھے اس سے محفوظ رکھنا۔ اے میرے رب! مجھے ظالم شمار نہ کرنا۔"

(المؤمنون:93-94)

کیونکہ اس حد تک گری ہوئی گمراہی کا انجام عذاب کے علاوہ اور کچھ نہیں اور پھر ایک مبلغ کی حیثیت سے آپ کو حکمت بتائی کہ برائی کا جواب اچھائی ہی سے دیجئے اور جب ان مصائب میں ابلیسی افکار آپ کا پیچھا کرنے لگیں تو اس دعا کے ذریعے سے ان سے چھٹکارا حاصل کریں۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○
وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○

"کہہ دیجئے! اے میرے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ وہ (وساوس و شیاطین) میرے پاس آحاضر ہوں۔"

(المؤمنون:97-98)

اس مقام پر یہ یاد رکھئے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں مگر یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط ہی سے ہمیں تلقین کیا جا رہا ہے۔

قیامِ حشر کا منظر

اور قیامِ حشر کا ایک منظر یوں ذکر ہوا:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○
فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○

Marfat.com

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كٰلِحُونَ ○
اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِي تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ○
قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ○
رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُونَ ○
قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ○
اِنَّهٗ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِينَ ○ ع
فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ○
اِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُونَ ○
قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ○
قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّينَ ○
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ○
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ○
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ
رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ○

"پھر جب (قیامت میں) صور پھونکا جائے گا' تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناطے (تھے) اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ اس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے' وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے' تو یہی وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا۔ وہ جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے' آگ ان کے چہروں کی کھال چاٹ جائے گی اور ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔ (ارشاد ہو گا) کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جن کو میری آیات سنائی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی۔ ہم واقعی گمراہ لوگ تھے۔ اے پروردگار! اب ہمیں یہاں سے نکال دے۔ اگر پھر ہم ایسا قصور کریں تو ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جواب دے گا: اس میں ذلّت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ تم وہی لوگ ہو کہ میرے کچھ بندے جب کہتے تھے: اے

ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے۔ ہمیں معاف کردے' ہم پر رحم کر اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے' تو تم نے ان کا مذاق بنالیا۔ یہاں تک کہ ان کی ضد نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں اور تم ان پر ہنستے رہے۔ آج ان کے صبر کا میں نے یہ پھل دیا ہے کہ وہی کامیاب ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: بتاؤ زمین میں تم کتنے سال رہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا بھی کچھ کم حصہ رہے ہوں گے۔ آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ فرمائے گا: تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہو نا؟ کاش تم نے یہ اس وقت جانا ہوتا۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں؟ بس بالا و برتر ہے اللہ کہ جو بادشاہ حقیقی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے کو پوچھے گا اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے کہ جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پاسکتے" (مؤمنون: 101-117)

آیاتِ مذکورہ میں ایک مقام پر اہلِ ایمان کے ساتھ تمسخر و استہزاء کو بھی جہنّم میں جانے کا ایک سبب بیان کیا گیا ہے کیونکہ ایمان کی طرف دعوت دینے والے مبلّغ اللہ کے ہاں بہت ہی محبوب و پسندیدہ ہیں۔

جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور معبود کی عبادت کرتا یا اس کو پکارتا ہے اور اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا اور بلاشبہ کافر کبھی کامیاب و کامران نہ ہوں گے۔

ایک انتہائی مفید دُعا

اس سورۃ کے آخر میں اللہ سے رحمت و مغفرت کی دُعا سکھائی گئی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

"(اے پیغمبرؐ) آپ کہہ دیجئے' اے میرے پروردگار! بخش دے اور رحم فرما اور آپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔" (مؤمنون: 118)

Marfat.com

Marfat.com

سورہ النّور (۲۴)

نام

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر لفظِ نور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا علامتی نام "النّور" رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول اور تاریخی حالات

مضامین کی ترتیب کے اعتبار سے واضح ہے کہ یہ سورۃ مدنی دور میں نازل ہوئی۔ 5 ہجری اس کا زمانۂ نزول بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورۃ کی شانِ نزول کے سلسلے میں مشہور تاریخی واقعہ "افک" کا ذکر ملتا ہے۔ جس کے بارے میں تفصیلات اس سورۃ کے ابتدائی حصّے میں مذکور ہیں۔

اس واقعے کی تفصیلات کے لئے چند سطور بطور پس منظر مندرج ہیں۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد پے در پے جو واقعات پیش آئے' ان سے اہلِ عرب (مشرکینِ مکّہ' یہود اور منافقین) یہ بات شدّت سے محسوس کرنے لگے کہ مسلمانوں کو ہتھیاروں اور افواج کے بل بوتے پر شکست نہیں دی جا سکتی کیونکہ کُفّارِ مکّہ ہر معرکے کے لئے پہلے معرکے سے زیادہ لاؤ لشکر اور ہتھیار جمع کر کے لاتے اور ہر مرتبہ ذِلّت و رسوائی ان کا منہ چڑاتی۔ مسلمان ہر معرکے میں نہ صرف یہ کہ کُفّار کے مقابل تعداد میں کم ہوتے بلکہ ہتھیاروں کے سلسلے میں مسلمان ہر معرکہ میں نسبتاً خالی ہاتھ نظر آتے لیکن اہلِ بصیرت اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کی کامیابی افراد کی قِلّت و کثرت یا ہتھیاروں کی مرہون نہیں بلکہ مسلمانوں کی کامیابی کی اصل وجہ ان کی اخلاقی عظمت و برتری ہے۔ نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و صداقت کا شہرہ تو قدیم زمانے ہی سے تھا مگر آپ کے متعلقین صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بے داغ کردار' ان کی اخلاقی پاکیزگی اور ان کی استقامت نے دلوں کو مسخر کرنے میں سونے پہ سہاگے کا کام کیا! اسی اخلاقی عظمت و طہارت نے مسلمانوں کے اندر جو کمال درجے کا اتحاد اور نظم و ضبط پیدا کیا تھا' اس کے مقابلے میں اہلِ مکّہ یا دیگر معاندینِ اسلام (یہود وغیرہ) ان کے پاسنگ بھی نہ تھے۔

طاغوتی طاقتوں نے جب اپنی کمزوریوں اور اپنے مقابل مسلمانوں کی عظمت کا اندازہ کر لیا تو اپنے اخلاق و کردار کو بہتر بنانے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ ان قُدسی نفس افراد پر گندگی اچھالیں تاکہ لوگوں کو ان کی سیرت بے داغ اور خوش نُما نظر نہ آئے۔ اس مقصد کے لئے شعوری یا لاشعوری طور پر مدینے میں بسنے والے منافقین نے بڑھ چڑھ کر اسلام اور اہلِ اسلام کو بدنام کیا اور اگر ہم اپنی تاریخ کا بے لاگ تجزیہ کریں تو یہ بات باسانی ہر صاحب بصیرت

Marfat.com

سمجھ لے گا کہ اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جس قدر سازشیں ہوئیں یا اہلِ اسلام کو مٹانے کی کوششیں کی گئیں' اس سلسلے میں منافقین کا کردار بڑا واضح رہا۔

اس سلسلے میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تک کو نہ چھوڑا گیا۔ تعددِ ازواج اور خصوصاً سیدہ زینبؓ کے ساتھ نکاح کی وجہ سے (جس کا تفصیلی ذکر سورۂ احزاب میں ہے) منافقین اور بعد کے ادوار میں نام نہاد محققین نے آپ کی ذاتِ گرامی پر ہمیشہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔

منافقین نے مسلمانوں کے درمیان نفاق اور نفرت کے بیج بونے کے لئے بھی سارے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ روایات میں غزوۂ مُریسیع کے دوران میں پیش آمدہ ایک واقعے کا تذکرہ ملتا ہے:

"نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ "قُدَید" کے علاقے میں بنو خزاعہ کے لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ اس فتنے کی سرکوبی کے لئے ایک جماعت لے کر روانہ ہو گئے۔ اس جماعت میں عبداللہ بن اُبَیّ بھی ایک بڑی تعداد کے ساتھ شریک ہو گیا۔ حالانکہ اس سے قبل منافقین اس قدر تعداد میں کبھی کسی غزوے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ نہ نکلے تھے۔ ایک معمولی سی جھڑپ کے بعد پورا قبیلہ مال و اسباب سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ اس مہم سے فراغت کے بعد ابھی مسلمان مُریسیع ہی کے مقام پر پڑاؤ ڈالے بیٹھے تھے کہ ایک مسلمان مجاہد جَہجاہ بن مسعودؓ (جو سیّدنا عمرؓ کے ملازم تھے) اور قبیلۂ خزرج کے ایک حلیف سنان کے درمیان پانی کی وجہ سے جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی تو سنان نے انصار کو پکارا جبکہ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے جہجاہؓ نے مہاجرین کو دادرسی کے لئے آواز دی۔ لوگوں کے جمع ہونے کے بعد معاملہ ختم ہو گیا مگر عبداللہ بن اُبَیّ نے اس بات کو بڑھانا شروع کیا اور انصار کو اُکسایا کہ تم نے ان لوگوں کو پناہ دے کر اس مقام تک پہنچا دیا ہے اور تمثیلی زبان میں یہاں تک کہہ دیا کہ "کیا کُتّے کو تم نے اس لئے پالا تھا کہ وہ تمہی کو کاٹ کھائے" اور یہ بھی کہہ دیا کہ

"اب واپسی پر مدینے پہنچ کر عزّت والا ذلیل لوگوں کو نکال باہر کرے گا" اس سارے واقعے کو اجمالاً سورۂ منافقون میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس معاملے کے بعد نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ طلب کیا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

"ایسے شخص کو قتل کرا دینا چاہئے"

مگر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"پھر لوگ پروپیگنڈہ کریں گے کہ محمدؐ تو اپنے ساتھیوں کو خود ہی قتل کرا رہا ہے" اور فوراً ہی اس مقام سے روانگی اور مسلسل سفر جاری رکھنے کا حکم دیا۔ راستے میں اُسَید بن حضیرؓ نے دورانِ گفتگو میں عرض کیا کہ اے اللہ کے حبیب! "آج کوچ کا حکم اور سفر خلافِ معمول ہے"

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے عبداللہ بن اُبَیّ کی باتیں نہیں سنیں؟ تو اُسَیدؓ نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! یہ

Marfat.com

شخص رعایت کا مستحق ہے۔ کیونکہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت اس کو بادشاہت کا تاج پہنانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ آپ کی تشریف آوری کے باعث یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا اور یہ سب کچھ وہی آتشِ انتقام ہے۔ اسی طرح کا ایک فتنہ ان منافقوں نے پھر پیدا کیا اور اگر مسلمان بردباری، تحمل اور حکمت کا مظاہرہ نہ کرتے تو مدینہ میں ایک خطرناک قسم کی خانہ جنگی شروع ہو جاتی اور یہ فتنہ تھا: زوجۂ رسول سیدہ عائشہؓ پر تہمت کا۔

اس واقعے کی تفصیلات تفسیر و حدیث کی کُتب میں بھری پڑی ہیں۔ ہم اس وقت اس سورۃ کی شانِ نزول اور احکام کے ذیل میں ضروری مباحث کو بالاِجمال بیان کریں گے۔ سیدہ عائشہؓ نے اس واقعے کا خود یوں ذکر فرمایا:

"نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ سفر کا ارادہ فرماتے تو قُرعہ اندازی کے ذریعے سے یہ طے کیا جاتا کہ ازواجِ مطہرات میں سے کون آپؐ کے ساتھ اس سفر میں شرکت کرے گی۔ غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر مجھے سفر میں ساتھ کا موقع ملا۔ سفر سے واپسی پر مدینے سے ایک منزل پر قافلے نے پڑاؤ کیا۔ رات کے آخری حصے میں روانگی کا حکم ہوا میں اس وقت قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی تھی۔ واپسی پر مجھے احساس ہوا کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں نے اس کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران میں قافلہ روانہ ہو گیا اور میرا ہودہ اُونٹ پر کس دیا گیا۔ اس دوران میں ان لوگوں کو میری غیر موجودگی کا احساس ہی نہ ہوا۔

میں جب واپس پہنچی تو قافلے کے لوگوں میں سے کوئی شخص بھی وہاں موجود نہ تھا۔ میں اپنی اوڑھنی میں لپٹ کر وہیں لیٹ گئی کیونکہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب قافلے کو روانگی کا حکم دیتے تو ایک آدمی اس کام کے لئے متعین کر دیتے کہ روانگی کے بعد وہاں اگر کسی کا سامان ملے تو وہ سمیٹ کر قافلے کے ساتھ بعد میں آ کر مل جائے۔

اس روز صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ذمے یہ کام تھا۔ جب کچھ روشنی پھیلی تو انہوں نے مجھے وہاں دیکھا۔ انہوں نے اونٹ کو روک کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ اس آواز پر میں چونک گئی۔ انہوں نے اپنا اُونٹ لا کر میرے قریب بٹھا دیا۔ میں سوار ہو گئی تو وہ نکیل پکڑ کر چل پڑے۔ دوپہر کے قریب ہم نے لشکر کو جا لیا۔ قافلے والوں کو اب تک یہ پتا نہ تھا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ جب ان لوگوں کو پتا چلا تو منافقوں نے بہتان تراشی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں عبداللہ بن اُبَی پیش پیش تھا۔

مدینے پہنچ کر میں بیمار ہو گئی۔ شہر بھر میں بہتان تراشی کی آگ پھیل رہی تھی اور میں ہر بات سے بے خبر اور بے نیاز بستر سے لگی پڑی تھی۔ یہ خبر نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچ گئی۔ میں نے اس بیماری کے دوران میں محسوس کیا کہ آپ میری طرف پہلے کی سی توجہ نہ فرماتے تھے جو پہلے علیل ہونے کے دوران میں ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ آپ جب تشریف لاتے، سرسری حالت پوچھتے اور واپس تشریف لے جاتے۔ میں اجازت لے کر میکے چلی آئی۔

ایک رات حسبِ دستور میں حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی۔ میرے ہمراہ مسطح بن اثاثہ کی والدہ تھیں جو

میرے والد کی خالہ زاد بہن تھی۔ راستے میں ان کو ٹھوکر لگی تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ
"مسطح غارت ہو"

مسطح بن اثاثہؓ بدری صحابی تھے۔ میں نے کہا کہ بیٹے کو کیوں اس طرح کوس رہی ہو؟ اس پر انہوں نے مجھے سارا قصہ سنایا۔ یہ سُننا تھا کہ میری حالت غیر ہو گئی۔ میں اسی حالت میں گھر آئی اور رات بھر روتے ہوئے کاٹ دی۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں مختلف صحابہؓ سے مشورے بھی کیئے۔ مختلف حضرات نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق رائے دی۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری براءت کے لئے سورۂ نور کی آیات نازل فرمائیں۔"

ان واقعات کی روشنی میں ہم جائزہ لے سکتے ہیں کہ منافقین کس طرح مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھاتے تھے۔

مضامین

واقعۂ افک کے بعد معاشرتی قوانین و اخلاق پر مبنی احکام و ہدایات سورۂ نور میں نازل کی گئیں تاکہ معاشرے کو برائیوں کی آماجگاہ بننے سے روکا جا سکے اور اگر بالفرض برائی کا اثر و نفوذ معاشرے میں ہو ہی جائے تو اس کے تدارک کے لئے بھرپور اقدامات کر کے اس برائی کا خاتمہ کیا جا سکے۔ آیئے اب سورۂ نور کی روشنی میں مضامین کا ترتیب وار جائزہ لیا جائے۔

1- زنا کو فوجداری جُرم قرار دے کر کنوارے مجرم کے لئے سو کوڑے سزا مقرر کر دی گئی۔
2- زانی مرد و زن سے توبہ تک معاشرتی مقاطعے کا حکم دیا گیا۔
3- اگر کوئی شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے جس کو قانون کے مطابق ثابت نہ کر سکے تو ایسے شخص کے لئے حدِ قذف مقرر کی گئی جس کی سزا اسّی کوڑے ہے۔

اس قانونِ قذف کی وجہ سے ان لوگوں کی حوصلہ شکنی کی گئی جو معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی کو رواج دینے کے لئے افواہیں پھیلاتے ہیں اور ان کے لئے سزا بھی مقرر کی گئی۔

گویا مسلم معاشرے کے ہر فرد کو صالح اور بے گناہ قرار دیا گیا جب تک اس کے خلاف گُناہ کا ثبوت نہ ملے۔ نیز معاشرتی تعلقات کی بنیاد حُسنِ ظن پر رکھی گئی۔

4- اگر خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو لعان کی صورت بتائی گئی۔
5- سیّدہ عائشہؓ پر لگائے گئے جھوٹے الزام کی تردید کی اور اس کے ساتھ معاشرے کے شرفاء پر تہمت لگانے والوں کے لئے تعزیری قانون بھی بیان کیا۔ افواہوں کے سدِباب کی تلقین کی گئی۔ اس ضمن میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اَطْیَبْ (پاکیزہ ترین) انسان قرار دے کر آپ کی رفیقۂ حیات سیّدہ عائشہؓ کو بھی اَطْیَبْ قرار دیا گیا۔

Marfat.com

6- دوسرے گھروں میں بے تکلّف آنے جانے اور تانک جھانک سے منع کیا اور حکم دیا گیا کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا جائے۔

7- عورتوں کے لئے پردے کے احکام کے ساتھ حکم دیا گیا کہ اگر گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت جانا پڑے تو بن سنور کر نہ نکلیں اور گھر میں محرم رشتہ داروں اور خادموں کے علاوہ کسی کے سامنے نہ آئیں۔ حتیٰ کہ بوڑھی اور عمر رسیدہ عورتوں کو بھی بن سنور کر نکلنے سے منع فرمایا۔ البتہ اگر گھر میں اُوڑھنی کے بغیر رہیں تو اس میں عمر رسیدہ خواتین کو اجازت دی گئی گو یہ بات پسندیدہ قرار نہیں دی گئی۔

8- تجرّد (بلا نکاح) کی زندگی کو ناپسند کیا گیا حتیٰ کہ لونڈی اور غلام کو بھی نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح قحبہ گری کی روک تھام کے لئے لونڈیوں تک سے کسب کرانے کو جُرم قرار دیا گیا جو اس دور میں ایک عام رواج بن چکا تھا۔

9- معاشرتی بہتری اور بھلائی کے لئے لونڈی اور غلام کو آزاد کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔

10- خلوت کے اوقات میں داخلے کے لئے گھریلو ملازموں اور بچوں کو بھی ضابطے کا پابند بنایا گیا کہ آرام و خلوت کے اوقات (صبح، دوپہر اور رات) کسی کے بھی کمرے میں اچانک داخل نہ ہوں۔

11- معذور افراد (لولے، لنگڑے اور بیمار) کو رعایت دی گئی کہ وہ اگر کسی کے ہاں سے کھانے پینے کی اشیاء بلا اجازت بھی کھالیں تو اس کو چوری یا خیانت نہ شمار کیا جائے گا۔ نیز معاشرتی زندگی میں محبت اور قُرب پیدا کرنے کے لئے قریبی رشتہ داروں اور بے تکلّف دوستوں کو بھی اپنے اعزّہ کے گھروں سے بلا اجازت کھانے پینے کی اجازت دی گئی۔

12- صاحبِ حیثیت اور صاحبِ فضیلت لوگوں کو ذاتی رنجش کی بنا پر احسان اور نیکی سے رکنے پر تنبیہہ کی اور اخلاقِ عالیہ کا خوگر بننے کی تلقین کی گئی۔

ان احکام کے تفصیلی تذکرے کے ساتھ ساتھ زمین پر اہلِ ایمان کے غلبے اور اقتدار کی نوید سنائی گئی اور اہلِ ایمان کو اس موقع پر تلقین کی گئی کہ اس نعمت کے ملنے پر اللہ اور رسول کی اطاعت کو لازم سمجھیں۔ نیز صلوٰۃ و زکوٰۃ کے نظام کو مستحکم بنیادوں پر استوار کریں تاکہ مسلم معاشرہ فلاحِ عامّہ کا امین بن سکے۔

آپ اس ساری سورۃ کے تجزیئے کے ساتھ ایک بات خاص طور پر محسوس کریں گے کہ اس قدر تلخ اور فتنہ انگیز حالات میں بھی قرآنِ کریم نے حکمت و مصلحت کے ساتھ عالی ظرفی اور تدبّر سے کام لینے کی تلقین کی۔ کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کسی شریف آدمی کی عزّت و ناموس کو یوں اچھالا جائے تو تلخی اس کے لب و لہجہ میں جھلک جاتی ہے مگر یہ کلامِ الٰہی ہے، اس میں ایسی کوئی تلخی نام کو بھی نہیں۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز اس سورۃ کے احکام کی ضرورت کے پیش نظر ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل تمہید میں بیان ہو چکا کہ اس سورۃ میں معاشرتی اصلاح کے چند احکام مذکور ہیں۔

حدود اللہ کا نفاذ اصل دین ہے

اس سے قبل سورۂ بنی اسرائیل میں بیان ہو چکا کہ معاشرتی اصلاح کے احکام کے ذیل میں زنا کی بابت فرمایا گیا تھا کہ "زنا کے قریب مت جاؤ" اور اب زنا کی حد کا ذکر ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے مقابلے میں تم کو دامن گیر نہ ہو" (النور:2)

اس آیت میں ایک اہم بات یہ ہے کہ سو کوڑے مارنے کے کام کو قرآنِ مجید میں "اللہ کا دین" کہا جا رہا ہے کہ اس میں تم نرمی نہیں کرو گے اور اللہ کی حد جاری کرنے کے معاملے میں ترس نہیں کھاؤ گے۔ کیونکہ یہ حد جاری کرنا اللہ کا دین ہے۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حدود اللہ کا جاری کرنا اور شریعت کو نافذ کرنا ہی اصل دین ہے۔ یہاں پہ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ دین کوئی ذاتی' انفرادی یا پرائیویٹ معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک اجتماعی عمل ہے جو ایک قانون اور عدالتی ڈھانچے کا متقاضی ہے۔ دین پر عمل اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک ایک ایسا اجتماعی نظام نہ قائم کیا جائے جس میں دین کی اجتماعی شان جلوہ گر ہو۔ اسلام کا سیاسی' معاشی' سماجی اور عدالتی نظام کوئی پرائیویٹ معاملہ نہیں بلکہ ایک عالمگیر نظام کا حصہ ہے۔

زنا شرک کے ہم پلہ ہے

زنا کی قباحت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۖ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ

"زانی مرد و عورت کا نکاح زانی عورت اور مرد یا مشرک مرد اور عورت کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔"

(نور:3)

Marfat.com

گویا زنا اس قدر سنگین جرم ہے جس کو شرک کے ہم پلہ قرار دیا گیا۔ یعنی بالکل اسی طرح جیسے مشرک مرد صرف مشرک عورتوں سے ہی شادی کر سکتے ہیں' اسی طرح زانی مرد زانیہ عورت سے اور زانی مرد کی زانیہ عورت ہی سے شادی ہو گی۔

تہمت کی سزا

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں' ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ وہ خود ہی فاسق ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کر لیں کہ اللہ ضرور ان کے حق میں غَفُوْرٌ رَّحِیْم ہے۔" (نور: 4-5)

یہ حکم صرف خواتین ہی کے لئے نہیں بلکہ بہتان اور تہمت کسی پر بھی لگائی جائے' مرد ہو یا عورت' تہمت لگانے والے کی سزا اسی کوڑے ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

ایک آوارہ نوجوان نے کسی خاتون کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ میرا اس خاتون سے ناجائز تعلق ہے۔ بات اس خاتون تک پہنچی۔ اس نے عدالت میں شکایت کی بلکہ کسی اور کی طرف سے امیر المؤمنین کو شکایت پہنچی تو اس نوجوان کو بلایا گیا اور پوچھا گیا: کیا تم نے یوں کہا ہے؟

اس نے اقرار کر لیا۔ تو اس کی وجہ سے اسے 100 کوڑے مارے گئے کیوں کہ اس نے اپنے طور پر زنا کا اعتراف کر لیا تھا۔

اس پر اُس نے کہا کہ یہ عجیب انصاف ہے۔ ایک خاتون نے مجھ پر ڈورے ڈالے اور اُلٹا مجھے ہی سزا دی گئی۔ یہ بات پھر امیر المؤمنین تک پہنچائی گئی۔ آپ نے اس نوجوان کو پھر بُلا بھیجا اور خاتون کو بھی بلایا اور کہا کہ یہ نوجوان تمہارے بارے میں اس قسم کی بات کہتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ اس نے کہا یہ جھوٹ بولتا ہے اور تہمت لگاتا ہے۔

اس خاتون کو واپس بھیج دیا گیا۔ وہ چلی گئی۔ امیر المؤمنین نے حکم دیا کہ اس شخص کو 80 کوڑے اور لگائے جائیں کیونکہ اس نے الزام بھی لگایا ہے جو ثابت نہیں کر سکا۔ اس پر اس کو 80 کوڑے اور لگائے گئے۔

اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص اس طرح سے کسی کے بارے میں زبان کھولے۔

لعان

اس کے بعد لعان کا تذکرہ ہے یعنی اگر خاوند اپنی بیوی پر یا بیوی اپنے خاوند پر زنا کی تہمت لگائے اور گواہ میسر

نہ ہو تو عدالت میں ان سے کیا برتاؤ ہو گا؟

ایسی صورت میں میاں بیوی دونوں سے چار مرتبہ حلف اور آخری بار لعنت اور بددُعا کے الفاظ کہلوائے جاتے ہیں اور ان کو ہمیشہ کے لئے جُدا کر دیا جاتا ہے۔

واقعۂ افک

اس کے بعد واقعۂ افک اور اس سے متعلقہ احکام ہیں۔ اس سے قبل ایک مقام پر ذکر ہو چکا کہ سیدہ عائشہؓ پر منافقین نے بہت بڑی تہمت لگا دی اور اہلِ ایمان میں سے چند سادہ لوح لوگوں نے ان کا ساتھ یوں دیا کہ سُنی سُنائی بات کو آگے بیان کر دیا اسی لئے حضورؐ نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كِذْبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

"کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات کہیں سے سن لے وہ (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کر دے۔"

اس بات کا قرآنِ مجید میں یوں ذکر فرمایا گیا:

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

"اے اہلِ ایمان! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو۔ مبادا تم کسی قوم کے خلاف اس جہالت کی وجہ سے جھگڑ پڑو اور پھر اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔" (الحجرات:6)

چنانچہ ہر شخص کی بات کو مان کر بغیر کسی تحقیق کے اس کو پھیلانا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس افواہ سازی سے فتنے پیدا ہوتے ہیں گو کہ افواہ سازی کا کام "جمہوری معاشرے" میں بہت زیادہ ہوتا ہے مگر "اسلامی معاشرے" میں اس کی گنجائش نہیں۔ "جمہوری معاشرے" افواہوں، اخباروں اور سکینڈلوں کا سہارا لیتے اور ان کے بل بوتے پر چلتے ہیں۔

تو آیئے واقعۂ افک کے ثمرات و عواقب پر نظر ڈالیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ سیدہ عائشہؓ کے خلاف جھوٹ اور بہتان کا طوفان کھڑا کیا گیا۔ فطری بات یہ ہے کہ اس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی متاثر ہوئے۔ سیدہ عائشہؓ اپنے والدین کے گھر چلی آئیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک بعض صحابہ کرامؓ کے علاوہ سیدہ عائشہؓ کی بہن اور بعض رشتہ داروں سے حقیقتِ حال کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے رہے۔ افواہیں پھیلانے والوں میں سب سے آگے وہ شخص تھا جس کی سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ساری عُمر مالی معاونت کی۔ اس کا نام مسطح بن اثاثہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ

Marfat.com

کی اس قدر معاونت کے باوجود اس کو لحاظ نہ آیا کہ ان کی صاحبزادی کے بارے میں سُنی سُنائی بات پھیلانی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ عائشہؓ کی براءت کے بارے میں سورۂ نور کی آیات اتاریں اور اس شان سے کہ کائنات میں آج تک کسی الہامی کتاب میں اس طرح سے کسی خاتون کو یہ مقام نصیب نہ ہوا جو سیدہ عائشہؓ کو نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی براءت کا اظہار کر کے مؤمنین کو "ڈانٹ" پلائی کہ میرے حبیبؐ کی بیوی کے بارے میں تم یہ گمان کرتے رہے اور زبان سے ایسی باتیں کرتے رہے! کیا یہ نہ ہو سکتا تھا کہ تم یوں کہتے:

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○

"اے اللہ! تو پاک ہے بخدا یہ بہت بڑا بہتان ہے۔" (نور:16)

صرف یہی نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے قانون بنا دیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن پر بہتان لگائے تو نیک گمان کیا جائے اور اس وقت تک اس کو مجرم نہ سمجھا جائے جب تک اس کے خلاف گواہی سے جرم ثابت نہ ہو جائے کیونکہ اسلامی معاشرے کا مزاج یہ ہے کہ ہر شخص کو اس وقت تک عادل سمجھا جائے جب تک اس کے خلاف جُرم ثابت نہ ہو جائے۔ بخلاف انگریز کے پیدا کردہ ہمارے موجودہ معاشرے کے کہ اس میں ہر شخص مجرم یا ملزم ہے اور اس کو اپنی بے گناہی ثابت کرنا پڑتی ہے۔ یہاں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ اُمّت کے سارے پاکدامن افراد' چاہے مرد ہوں یا عورتیں' ان کی عزّت و عصمت کی پاکدامنی کا قانون بنا دیا گیا نیز یہ کہ اس قسم کی باتیں کرنے یا سننے سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔ ارشادِ ربانی ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ۙ

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○

Marfat.com

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○
وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

"جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا' اس وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریحاً بہتان ہے؟ وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے' ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا۔ ذرا غور تو کرو اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی بات تھی۔ کیوں نہ اسے سُنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔ سُبحانَ اللہ! یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے' وہ دنیا و آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"

(نور:12-19)

بے نفسی و ایثار کی انتہا

اس واقعے کے بعد سیّدنا ابوبکرؓ نے مسطحؓ بن اثاثہ کی مالی مدد بند کر دی۔ اس طرح اور صحابہؓ نے بھی ان لوگوں کی مالی مدد بند کر دی جو اس واقعے میں سیدہ عائشہؓ کے خلاف غیر ذمہ دارانہ گفتگو کے مرتکب ہوئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہ آئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ
الْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا
تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

"تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور صاحبِ وسعت ہیں' وہ اس بات کی قسم نہ کھالیں کہ رشتہ داروں'

Marfat.com

محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو خرچ وغیرہ نہ دیں گے۔ ان کو چاہئے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو بخش دے؟ اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔" (نور:22)

یعنی تم چاہتے ہو کہ اللہ تمہیں معاف کردے تو تم بھی معاف کرنا سیکھو۔ تم بھی درگزر کیا کرو۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے مسطحؓ کی مالی مدد دوگنی کردی۔

ے ما سلطنت بہ کوچہ جاناں فروختیم

ے جان سی شے بِک جاتی ہے ایک نظر کے بدلے میں
آگے مرضی گاہک کی' ان داموں تو سستی ہے

پاکدامن مردوں کے لئے پاکدامن بیبیاں

پھر ایک ضابطہ بیان کیا کہ پاکدامن مردوں کے لئے پاکیزہ عورتیں اور بدخصلت لوگوں کے لئے بدکردار عورتیں ہی مناسبت رکھتی ہیں۔ گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق اس بات کی علامت ہے کہ آپ پاکدامن اور بلند کردار ہیں۔

پرائیویسی کا تصور

اس کے بعد ایک معاشرتی قانون کا ذکر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت لئے بغیر اور سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔" (نور:27)

یعنی اگر کسی کے گھر میں جانا ہو تو اجازت لے کر جاؤ اور پھر داخل ہوتے وقت سلام کر کے داخل ہوں اور اگر اہلِ خانہ اجازت نہ دیں تو واپس ہو جانا چاہئے۔

پردے کا حکم

دوسرے معاشرتی قانون میں زنا کے پہلے سبب کا ذکر ہے اور وہ بری نظر ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے پردے کے احکامات نازل کئے۔ اس ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ
اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى
جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ
اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ
اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى
عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ
زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

"اے پیغمبر! اہلِ ایمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں' اللہ ان سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں۔ سوائے اس کے جو اس میں سے کھُلا رہتا ہے اور اپنے سینوں کو اوڑھنی سے ڈھانک رکھیں۔ اپنے خاوند' باپ' خسر' بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں' بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں' عورتوں' لونڈی اور غلاموں کے علاوہ نیز ان خدام سے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں' ان لوگوں کے علاوہ کسی اور پر اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور پر) نہ ماریں (کہ جھنکار کی آواز کانوں تک پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور ظاہر ہو جائے اور اے مومنو! سب اللہ کے حضور توبہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (نور:30-31)

شرم و حیا کی پابندی کے اس ضابطے کے بعد بالغ بچوں اور بچیوں کے ورثاء اور سرپرستوں کے لئے ایک حکم ہے کہ بالغ ہوتے ہی ان کا نکاح کر دیا جائے۔ اسی طرح لونڈی اور غلام کو بھی نکاح کے بندھن میں باندھ کر ان کی نفسانی خواہشات کو قابو کیا جائے اور جو لوگ اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں' وہ بھی اپنی ان خواہشات کو قابو میں

Marfat.com

رکھیں۔ایک حدیث مبارکہ اس مضمون کو مزید واضح کرتی ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے صاحبِ حیثیت لوگ شادی کرلیں اس لئے کہ نکاح نظر کو نیچا کرتا ہے اور شرمگاہ کو تحفظ عطا کرتا ہے اور جو شخص (اخراجات کی) طاقت نہ رکھتے ہوں' وہ روزے رکھا کریں۔ اس لئے کہ روزے اس کی جنسی شہوت کو کچل دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

غلامی پر دائمی پابندی

غلاموں کا ذکر چھڑ گیا تو سورۂ نور میں ایک اہم معاملے (جسے ہم "مکاتبت" کہتے ہیں) کا ذکر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ غلامی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ غلاموں کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنے آقاؤں سے لکھت پڑھت کرلیں اور اُن کو کچھ دے دلا کر آزادی حاصل کر کے رخصت ہو جائیں۔ اور آقا اس بات کے پابند تھے کہ وہ انہیں آزاد کر دیں۔ یوں غلامی جو سیدنا عیسیٰؑ کے زمانے میں رومن امپائر کے اندر 90 فیصد موجود تھی اور حضور کے زمانے تک چلی آرہی تھی' وہ نوے فیصد سے کم ہو کر بالکل ختم ہو گئی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ کے زمانے تک اسلامی معاشرے میں کوئی مسلمان غلام موجود نہ تھا۔ اس کی وجہ اس آیت مبارکہ میں بیان فرما دی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ

"اور تمہارے مملوکوں میں سے جو "مکاتبت" کی درخواست کریں' ان سے "مکاتبت" کرلو' اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے" (النور:33)

یعنی پہلے تو ان کے ساتھ لکھت پڑھت کرو' انہیں آزاد کرنے کے لئے ان کے ساتھ شرائط لکھ کر طے کرلو۔ اور پھر جب وہ آزاد ہو جائیں تو انہیں اپنے رزق میں سے کچھ دے دلا کر رخصت کرو تاکہ انہیں جا کر دوبارہ معاشرے میں بطور آزاد و معزز فرد کے اپنا مقام حاصل کرنے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

لونڈیوں اور غلاموں کے نکاح اور مکاتبت کے احکام کے بعد یہ حکم الگ دیا کہ لونڈیوں کو کسبِ حرام پر مجبور نہ کیا جائے کیونکہ دورِ جاہلیت میں مالک اپنی لونڈیوں کو فحاشی اور کسب حرام کے لئے مجبور کرتے تھے اور اسلام میں تو رضا و رغبت سے بھی کسبِ حرام کی گنجائش نہیں۔

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

قرآنِ مجید کی صداقت کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "نور" کا ذکر ہے جو ہر دل کی قندیل میں

Marfat.com

نورانیت بکھیر رہی ہے۔ اور پھر ان نورانی دل والے افراد کی صفات مذکور ہیں کہ

1- دنیا کی کوئی سی چیز ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

2- وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

3- زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

4- اور آخرت کے خوف سے ہر وقت لرزاں رہتے ہیں۔

قرآنِ مجید کی یہ آیات بقول شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ ان آیات میں سے ہیں کہ جن میں طلسمِ ربانی ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ کائنات میں اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہے۔ چراغ ایک فانوس میں ہو۔ فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارہ! اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی۔ جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہے چاہے آگ اس کو نہ لگے۔ اس طرح روشنی پر روشنی بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے راہنمائی فرما دیتا ہے۔ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔ وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے" (النور-35)

ہر جلوے کو دیکھا تیرے جلووں سے منوّر
ہر بزم میں تو انجمن آرا نظر آیا

بدمست جہان ہو رہا ہے
ہے یار کی بو ہر ایک شے میں

اس آیت کی شرح چونکہ چند سطروں میں محال ہے، اس لئے اس ضمن میں راقم کی کتاب "شاہ ولی اللہ کا فلسفہ مابعد الطبیعات" دیکھی جا سکتی ہے۔

کُفار کے نیک اعمال کی مثال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

"جن لوگوں نے کُفر کیا' ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسی دشت بے آب میں ریت کہ کوئی اُسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچے تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اس کا حساب پورا پورا چکا دے۔ اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ یا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے دریا میں اندھیرے جس کی لہر پر لہر چڑھی چلی آتی ہو اور اس کے بعد دوسری لہر' پھر اوپر بادل ہوں غرض اندھیرے ہوں ایک کے اوپر ایک۔ جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے۔ اور جس کو اللہ روشنی عطا نہ کرے تو اس کو کہیں بھی روشنی نہیں ملتی" (نور:39-40)

یہ ان لوگوں کے اعمال کی مثال ہے جن کو اللہ نے نورِ ایمان نہیں بخشا۔ وہ محنت و مشقت کرتے ہیں مگر اللہ کی رضا کے بجائے ان کے مقاصد اور ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں پورا کر دیتے ہیں اُن کا مقصد شہرت' دولت اور اقتدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا میں یہ سب عطا کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے زندہ باد کی پکار ہوتی ہے۔ دنیا میں ان کو بڑے بڑے تمغے اور شہرت مل جاتی ہے مگر جب وہ اللہ کے ہاں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارا مقصد ہم نے دنیا میں پورا کر دیا۔ اب تم یہاں کیا چاہتے ہو؟

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص شہید ہو کر اللہ کے حضور پیش ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرے لئے تم نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا: اے اللہ! میں نے لڑتے لڑتے تیری راہ میں جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ "تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو نے جان اس لئے دی کہ تو بہادر کہلائے۔ اور وہ کہا جا چکا۔ اب میرے یہاں تیرے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔" اس کے بعد ایک اور شخص آئے گا جو سخی تھا۔ اس کے ساتھ بھی وہی مکالمہ ہو گا اور پھر اس کا جواب ملے گا کہ تیرے لئے جہنم کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس کے بعد عالم کو پیش کیا جائے گا اور اسی مکالمہ کے بعد اس کا بھی یہی انجام ہو گا۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے یہ مثال بیان کی گئی کہ جنہوں نے کفر کیا' ان کے اعمال کی مثال ایسے ہے جیسے

Marfat.com

کوئی لق ودق صحرا میں جائے اور دور اس کو سراب نظر آئے اور وہ اس کی طرف بھاگتا چلا جائے مگر نامراد رہے۔
گویا وہ بہت سے اعمال کرنے کے باوجود اندھیروں ہی میں غرق رہا۔ اس کے آگے کوئی راستہ' کوئی روشنی' کوئی منزل اور کوئی نشان نہیں! یہ مثال ان لوگوں کے اعمالِ خیر کی ہے جو کُفار ہیں یا جو نام کے مسلمان ہیں مگر ان کی زندگی کے سب کام اللہ کی رضا کے لئے نہیں بلکہ غیراللہ کی خاطر ہیں۔

قُرآن کا ایک سائنسی اعجاز-پانی میں سے روشنی نہ گزر سکنا

اس آیت میں ایک سائنسی معجزہ بھی ہے جس کا اس کے نزول کے وقت عام لوگوں کو علم نہیں تھا اور وہ یہ بات ہے کہ پانی میں سے روشنی کی لہریں نہیں گزر سکتیں۔
اس وقت سب لوگ یہی سمجھتے تھے اور ہم بھی عام طور پر یہی سمجھتے ہیں کہ پانی میں سے روشنی گزرتی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔
قرآن کہتا ہے کہ گہرا سمندر ہو' ایک موج ہو' اس کے اوپر دوسری موج ہو اور اس کے اوپر بادل ہوں۔ نتیجۃً سمندر میں اتنا اندھیرا ہو جائے گا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے گا اور یہ اس لئے کہ پانی میں سے روشنی نہیں گزر سکتی۔ یہ بات اب سائنس دانوں نے دریافت کی ہے۔ قرآنِ مجید نے صدیوں پہلے بیان کی کیونکہ جب بادل آئے گا تو سورج کی روشنی کو تو بادل ہی روک لے گا جس میں پانی کے ذرّات ہیں جو روشنی کو روک لیتے ہیں۔ مزید یہ کہ نیچے سمندر میں ایک موج' اس کے نیچے دوسری موج اور اس کے نیچے تیسری۔ جس سے شدید ترین اندھیرا ہو گیا یہ بات اس دور کے فلسفی' حکیم اور سائنس دان کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی جو آج طویل تحقیق کے بعد معلوم ہوئی۔

پانی مصدرِ حیات---ایک اور سائنسی اعجاز

ان تمثیلات کے بعد دعوائے توحید کے اثبات کے لئے آفاق کو شاہد بنایا گیا جس میں زمین اور آسمان کی حمد وثنا' بادلوں سے برف کا گرنا اور رات دن کے بدل بدل کر آنے کا ذکر ہے۔ اور پھر پانی کی ایک صفت کا ذکر فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ

"اللہ نے ہر جاندار چیز پانی سے پیدا کی۔ ان میں سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض دو پاؤں سے' اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا پیدا کرتا ہے۔" (نور:45)

واضح ہوا کہ زندگی پانی سے نمودار ہوئی۔ جس زمانے میں قرآن نازل ہوا اس وقت سائنس میں یہ تصور بھی

موجود نہ تھا کہ حیات کا مصدر و منبع پانی ہے۔

اسی کو دوسری جگہ فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط

"ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا" (الانبیاء:30)

سچے اہلِ ایمان کی حالت

ان دلائل کو اس لئے بیان فرمایا کہ انسان عقل و شعور کو کام میں لا کر اپنے خالق کی وحدانیت پر ایمان لائے اور اس کے احکام کی روشنی میں زندگی بسر کرے۔ جبکہ ایک طبقہ ایسا ہے جو زبان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کا عمل ان کے خلاف ہے بلکہ ایسے لوگ اپنے مفادات کے پیچھے چلتے ہیں۔ اگر ان کا مفاد دین کے اپنانے میں ہے تو دیندار اور اگر دین چھوڑنے میں ہے تو ترقی پسند بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ "ظالم" کہتا ہے۔ (نور:50)

اس آیت کے مفہوم اور الفاظ پر بار بار غور کیجئے کہ قرآن کہیں ہمارے بارے ہی میں تو یہ بات نہیں کہہ رہا۔ اگر تلخ گھونٹ نگل سکیں تو واقعتاً یہ ہمارے بارے ہی میں ہے کہ آزادی کے لئے ہم نے کلمۂ طیبہ کو بطور نعرہ پیش کیا اور اس کے بعد روز بروز اس سے دوری ہوتی رہی۔ یہ تو اجتماعی معاملہ ہے۔ اگر انفرادی زندگی کا جائزہ لیں تو بھی یہی صورت حال ہو گی کہ ہم زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں اور ہماری زندگی کے سارے مشاغل حتیٰ کہ ولادت سے موت تک کی رسوم و معاملات اپنی خواہشات کے تابع ہیں جبکہ اہلِ ایمان کی شان یہ نہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ط وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

"مومنوں کی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے معاملات میں فیصلہ کریں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" (نور:51)

اللہ تعالیٰ کے تین حسین وعدے

اس کے بعد کی آیات میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و عظمت کا ذکر ہے اور پھر اللہ ربّ العزّت نے ایسے ہی لوگوں کے لئے ایک خوبصورت وعدہ بھی ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

Marfat.com

فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

"اللہ نے وعدہ کیا' ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے' اور جنہوں نے نیک اعمال کئے کہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا اور جو دین اللہ نے ان کے لئے پسند کیا' اس کو نافذ کرنے کے لئے تمام امکانی وسائل مہیا فرما دے گا۔ اور ان کے خوف کی حالت ختم کر کے امن و سعادت کی حالت عطا فرما دے گا۔" (نور:55)

یوں اللہ تعالیٰ کے یہ تین وعدے ہیں' یعنی حکومت' دولت اور امن۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دنیا میں دراصل یہی تین نعمتیں ہیں' باقی سب ان کے ذیل میں آتی ہیں۔

اور ان تینوں نعمتوں کی بقاء کے لئے تین احکام ہیں۔

1- نماز قائم کرو

2- زکوٰۃ ادا کرو

3- رسولُ اللہ صلی اللہ کی اطاعت کرو۔ (نور-36)

پردے کے اوقات

ابتداً بیان ہو چکا کہ اس صورت میں معاشرتی احکام کا بھی ذکر ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہے :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ○

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' لازم ہے کہ تمہارے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں' تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں: صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے ہیں۔ ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔"
(النور:58-59)

مندرجہ ذیل تین اوقات میں اگر کسی کے ہاں جانا ہو تو ان کی نجی نشست میں داخلے سے قبل اجازت لینا ضروری ہو گا:

1- نماز فجر سے پہلے۔
2- دوپہر کے آرام کے وقت۔
3- عشاء کی نماز کے بعد۔

مندرجہ بالا تین اوقات کو پردے کے اوقات قرار دیا گیا ہے۔

آیت 59 میں حکم ہے کہ جب لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی دوسرے مردوں کی طرح اجازت لینا چاہئے۔

آیت 60 میں بوڑھی عورتوں کے لئے ایک استثناء ہے کہ وہ گھر میں کام کاج کے دوران میں اگر سر ننگا کر لیا کریں تو کوئی حرج نہیں مگر اعضائے زینت کا اظہار ان کو بھی جائز نہ ہو گا۔

اس حکم کی روشنی میں ہم اپنے گرد و پیش اور گھروں کا جائزہ لیں کہ ہم پردے کے سلسلے میں کس قدر لاپروا اور آزاد واقع ہوئے ہیں اور دورِ حاضر کی فحاشی و عریانی یا اس کے بعد پیدا ہونے والی برائی مثلاً عورتوں کا اغواء اور زنا بالجبر اور عورتوں کو بلاوجہ سربازار تنگ کرنے جیسے واقعات وغیرہ اس حکم کی نافرمانی کا وبال ہی ہیں۔

اور آیت 61 میں مذکور حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ مریض و معذور افراد اور خود تم لوگ اپنے قریب کے رشتہ داروں اور اپنے بے تکلف دوستوں کے ہاں سے بلا اجازت کھا سکتے ہو مگر یہ خیال رہے کہ ان کے گھروں میں داخلے کے وقت سلام کرنا اور اجازت لینا لازم ہے۔

بارگاہِ نبوی میں ادب

اہلِ ایمان کے اوصاف کے بعد ایک بہت ہی نازک مرحلے کی بابت حکم ہے:
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

"(مسلمانو!) اپنے درمیان رسولؐ کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو لوگ تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں۔ جو لوگ (رسول کے) حکم کی

Marfat.com

مخالفت کرتے ہیں' ان کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت ہی آپڑے یا تکلیف دہ عذاب ان پر نازل ہو۔" (نور:63)

اس آیت میں پہلی بات یہ فرمائی کہ جس طرح تم آپس میں بے تکلفی سے بات کر لیتے ہو' آداب کا خیال نہیں کرتے ہو' اس طرح سے رسول کو نہ پکارا کرو۔ یہ ادب گاہ ہے۔ یہاں ادب ملحوظ رہے۔

اے زائرِ درگاہِ نبی! جائے ادب ہے
آئے نہ ترے دل کے دھڑکنے کی صدا بھی

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدو بایزید ایں جا

اے خاکِ درگہِ تو جبینِ نیازِ ما
قربانِ یک نگاہِ تو عمرِ درازِ ما

اس آیتِ کریمہ کو پڑھ کر اور موجودہ دور کے نعت خوانوں اور بعض بے باک واعظوں کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں گویا کسی عام آدمی سے مخاطب ہوں۔ خاص طور پر یا محمد کے نعرے تو عجیب ہی انداز سے لگائے جاتے ہیں جس میں چیخ' پکار اور توہین کا پہلو زیادہ واضح ہوتا ہے۔ ان سے بچنا لازم ہے۔ ذرا غور سے دیکھیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کہیں بھی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ذاتی نام سے "یا محمد" کہہ کہ نہیں پکارا ہے۔ بلکہ ہر جگہ محبت و احترام سے خوبصورت القاب (طٰہٰ' یٰسین' یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّل' یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّر وغیرہ) سے یاد فرمایا ہے۔

اور اس کے بعد آخرت کے محاسبے کے ذکر پر سورۃ کا اختتام ہوتا ہے۔

Marfat.com

سورہ الفرقان (۲۵)

نام

پہلی آیت میں لفظ الفُرقان کی وجہ سے بطور علامت یہی نام متعین کر دیا گیا۔

زمانۂ نزول

ہجرتِ حبشہ کا دور ہی اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

1- نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قرآنِ کریم کی بابت کُفّارِ مکہ کے اعتراضات کا جواب اس سورۃ کے ابتدائی حصّے میں ہے۔

2- اقوامِ سابقہ کے ضمن میں قومِ عاد، ثمود، اصحابُ الرّس، قومِ موسیٰ، قومِ نوح اور بنی اسرائیل کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اور دعوتِ حق سے اعراض کرنے والے کے انجام کو وضاحت کے ساتھ بیان کر کے اہلِ مکہ کو تنبیہہ کی گئی ہے۔

3- اخلاق و کردار کے حوالے سے مومن کے اوصاف اور کردار کو اس سورۃ کے آخری حصّہ میں بیان کیا گیا۔ گویا ان اوصاف کا مالک ہی مومن کہلانے کا حق دار ہے۔

4- اخلاقی تعلیمات کے ضمن میں ایمان، عملِ صالح، توبہ، نیکی اور اللہ کی اطاعت کا حکم ہے جبکہ ظلم، کفر اور جہالت سے گریز کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقصدِ قرآن

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝

"وہ بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) اہلِ زمانہ کو ہدایت کرے۔" (الفرقان: 1)

سورۃ کے آغاز میں قرآنِ مجید کے نزول کی حکمت اور ضرورت کا ذکر ہے تاکہ اس سے دنیا والوں کو آخرت کے عذاب اور اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرایا جائے اور اس کے بعد اللہ کی وحدانیت پر آفاق کو بطورِ دلیل پیش کیا۔ اور ان کے من گھڑت معبودوں کے عجز اور بے چارگی کا ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝

"اور ان لوگوں نے اس کے علاوہ اور معبود بنا لئے جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور نہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں۔ اور نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور نہ مر کر اٹھنا۔" (الفرقان: 3)

گویا اللہ کے علاوہ جن جن کی اس کائنات میں عبادت کی جا رہی ہے۔ وہ خود مخلوق اور عاجز ہیں جو دوسروں کا نفع و نقصان تو دور کی بات، وہ اپنے نفع و نقصان سے بھی بے خبر ہیں۔

اہلِ مکہ کے شبہات

اس کے بعد پھر ایک شُبہ یا اشکال کا ذکر اور اس کا جواب ہے۔ جس کا ذکر اس سے قبل متعدد مقامات پر ہو چکا ہے کہ

1- یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا من گھڑت کلام ہے۔
2- چونکہ یہ کھاتے پیتے اور بازاروں میں کاروبار کرتے ہیں، اس لئے رسول نہیں۔
3- رسالت کے لئے کسی نوری مخلوق یعنی فرشتے کا انتخاب کیوں نہ کیا گیا یا ایک فرشتہ آپ کے ساتھ آپ کی

Marfat.com

تصدیق کے لئے کیوں مقرر نہیں؟

اہلِ مکہ کا تصور یہ تھا کہ انسان کو رسول نہیں بنایا جا سکتا۔ بلکہ نُوری وجود کو رسول ہونا چاہئے۔ ان اشکالات ہی کو ان کی گمراہی کا سبب قرار دیا۔

فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ○

"پس وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور راہِ راست نہیں پا سکتے۔" (الفرقان:9)

اہلِ مکہ کا انکارِ آخرت

رسالت کے انکار کے بعد اہلِ مکہ کے آخرت سے انکار کا ذکر فرمایا اور ان کا انجام بھی واضح کر دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ○ ۵
لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ○
قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ○

"جب یہ دوزخ کی تنگ وادی میں قید کئے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔ (فرشتے جواب میں کہیں گے کہ) آج ایک موت کو نہیں، بے شمار موتوں کو پکارو۔ ان سے پوچھیں کہ یہ (دوزخ) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت جس کا متقی لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے؟ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے اور رہنے کا ٹھکانا"

(الفرقان:13-15)

میدانِ حشر میں ایک مکالمہ

دوزخ میں ڈالنے سے قبل میدانِ حشر میں ان مشرکوں اور ان نیک لوگوں کے درمیان ایک مکالمہ ہو گا جس کا ذکر یہاں بطور عبرت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ○ ۵
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ○

"اور جس دن (اللہ) ان (کافروں) کو اور ان کو جن کو یہ اللہ کے علاوہ پوجتے تھے، جمع کرے گا تو پوچھے گا (ان نیک بندوں انبیا اور اولیاء سے) کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟ وہ

کہیں گے تو پاک ہے۔ ہمیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ تیرے علاوہ دوسروں کو دوست بناتے البتہ تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو نعمتیں عطا کیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔" (الفرقان: 17-18)

گمراہی کیا ہے؟

ایسا ہی ایک تذکرہ سیدِنا عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق' سورۃ المائدہ' سورۃ یونس اور سورۃ ابراہیم میں بھی ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جو دنیا میں راہِ حق کے داعی تھے مگر ان کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کی عبادت شروع کر دی' سوال کریں گے تو وہ اپنی برأت کا اعلان کریں گے اور ان لوگوں سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے۔ اسی لئے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گمراہی کے عمل سے بچنے کے لئے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدًا

"اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔" (ترمذی)

حالانکہ ان کی تعلیم صرف اسی قدر تھی کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جائے دورِ حاضر میں بھی اولیاء کے مزارات و مقابر پر بعض جگہ ایک تختی آویزاں ہوتی ہے جس پر درج ہوتا ہے:

"سجدۂ تعظیم کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے"

مگر اس کے باوجود ان اولیاءِ کرام کے مزارات پر لوگ سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ ان نیک لوگوں کو اس عمل سے کس قدر اذیت پہنچتی ہوگی مگر ہم عقیدت کے نام پر عقیدہ ترک کر چکے ہیں۔

نبیوں کے روزمرہ معمولات

پھر اہلِ مکہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط

"اور ہم نے آپ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے' سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے" (الفرقان: 20)

یعنی یہ بات شانِ نبوت کے خلاف نہیں کہ نبی یا رسول بشر ہو' اس کے بشری تقاضے ہوں اور ان کو پورا کرنے کے لئے اسے عام انسانوں کی طرح شہر و بازار میں چلت پھرت کرنی پڑے۔ بشریت نبوت کے منافی نہیں بلکہ نبوت کا تقاضا ہے کیونکہ تمام رسول بشر ہی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ نوع بشر سے باہر رسالت ثابت نہیں ہے۔ ہاں رسالت اپنی

Marfat.com

جگہ پر عظیم ترین منصب ہے کہ کائنات کی کوئی ہستی اس کی دھول کو بھی نہیں پہنچ پاتی۔

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حشر کا ایک منظر

اس کے بعد قیامت کا منظر اس قدر حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○
وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ○
وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ○
اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○
وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○
يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○
لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○
وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○

"جس روز یہ فرشتوں کو دیکھیں گے' وہ مجرموں کے لئے کسی بشارت کا دن نہ ہو گا۔ وہ چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا۔ اور جو کچھ ان کا کیا دھرا ہے' اسے لے کر ہم غبار کی طرح اڑا دیں گے۔ بس وہی لوگ جو جنت کے مستحق ہیں اس دن اچھی جگہ ٹھہریں گے اور دوپہر گزارنے کا عمدہ مقام پائیں گے۔ آسمان کو چیرتا ہوا ایک بادل اس روز نمودار ہو گا اور فرشتوں کے پرے کے پرے اتار دیئے جائیں گے۔ اس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمٰن کی ہو گی۔ اور وہ منکرین کے لئے بڑا سخت دن ہو گا۔ ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کہ کاش! میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس کے بہکاوے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی۔ شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں کہیں گے: اے میرے رب! میری قوم کے لوگوں نے اِس قرآن کو چھوڑ دیا تھا" (الفرقان: 22-30)

Marfat.com

حشر میں انتہائی مایوس کُن صورتحال

قیامت کا منظر تو اپنی جگہ لیکن اس آیت پر اپنی خصوصی توجہ مرکوز کیجئے گا کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں کہیں گے کہ یہ ہیں میری قوم کے وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق! آپؐ کا شفیعُ المُذنبین ہونا بھی برحق! مگر وہ بدنصیب جن کے خلاف آپؐ خود اتنی بڑی شکایت اور گواہی ارشاد فرمادیں' انہیں کون عذابِ الٰہی سے بچا سکتا ہے؟ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اس زمرہ سے باہر نکلنے کی سرتوڑ کوشش کریں۔ علامہ اقبالؒ نے اس آیت کا ترجمہ اپنے شعر میں یوں پیش کیا:

؎ خوار از مہجوریٔ قرآں شُدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شُدی

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مختلف اسباب کی وجہ سے دنیا میں تم ذِلّت و پستی کا شکار ہو؟ ہرگز نہیں بلکہ تم صرف قرآن چھوڑنے کی وجہ سے خوار ہو۔ تم خوامخواہ دُنیوی اسباب کے پیچھے بھاگتے ہو اور گردشِ دوراں کا گلہ کرتے ہو۔

؎ سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

ذِلّت بے زری سے نہیں بلکہ مہجوریِ قرآن کی وجہ سے ہے۔

گمراہی کا سب سے بڑا سبب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ

"تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا۔" (الفرقان:43)

دراصل ہم جس چیز کو بھی اپنی اول ترجیح قرار دے دیں' وہی ہمارا معبود ہے۔ اگر ہم اپنی خواہشِ نفس کو اپنی ترجیحِ اول قرار دے دیں تو وہ معبود بن گئی۔ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"درہم کا بندہ ہلاک ہو گیا' دینار کا بندہ ہلاک ہو گیا' جُبّہ و دستار کا بندہ ہلاک ہو گیا' کُرسی کا بندہ ہلاک ہو گیا"

جس چیز کو ہم اتنی اہمیت دے دیں کہ وہ ہم سے دین و مذہب ہی چھڑوا دے' وہی ہمارا معبودِ باطل ہے۔

اہلِ مکّہ کا ایک بھونڈا اعتراض

جب قرآن کی حقّانیت اور مسئلۂ رسالت کے سلسلے میں کُفّارِ مکّہ لاجواب ہو گئے تو ایک اور بھونڈا سا اعتراض گھڑ کر لے آئے یعنی یہ کہ قرآن یکبارگی کیوں نازل نہ ہوا؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ واقعی ہم نے قرآن کو

Marfat.com

یکبارگی نہ اتارا بلکہ مختلف اجزاء کی صورت میں اتارا ہے اور اس کی حکمت بھی بیان کردی۔

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○

"تاکہ تمہارے دِل کو مضبوط رکھے اور یہ کہ ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں" (الفرقان:32)

آداب تلاوت

مذکورہ آیت میں تلاوت کے ادب کا ذکر ہوا۔ کہ قرآنِ مجید کو اس طرح ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے کہ حروف نہ کٹنے پائیں۔ ہر ہر حرف الگ الگ اور واضح پڑھا جائے۔ اسی طرح کی ایک آیت سورۃ المزمل میں بھی ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○

"قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔" (المزمل:4)

اب ہمارے ہاں جو تراویح کے دوران میں بعض جگہ حُفّاظِ کرام قرآن کے الفاظ کے ساتھ جو معاملہ کرتے ہیں، وہ بھی محلِ نظر ہے۔

اس کے بعد حشر کی منظر کشی اور سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی رسالت کا ذکر ہے اور اہلِ مکہ کے تجارتی راستوں کی ان بستیوں کا ذکر ہے جہاں اللہ کا عذاب آیا اور ان بستیوں کو غارت کردیا گیا۔

نفسانی خواہش

قومِ نوح، عاد و ثمود اور اصحابُ الرّس کی ہلاکت اور ان کی قوموں کے تمسخر و استہزاء کا ذکر بھی ہے۔ وہ یہ سب کچھ اس لئے کیا کرتے تھے کہ وہ اپنی خواہشات نفسانی کے غلام تھے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ○
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا
كَالْاَنْعَامِ ۚ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○

"کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے؟ کیا تم اس کے نگہبان ہو سکتے ہو؟ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ تر ہیں۔" (الفرقان:43-44)

آسان نہیں جُہدِ مسلسل سے گزرنا
ہر گام یہاں مرحلہ خود شکنی ہے

Marfat.com

؎ بس اسی کی ہے زندگی جس نے
آپ اپنے پہ فتح پائی ہے

توحید اور اس پہ دلائل

ان کی اس حالتِ زار کی اصلاح کے لئے روز مرہ مشاہدے کو بطور دلیل بیان فرمایا جس میں سورج کی روشنی' نیند کے سکون اور دن کے کام کاج کا ذکر ہے پھر گرم سرد ہواؤں اور بنجر زمین میں سبزہ و نباتات اُگانے کا ذکر شامل ہے اور جب پانی کا ذکر چھڑ گیا تو پانی کی ان دو دھاروں کا ذکر فرمایا کہ ایک کھارا پانی کی اور دوسرا میٹھا پانی ہے جو باہم ساتھ ساتھ چلتے ہیں مگر اپنے ذائقے کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ نیز یہ کہ

خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ

"اللہ ہی نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا اور پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا۔"
(الفرقان:54)

اس قدر احسانات کے باوجود یہ انسان اس قدر ناقدر شناس ہے کہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝

"یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ فائدہ پہنچا سکے اور نہ نقصان۔ اور کافر اپنے رب کی مخالفت میں بڑا زور لگاتا ہے۔" (الفرقان:55)

لیکن ان سب کی اس سرکشی کے باوجود اللہ اس قدر رحمٰن و رحیم ہے کہ وہ ان انسانوں کی ہدایت کے واسطے نبی مبعوث کرتا ہے اور سیّدُ الانبیاء خاتم المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کی بعثت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝
قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝
وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ ۚ

"اور ہم نے آپ کو صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے۔ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس کی اُجرت نہیں مانگتا۔ ہاں جو شخص چاہے' اپنے رب کی طرف جانے کا رستہ اختیار کرلے اور اس زندہ پر بھروسا کرے جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتا رہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے" (الفرقان:56-58)

Marfat.com

کامل مومن کے اوصاف

اور جو لوگ آپ کی عالمگیر رسالت پر ایمان لے آتے ہیں' ان کے اوصاف قرآنِ مجید میں یوں بیان کئے گئے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ
الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○
وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○
اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○
وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○
يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ
سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ○
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○
وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ○
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ○
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○
قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ○

"رحمٰن کے اصل بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ جو اپنے رب کے حضور سجدے کرتے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے (جہنم) تو بڑا ہی

Marfat.com

برا مُستقر ہے۔ جو خرچ میں نہ فضول خرچ اور نہ بخیل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں میں اعتدال پر رہتا ہے۔ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکارتے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے' وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا قیامت کے روز اس کو مقرر عذاب دیا جائے گا۔ پھر اس میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ سوائے اس کے کہ کوئی ان گناہوں کے بعد توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ جو شخص توبہ کر کے نیک عملی اختیار کرتا ہے' وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔ اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں' جنہیں اگر ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں رہ جاتے۔ جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل منزل بلند کی صورت میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہو گا' وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور وہ مقام۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہو: میرے رب کو تمہاری کیا حاجت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو۔ اب جبکہ تم نے جھٹلا دیا ہے' عنقریب تم وہ سزا پاؤ گے کہ جان چھڑانا مشکل ہو گی۔"

Marfat.com

سورہ الشعراء(۲۶)

نام

اس سورۃ کے آخر میں "شُعَراء" کے ذکر کی وجہ سے یہی اس سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما کے فرمان کے مطابق یہ سورۃ سورۂ طٰہٰ کے بعد نازل ہوئی اور یہ یقینی بات ہے کہ سیّدنا عُمر رضی اللہ عنہما اس وقت اسلام قبول کر چکے تھے۔

مضامین

اس سورۃ کا آغاز نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حوصلہ افزائی اور تسلّی کے الفاظ سے ہے کیونکہ کُفار کے مسلسل انکار کے باعث آپ ان کو مطمئن کرنے کے لئے تگ و دو کرتے اور وہ مسلسل انکار کرتے اور کہتے کہ یہ کلامِ الٰہی نہیں بلکہ شعر' کہانت وغیرہ ہے اور اس تعلیم میں عظمت والی کوئی بات نہیں۔ اسی لئے قوم کے جوان اور معاشرتی اعتبار سے کمزور افراد اس کو قبول کرتے ہیں اور اشرافِ قوم اس سے گریزاں ہیں۔ کُفار کی اس بات کے جواب میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

اس سورت کے ابتدا ہی میں اللہ ربُّ العزّت کی طرف سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی و تشفّی کے لئے ارشاد ہے کہ آپ ان کے لئے اس قدر رنج و غم نہ کریں کہ آپ اپنی جان ہی کھو دیں کیونکہ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ ان لوگوں نے کوئی نشانی نہیں دیکھی۔ بلکہ ان کے کفر پر اڑے رہنے کی اصل وجہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ ہاں! اس کے بعد اب ان کو ایسی نشانی دیکھنے کی آرزو ہے جو زبردستی ان کی گردنوں کو جھکا دے اور وہ نشانی یقیناً آکر رہے گی۔ البتہ اس کے لئے وقت متعیّن ہے اِس سلسلے میں اقوامِ سابقہ کے معاملات و واقعات کو بطور شاہد پیش کیا۔

ان واقعات کے ذیل میں دو باتوں کو بطور خاص ذہن نشین کرایا گیا۔ اوّل وہ نشانیاں جو ہر صاحبِ عقل کے گرد و پیش میں اس کو دعوت دے رہی ہیں۔ دوسری وہ نشانیاں جو فرعون' قومِ نوح' عاد و ثمود' قومِ لوط اور اصحابُ الایکہ نے دیکھیں اور اس کے نتیجے میں ان کا انجام تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔

انہی واقعات کے ضمن میں یہ بات بھی بتائی کہ ہر دور کے کُفار کی ذہنیت اور ان کی حُجّتیں ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں۔ ان سب کے بہانے اور انجام یکساں ہیں۔ اسی طرح سبھی انبیاء کی تعلیمات' مومنوں کی سیرت و کردار اور ان

Marfat.com

کے ساتھ اللہ کی رحمت کا معاملہ بھی ایک جیسا ہی رہا۔ اب تمام لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی تصویر کس خاکے میں موجود ہے۔

ان واقعات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی ذکر کیا گیا۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ زبردست' قادرِ مطلق' رحیم و کریم اور جبّار و قہّار ہے۔

سورۃ کے آخر میں کُفّار کو تنبیہہ کی گئی کہ تم لوگ نشانیاں دیکھنے پر اصرار نہ کرو اور اگر تم لوگوں کو اس پر اصرار ہے تو سابقہ تباہ شُدہ اقوام کے حالات پر ایک نظر ڈالو نیز قرآنِ کریم کا بلیغ انداز اس بات کا شاہد ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں کیونکہ کاہن اور اکثر و بیشتر شعراء کا کلام ظن و تخمین اور وہم پر مبنی ہوتا ہے۔ ان دونوں کلاموں کے موازنے کے بعد تمہارے دل یقیناً اس بات کی شہادت دیں گے کہ یہ کہانت یا شاعری نہیں اور اگر اس کے باوجود بھی تم اس حقیقت کا اعتراف نہیں کرو گے تو پھر یقینی طور پر تم ظالم ہو اور ظلم کا انجام اس سے قبل سابقہ اقوام کے احوال میں تم مشاہدہ کر چکے ہو۔

سورۃُ الشُّعراء میں اخلاقِ حسنہ کی تلقین کرتے ہوئے توکّل' ناپ تول کو پورا رکھنا اور عقیدہ و عمل کی اصلاح کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا۔ جبکہ گمراہی' دین کے ساتھ مذاق' انبیاء کو جھٹلانا اور زمین میں فساد کی شدید مذمّت کی گئی ہے۔

اس صورت میں معجزات کے ضمن میں موسیٰ علیہ السلام کے یدِ بیضا کا تذکرہ اور سمندر کے اندر راستے بنانے کا واقعہ ہے نیز نباتات پر غور و تدبّر کی دعوت بھی دی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓمٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○
لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○
اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ○
وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ○
فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

"یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔ (اے نبی!) شاید آپ اس غم سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے' اپنے آپ کو ہلاک کردیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتاریں' پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔ ان کے پاس (اللہ) رحمٰن کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ پس یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس چیز کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔"

(الشعراء:1-6)

عظمتِ کتاب

کتابُ اللہ کی عظمت کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ان سب کو زبردستی ایمان قبول کرنے پر مجبور کر دیتے مگر ہمیں جبری ایمان کی ضرورت نہیں بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ لوگ حقیقت کو سمجھ کر اپنے اختیار سے ایمان قبول کریں۔ اگر ان نصیحت بھری باتوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تو ہم ان کو ان جیسے منکرین اور دین کا مذاق اڑانے والے لوگوں کا حال سناتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے ذکر کے بعد اقوامِ ماضیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور قومِ فرعون کا ذکر ہے جس کا خُلاصہ یہ ہے:

موسیٰ علیہ السلام کو نبوت دے کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کی غرض سے بھیجا گیا۔ تائید کے لئے دو معجزات بھی عطا کئے گئے اور حالات کے پیشِ نظر آپ کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنا کر معاونت کے

لئے ساتھ روانہ کیا۔ فرعون نے معجزات دیکھ کر مناظرہ شروع کردیا اور پوچھا:

تمہارا رب کون ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ میرا رب وہ ہے جو آسمان' زمین اور ان کے درمیان موجود ہر چیز کا مالک ہے۔ فرعون چونکہ خود فریبی کا شکار ہو کر اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا تو اس نے اس بات کو آپ کے جنون کا سبب بتایا اور معجزات سے متاثرہ لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لئے جادوگروں کے ساتھ مقابلے کے لئے کہا۔ وقتِ مقررہ پر جادوگر آئے اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ایمان قبول کرلیا۔

اس مقام پر یہ ایک حقیقت جان لیجئے کہ ان جادوگروں کے پاس ایک فن تھا جس کو ہر شریعت نے گمراہی کہا مگر جب جادوگروں نے اس کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کے کمال کا مشاہدہ کیا تو بے ساختہ ایمان قبول کرلیا۔ فرعون نے ان کو دھمکایا مگر ان لوگوں کو عین الیقین حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے فرعون کی ان دھمکیوں کا نوٹس نہ لیا اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ فرعون زچ ہو گیا۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ملا کہ قوم سمیت راتوں رات یہ علاقہ چھوڑ جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے اپنے اسباب جمع کئے اور رات کو پہلے پہر رختِ سفر باندھ نکل کھڑے ہوئے۔ صبح جب فرعون کو خبر ہوئی تو پیچھا کرنے نکلا۔ ایک پانی کی گزرگاہ پر ان کو جالیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پانی پر لاٹھی ماری۔ راستہ بنا اور آپ پار جا اترے۔ فرعون نے جب تعاقب کیا تو عین بیچ دریا پانی میں غوطے کھانے لگا اور اپنی قوم سمیت غرقاب ہوا اور اللہ رب العزت نے اس کی لاش کو بطورِ عبرت قیامت تک محفوظ کردیا۔

اس سارے قصے کے بعد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○

"بے شک اس واقعے میں نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں" (الشعراء:63)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ان کے دور میں بت پرستی کرتے تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے کبھی دیکھو تو سہی' ان کی حیثیت کیا ہے؟ میں تو صرف ایک رب العالمین کا ہو کر رہ گیا ہوں اور ان بتوں کو میں اپنا دشمن شمار کرتا ہوں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کیں کہ اس نے مجھے پیدا کیا ہے اور مجھے ہدایت دی ہے۔

ہدایت کے معنی

ہدایت کے کئی معنی ہیں۔

اللہ رب العزت انسانوں کے ساتھ جانوروں کو بھی ہدایت عطا کرتا ہے۔ جانور کا بچہ پیدا ہونے کے فوراً بعد ماں

Marfat.com

کے پستانوں سے چپک کر دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ اگر دودھ پینے کا یہ فن اللہ تعالیٰ نہ سکھائے اور ہم سکھانے لگیں تو کیا ہو گا! دنیا کے سارے استاد' پروفیسر' اور ماہرین نفسیات مل کر یہ چاہیں کہ کسی بچے کو دودھ چوسنے کا فن سکھا دیں تو کیا یہ ان کے بس میں ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ وہ ہدایت ہے جو الہامی طور پر اللہ تعالیٰ ہر جاندار کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے بھی اسی طرح کے الفاظ ادا ہوئے۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝

"اُس نے پیدا کیا ہے اور راہنمائی کرتا ہے۔ وہی کھلاتا ہے' وہی پلاتا ہے' اور جب میں (اپنی کسی بے احتیاطی کی وجہ سے) بیمار پڑ جاتا ہوں تو شفا بھی دیتا ہے۔" (الشعراء:78-80)

ابراہیم علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیمار کرتا ہے بلکہ بیماری کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کا مقامِ ادب دیکھیں کہ انہوں نے تمام باتیں اللہ کی طرف منسوب کیں مگر جہاں بیماری کا معاملہ آیا تو کہا جب میں (اپنی بے احتیاطی کی وجہ سے) بیمار پڑ جاتا ہوں تو شفا وہی دیتا ہے۔ یہ ہے وہ ادب جو ہمیں نبی سکھاتا ہے۔

عاجزی و بے نفسی کی انتہا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ کہ "اے اللہ! مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا" اس دُعا میں کتنی تواضع و عاجزی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر نیک کون ہو گا؟ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دُعا تلقین فرمائی کہ اے اللہ! مجھ پر یوں درود بھیج جیسے ابراہیم پر بھیجا اور میری آل پر یوں درود بھیج جیسے آل ابراہیم پر درود بھیجا۔ کہاں یہ مقام اور کہاں یہ عاجزی کہ "**اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ**" مجھے نیک لوگوں میں شامل کر دے۔ یہ تواضع اور عاجزی ضرور سیکھنی چاہیے۔

حضرت بُو علی قلندرؒ اپنے دیوان میں لکھتے ہیں:

؎ بجز عجز و نیاز آں جا نمی پُر سند چیزے را
بفیضِ خاکساری ہا تواں حل کرد مشکل ہا

اللہ تعالیٰ کے دربار میں سوائے عجز و نیاز کے کسی اور چیز کی کوئی قدر نہیں۔ اور ہم نے جتنی خاکساری اختیار کی' اتنی ہی مشکلات اس نے آسان کر دیں۔

یہ ابراہیم علیہ السلام کی خاکساری ہے کہ وہ اولُوالعزم رسول ہوتے ہوئے بھی یہ دُعا کرتے ہیں "اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ" مجھے نیک لوگوں میں شامل کر دے۔

یہ دُعا حضرت یوسف نے بھی کی تھی:

Marfat.com

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○

"آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے۔ مجھے اس حال میں موت دے کہ میں فرماں بردار ہوں اور مجھے نیکو کاروں کے ساتھ شامل کر دے۔" (یوسف: 101)

یہ بھی تواضع ہے حالانکہ دُنیا کے سارے صالحین کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ساتھ نصیب فرما۔ تمام انبیاء یہ دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ عطا فرما اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام یہ دعا کرتے ہیں کہ مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما!

جنّت و دوزخ کی منظر کشی

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بعد جنّت دوزخ کی منظر کشی ان الفاظ میں ہے:

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ○ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ○
فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ○ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ○
قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ○ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○
اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ○
فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ○ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ○
فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

"اس روز جنّت پرہیز گاروں کے قریب کی جائے گی۔ اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کو تم پوجتے تھے' وہ کہاں ہیں؟ یعنی اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کرتے تھے' کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟ تو گمراہ لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور شیطان کے سب لشکر بھی۔ وہاں یہ آپس میں لڑیں گے اور کہیں گے کہ "اللہ کی قسم! ہم تو کھلی گمراہی میں تھے۔ کہ تمہیں ربُّ العالمین کے برابر شریک ٹھہراتے رہے۔ ہم کو ان گناہگاروں ہی نے گمراہ کیا۔ تو آج نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے نہ ہمدرد دوست۔ اے کاش! ہمیں دوبارہ دنیا میں جانا ہوتا تو ہم یقیناً اہلِ ایمان میں سے ہوتے۔" (الشعراء: 90-102)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے برابر کسی سے محبت کرنا

قرآنِ مجید میں جنت اور دوزخ کے نظارے ایسے ہیں کہ انسان کا دل دہل جاتا ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم قرآن سمجھ کر نہیں پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ وہاں بار بار پوچھے گا کہ بلاؤ ان ساتھیوں کو جن کو تم دنیا میں پکارا کرتے تھے۔ ان کا بھی حال دیکھیں کہ وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں یا نہیں! اُن کو پکارا جائے گا' وہ آئیں گے اور پھر آپس میں ان کا جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ یہ دوزخ میں اپنے معبودوں سے جھگڑا کریں گے۔ معبود جنہوں نے اپنی عبادت کرائی ہو گی' وہ بھی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اس وقت لوگ اپنے معبودوں سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جب ہم تمہیں ربُّ العالمین کی برابری کا درجہ دے رہے تھے۔

سوچنے کی بات ہے کہ کوئی شخص کسی کو خواہ وہ بت ہو یا کوئی جن و انس' اسے اللہ کی برابری کا درجہ تو نہیں دیتا! بات یہ ہے کہ کسی کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو جانا کہ اللہ کی محبت کے برابر ہو جائے یا اللہ کی محبت پیچھے رہ جائے' یہ اس کو اللہ کے برابر قرار دے دینا ہے۔ یہاں یہی بات کہی جا رہی ہے کہ ہم تمہاری محبت میں اتنے گرفتار ہوئے کہ ہم نے تمہیں اللہ کا درجہ دے دیا! اور ربُّ العالمین کی برابری کا مرتبہ دے دیا۔ ہم بہت گمراہ لوگ تھے۔ آج کوئی بھی ہماری مدد کرنے والا نہیں ہے۔

سیّدنا نوح علیہ السلام کا ذکر

اس کے بعد سیّدنا نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر ہے۔ جب نُوح علیہ السلام نے قوم کو راہِ ہدایت کی دعوت دی تو انہوں نے کہا:

"کیا ہم تم پر ایمان لائیں جبکہ تمہارے پیروکار تو رَذِیل لوگ ہوتے ہیں" (الشعراء:112)

کُفّار کا ایک وہم

یہ واہمہ بھی ہر دور کے کُفّار کو رہا کہ وہ اہلِ ایمان کو رَذِیل سمجھتے رہے۔ کیونکہ ان کے ہاں اصل وقار دولت' جاگیر اور عزّت و شہرت کے باعث ہوتا ہے اور اسی نَخْوَت و غرور کے باعث وہ اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے اور ان کو دھمکیاں دیتے تھے۔ نوح علیہ السلام کو بھی قوم کے وڈیروں نے ایک دھمکی دی:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝

"اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو تو سنگسار کر دیا جائے گا" (الشعراء:116)

اس کے جواب میں نوح علیہ السلام نے اللہ کے حضور یہ دعا کی:

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ

"(اے اللہ) میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کردے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں' ان کو بچالے" (الشعرا:118)

اس کے بعد ایک عذاب آیا اور اہلِ ایمان کے علاوہ ساری قوم غرق ہو گئی حتیٰ کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی' جس کا ذکر اس سے قبل سورۂ ہود میں ہو چکا ہے۔

قومِ عاد

قومِ عاد کا تذکرہ شروع کیا گیا۔ سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو سمجھانے کے لئے ہر طریق اختیار کیا۔ قوم کی اپنی ٹیکنالوجی' قوت و طاقت' مال و اولاد اور جاگیر و زراعت غرض ہر بڑائی کی حقیقت کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان سب کے چھن جانے کے باوجود آخرت میں بھی عذاب ہو گا۔ اس پر قوم کے سرکش سردار کہنے لگے:

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۙ
اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۚ

"ہمیں نصیحت کریں یا نہ کریں' ہمارے لئے برابر ہے۔ یہ تو پہلے لوگوں کی باتیں اور راستے ہیں۔ ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا" (الشعراء:136-138)

قومِ عاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا اور فرمایا کہ اس واقعے کے اندر بھی اہلِ بصیرت کے لئے ایک نشانی موجود ہے۔

قومِ ثمود کی ہٹ دھرمی

اس کے بعد قومِ ثمود کی ہٹ دھرمی کو عبرت کے لئے بیان فرمایا جن کو سیدنا صالح علیہ السلام نے یوں دعوت حق دی:

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ۙ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ
وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۚ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۚ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۚ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۙ
الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝

"کیا جو چیزیں موجود ہیں' تم ان ہی میں بے خوف چھوڑ دیئے جاؤ گے یعنی باغ' چشمے' کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں اور تکلیف سے پہاڑوں میں تراش کر بنائے گئے مکان۔ پس

Marfat.com

اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے" (الشعراء:146-152)

ان حقیقت افروز باتوں کو سن کر ماننے کی بجائے قوم ثمود کے لوگ کہنے لگے:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

"تم تو جادو زدہ ہو۔ تم اور کچھ نہیں بس ہماری طرح کے آدمی ہو۔ اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔"

(الشعراء:153-154)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے مطالبے کے مطابق معینہ پہاڑی چٹان میں سے ایک اونٹنی کو ظاہر کیا اور اس کی بابت ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دیں۔ جن کی خلاف ورزی پر ان کو سخت عذاب کی لپیٹ میں لیا گیا اور ان کا نشان تک اس دنیا میں نہ چھوڑا گیا۔

قومِ لوط

اسی طرح قومِ لوط کی ہدایت و راہنمائی کے لئے لوط علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اس قوم میں شرک کے ساتھ ہم جنسی کا بھی مرض تھا۔ لوط علیہ السلام نے اُن کو سمجھایا مگر وہ ہرگز نہ مانے اور پھر ان کو ایسا عذاب دیا گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝

"ان پر ہم نے بارش برسائی۔ پس جو بارش ان لوگوں پر برسی، وہ ڈرائے گئے لوگوں پر بدترین بارش تھی"

(الشعراء:173)

احادیث میں ہے کہ ساری بستی کو فرشتوں نے فضا میں معلق کر کے زمین پر اُلٹا دیا اور پھر ان پر پتھر برسائے گئے۔ جس کے باعث ان کے سارے آثار ختم ہو کر رہ گئے۔ اور یہ ان کی اس اخلاقی برائی کے باعث تھا۔

قومِ شعیب کا ذکر

اسی قسم کی ایک اخلاقی اور معاشرتی بُرائی سیدنا شعیب علیہ السلام کی اُمت میں بھی تھی کہ وہ کم تولتے اور کم ماپ کر دیتے تھے۔ شعیب علیہ السلام نے قوم کو بہت سمجھایا مگر قوم نے وہی جواب دیا جو عام گمراہ قومیں دیتی ہیں کہ آپؑ پر سحر کے آثار ہیں، آپؑ تو انسان ہیں، نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو کر گزرو:

Marfat.com

فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ

"ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا کر دکھاؤ۔" (الشعراء:187)

اس قوم پر عذاب آسمان ہی سے اُترا کہ ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور اس میں سے آگ برسا کر ان کو نابود کر دیا گیا۔

شیطانی الہام کی حقیقت

ان سب گمراہ قوموں کے تذکرے کے بعد سبق حاصل کرنے کی دعوت ہے کہ راہِ راست پر آجاؤ ورنہ تمہارا حشر ان سے مختلف نہ ہو گا۔ پھر اہلِ مکہ کے ایک پروپیگنڈے کو گمراہ کُن قرار دیا کہ اہلِ مکہ کہتے کہ نعوذُباللہ اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر شیطان اُترتا ہے اور وہ جو خیالات اس کو دیتا ہے' یہ ہمیں سُنا دیتا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝
يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ۝ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝
أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

"کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں' جو سنی ہوئی بات اس کے کان میں لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں اور وہ ایسی بات کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے؟ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں اور اپنے پر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیتے ہیں اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کونسی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔"

(الشعراء:221-227)

نفس انسانی کی تین حالتیں

ان آیات میں پہلی اہم بات یہ ہے کہ شیطان کس پر اُترا کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ انسان کو چار قسم کی طاقتوں سے واسطہ پڑا ہوا ہے۔ دو اس کے اندر ہیں اور دو باہر۔ اندر کی دو طاقتیں نفسِ امارہ اور نفسِ لوامہ ہیں۔ وہ نفس جو انسان کو گناہ پر ابھارتا ہے۔ زیادہ کھانے پینے' زیادہ عیش پرستی' زیادہ لذت پرستی' نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا حق بھی

Marfat.com

کھانے پر ابھارتا ہے۔ یہ نفسِ امّارہ ہے۔ جو انسان کے اپنے اندر موجود ہے۔

اندر کی ایک اور طاقت ہے جس کو نفسِ لوّامہ کہتے ہیں۔ یہ اللہ کو بہت پیارا لگتا ہے۔ اللہ نے ایک جگہ اس کی قسم کھائی ہے۔ "**لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ**۔" اور میں "نفسِ لوّامہ کی قسم کھاتا ہوں۔" اس کو اردو زبان میں "ضمیر" بھی کہتے ہیں۔ یہی رُوح بھی کہلاتا ہے۔ یہ آپ کے اندر ہی اندر ایک قاضی' کوتوال' سپاہی اور آڈیٹر (Auditor) بیٹھا ہے جو انسان کو بُری باتوں پر ٹوکتا اور نیکی پر ابھارتا اور شاباش دیتا ہے۔ یہ دو طاقتیں انسان کے اندر ہیں۔ ان کی جنگ ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ یہ جنگ کبھی ختم نہیں ہوتی۔

روح ہے اک نغمۂ ساز الست
جسم خاکی پردۂ آواز ہے

اس کے علاوہ انسان کے باہر دو طاقتیں ہیں' جیسے اندر نفسِ امّارہ ہے اسی طرح باہر شیاطین ہیں' ابلیس کی ذُرّیت اور اس کی اولاد ہے۔ ان کا ایک پورا جال اور نظام ہے جو انسان کو نفسِ امّارہ کی مدد سے جکڑتا ہے۔ باہر کی دوسری قوت انبیاء' علماء' اولیاء اللہ اور فرشتوں کی ہے۔ جو انسان کو نیکی پر ابھارتے ہیں۔ ان کا تعلق نفسِ لوّامہ یعنی ضمیر اور رُوح سے ہے۔ اس طرح دو طاقتیں اندر لڑ رہی ہیں اور دو طاقتیں باہر جنگ کر رہی ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ ہم کبھی ادھر ہوتے ہیں کبھی ادھر۔ اندر ہی اندر کبھی غزوۂ بدر ہوتا ہے اور کبھی سقوطِ بغداد۔ کبھی سقوطِ غرناطہ اور کبھی سقوطِ ڈھاکہ ہوتا ہے۔

؎ بس اسی کی ہے زندگی جس نے
آپ اپنے پہ فتح پائی ہے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پناہ مانگو ان شیاطین سے جو جنوں کی اور انسانوں کی شکل میں بھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگو۔ اور جو شخص ان دونوں سے پناہ نہیں مانگتا ہے' وہ اپنے آپ کو نفسِ امّارہ اور شیاطین کے سپرد کر دیتا ہے۔ اندر نفس امّارہ اور باہر شیاطین اور اسی میں وہ خود بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کا شیطانی قوتیں بھرپور ساتھ دیتی ہیں۔ اگر وہ پڑھا لکھا آدمی ہے تو ایک خاص قسم کا شر پرست عبقری (Evil Genious) بن جاتا ہے۔ شیطانی قوتیں اس کو اتنا اونچا لے جاتی ہیں کہ وہ نبوت کا دعویٰ بھی کر دیتا ہے۔ اس طرح بعض اور لوگ ـــــ بڑے بڑے کرتب دکھا دیتے ہیں۔ آپ کے "دِل کی بات" بتا دیتے ہیں۔ جوگی بن جاتے ہیں۔ ان پر "القائے شیطانی" ہوتا ہے۔

؎ جس پہ بہت ناز ہے آہ تجھے بو الہوس
ننگ ہے وہ زندگی اہلِ نظر کے لئے

ان پر شیاطین نازل ہو کر ان کو ادھر ادھر کی باتیں بتاتے ہیں جن میں سے اکثر جھوٹی ہوتی ہیں اور اسی سبب وہ

Marfat.com

ذلیل و خوار رہتے ہیں اور پھر ان کے بارے میں قرآنِ پاک کہتا ہے:

"شیاطین ہر جھوٹے گناہگار پر اترتے ہیں۔" (الشعراء:222)

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ ہے عورت سوار

شعراء کی حقیقت

اکثر شعراء پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کو ادھر ادھر کی باتیں سناتے ہیں جو اکثر جھوٹی ہوتی ہیں۔ ان کا اتباع کرنے والے بھی بہکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کو شراب کباب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر ان کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو شیطان سہارا نہیں دیتا۔ اگر وہ شراب نہ پئیں تو پھر اچھے شعر بر آمد نہیں ہوتے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ ہر میدان میں یہ علم کے دعویدار ہوتے ہیں۔ ہر میدان میں گفتگو کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ ان کے قول اور عمل میں تضاد ہوتا ہے۔ ہاں! وہ شاعر جن میں چار صفات ہوں وہ مستثنیٰ ہیں۔

نمبر1- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ وہ جو ایمان لے آئے۔

نمبر2- وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک اعمال کرنے والے لوگ۔

نمبر3- وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ہر دم اللہ کو یاد کرنے والے لوگ اور

نمبر4- کسی پر زیادتی کرنے والے نہیں۔

اگر ایسے شاعر ہوں تو ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ پھر شیاطین ان پر نازل نہیں ہوتے بلکہ الہامِ ربانی ہوتا ہے۔

Marfat.com

سورہ النّمل (۲۷)

نام

سلیمان علیہ السلام کے تذکرے میں "چیونٹیوں" کے ذکر کی مناسبت سے اس سورۃ کا علامتی نام "النمل" رکھا گیا۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ مکّی زندگی کے آخری دور کے ساتھ متعلق ہے۔

مضامین

سورۃ کا آغاز قرآنِ کریم کی عظمت اور مُنَزَّلٌ مِّنَ اللہ (اللہ کی طرف سے نازل شدہ) ہونے کے ذکر کے ساتھ ہے اور اس حقیقت کا ذکر واشگاف الفاظ میں کیا گیا ہے کہ اس قرآن سے فائدہ صرف انہی لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جو قرآنی تعلیمات پر ایمان لا کر اپنی عملی زندگی میں اس کی ہدایات اور احکام پر عمل پیرا ہوں۔

ایمانیات کے سلسلے میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ آخرت پر ایمان اور جوابدہی کا عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اگر یہ عقیدہ کمزور پڑ جائے تو انسان دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو کر اپنے نفس کا غلام بن جاتا ہے جس کا لازم اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص میں احساس ذمہ داری نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

آسمانی تعلیمات کے نزول کے بعد زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے انسانوں کی زندگی مختلف طبقوں میں ڈھل جاتی ہے جن کو اس سورۃ میں عبرت و نصیحت کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

فرعون، قومِ ثمود اور قومِ لوط کا ذکر اس سورۃ میں ہوا تاکہ اہلِ مکّہ کو خبردار کیا جا سکے کہ بتاؤ کہ یہ اللہ کے غضب کا شکار قومیں جن نظریات پر قائم تھیں، کیا تم خود انہی میں مبتلا نہیں ہو؟

اسبابِ ضلالت و گمراہی کے ضمن میں شرک اور آخرت سے بے نیازی کے نظریے کا ذکر بھی ہوا کیونکہ جب کوئی شخص اس نظریے پر کاربند ہو جائے کہ زندگی یہی ہے اور اس کے بعد جوابدہی یا احتساب نام کی کوئی چیز نہیں ہو گی تو ایسے شخص میں حق و باطل کے امتیاز کی صلاحیت ہی نہیں رہتی اور انجام کار وہ اصلاح کی دعوت دینے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور اپنی بدکاریوں پر مصر رہتا ہے اور پھر عذابِ الٰہی ایسے شخص کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ زمین کو اس کے فساد سے پاک کر دیتا ہے۔

ایسے لوگوں کو ان کی اس غفلت اور ہٹ دھرمی کے باوجود راہِ راست کی دعوت دینا آخرت کا خوف دلائے

رکھنا اور اس کو متنبہ کرنا اس سورت کا خاصہ ہے۔

(ب) سلیمان علیہ السلام کی نبوت و حکومت' جلالتِ شان اور دولت کے ذکر میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے نوازا تھا جس کا تصور بھی اس دور کے لوگوں کے لئے ممکن نہیں۔ بایں ہمہ وہ آخرت کی جوابدہی سے ہر وقت خوف زدہ رہتے تھے اور اپنے رب کے حضور سربسجود ہو کر اس کی حمد و ثنا اور شکر ادا کرتے تھے۔ ان کے نفس میں دنیا کی آلائشوں اور اس میں انہماک کا شائبہ تک نہ تھا۔

(ج) اس سورۃ میں ملکۂ سبا کا ذکر بھی ہے جو عرب کی دولت مند قوم کی حکمران تھی۔ عقیدے کے اعتبار سے وہ مشرک تھی۔ اس کے لئے اپنے آبائی نظریات و عقائد کو ترک کر کے اپنی سرداری اور حکمرانی کو باقی رکھنا بھی ممکن نہ تھا مگر جب حقائق سامنے آگئے تو اس سچائی کو قبول کرنے کی راہ میں کوئی چیز بھی رکاوٹ نہ بن سکی اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ شرک کے باوجود ملکۂ سبا کو آخرت کی جوابدہی کا احساس تھا۔

سورۃ کا اختتام توحید اور عقیدۂ آخرت کے تذکرے پر ہے اور اس کے ساتھ یہ وضاحت موجود ہے کہ اس پیغام حق کا قبول کرنا تمہارے لئے فائدہ مند ہے اور نہ ماننا تمہارے ہی نقصان اور خسارے کا سبب ہو گا۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں اعمالِ صالح' صلوٰۃ و زکوٰۃ' اصلاحِ نفس اور اصلاحِ معاشرہ کی تلقین کے ساتھ برائی کے فروغ' فساد فی الارض اور اغلام ایسے قبیح افعال کی مذمت بھی موجود ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ
هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ

"یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیات ہیں جو ہدایت ہے اور مومنین کے لئے خوشخبری ہے۔"
(النمل:1-2)

سورۃ کے آغاز میں کتابُ اللہ کی عظمت اور مُتّقین کے لئے اس کے مفید ہونے کا ذکر ہے اور اس کے بعد مُتّقین کے اوصاف و کمالات کا ذکر ہے جس سے مُتّقی کی پہچان آسان ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کا ذکر ہے جو کتابُ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ ان کا انجام دردناک عذاب ہے۔

قِصّۂ موسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے منصبِ رسالت پر فائز کئے جانے، معجزات اور فرعون کے دربار میں پیغام حق پہنچانے کا ذکر ہے جس کی تفصیلات دوسرے مقامات پر بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں صرف یہ بتایا گیا کہ اس سرکش قوم کا انجام تمہارے لئے باعثِ عبرت ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا شکر ادا کرنا

اس کے بعد سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کو دی گئی نعمتوں کا تذکرہ ہے۔ جس پر سلیمان علیہ السلام نے یہ الفاظ ادا کئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی۔" (النمل:15)

قانونِ الٰہی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نعمتوں میں برکت عطا کرتا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو مختلف جانوروں کی گفتگو سمجھنے کا ملکہ عطا کیا گیا۔ جس کے باعث آپ مختلف جانوروں کا باہمی کلام سمجھ لیتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپ کے ایک سفر کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک چیونٹی کا کلام سنا جو یوں اپنی قوم کو کہہ رہی تھی:

Marfat.com

اِدْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

"اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے اور انہیں اس کی خبر تک نہ ہو۔" (النمل:18)

عاجزی وانکسار

آپ نے یہ سنا تو فرطِ جذبات سے اللہ کے حضور سربسجود ہو گئے اور عرض کی:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○

"اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کیں اور اس بات کی توفیق دے کہ میں ایسے اچھے اعمال کروں جو تیری رضا کا باعث ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر دے۔" (النمل:19)

اس دُعا میں نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ عجز و انکسار کا بڑا ہی دلنشین انداز اختیار کیا گیا ہے کہ اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ایسے اعمال کروں جو تیری رضا کا باعث ہوں کیونکہ انسان اگر از خود چاہے بھی تو نیک اعمال کی ادائیگی میں شیطانی طاقتیں حائل ہو کر اس کو راہِ حق سے بہکانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس موقع پر اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہو تو انسان راہِ ہدایت پر قائم رہ سکتا ہے وگرنہ بہک جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ نیز یہ دُعا ہے کہ مجھے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر لے۔ غور کیجئے! کہ اللہ کا ایک جلیلُ القدر نبی یہ دُعا کر رہا ہے!!

ایک عبرت انگیز واقعہ

اس موقع پر ایک مشہور واقعہ دہرانا مزید فائدے کا باعث ہو گا۔ اولیائے کرامؒ کے حالات میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ محبوبِ سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتُ اللہ علیہ عبادت میں مشغول تھے کہ غیب سے آواز آئی:

"اے عبدالقادر! ہم نے تیری اس عبادت اور عجز و نیاز سے خوش ہو کر تیری مغفرت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب تجھے نماز معاف کر دی گئی۔" حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے جب یہ سنا تو فوراً **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ** پڑھا اور فرمایا کہ اے ابلیس! میرے نانا خاتمُ المعصومین علیہ التحیۃ والتسلیم کو مقامِ محمود کی بشارت دے کر نماز تو قطعاً معاف نہ کی گئی اور میری اس میدان میں کیا حیثیت ہے؟ غیب سے پھر آواز آئی کہ اے عبدالقادر! تو اپنے علم کی طاقت سے بچ گیا ہے۔ وگرنہ اس طرح میں نے بہت سے عابدوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس پر انہوں نے پھر **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ** پڑھا اور فرمایا کہ لعنتی! دور ہو جا تو مجھے اب علم کے زعم میں مبتلا کر کے بہکانا چاہتا ہے۔ میں علم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بدولت تجھ سے بچ سکا

Marfat.com

ہوں۔ یہ جواب سن کر ابلیس افسوس کرتا ہوا چلا گیا۔

اب ہم غور کریں کہ ہم محبوبِ سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃُ اللہ علیہ کی عظمت کے معترف تو ہیں مگر اپنی نیکی و پارسائی پر اس قدر نازاں و خود فراموش ہیں کہ ہمیں فرائض اور واجبات کا خیال تک نہیں آتا۔ اور پھر نام نہاد علماء کا معاملہ تو اور بھی دگرگوں ہے کہ وہ علم کے زعم میں اس قدر مگن ہوتے ہیں کہ اور کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ علماء کی پوری قدر دانی اور حدیث شریف میں ان کی عظمت کے ذکر کے باوصف ایسے لوگ قابلِ رحم ہیں جو دین کا واجبی سا علم حاصل کر کے علماء کے گروہ میں تو شامل ہو جاتے ہیں مگر ان کی نیک نامی کی بجائے ان کی رسوائی کا سامان زیادہ مہیا کرتے ہیں اور اُمّت میں فساد ایسے ہی لوگوں کے باعث ہے۔

تو ذکر تھا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے علم اور دیگر نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کیا اور آپ کا سر عجز و نیاز سے اور جھک گیا۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام اور ہُدہُد کا قصہ

دورانِ سفر میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں سے ہُدہُد غائب پایا گیا۔ انہیں اس پر شدید غُصّہ آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ واپسی پر اگر اس نے غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اس کو ذبح کر دوں گا۔ جب ہُدہُد واپس پہنچا تو اس نے ایک ملک کی ملکہ کے حالات اور اس کی قوم کے عقائد و نظریات کی بابت ذکر کیا۔ اس ملکہ کا نام بلقیس تھا' ان کی قوم سورج کی پرستش کرتی تھی۔ حضرت سلیمان نے اُن کو خط لکھا اور دین کی دعوت دی۔

قرآنِ حکیم اس واقعہ کی یوں حکایت کرتا ہے:

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ○ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ○ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ○ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ○ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۖ فَمَآ اٰتٰىنِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ○

Marfat.com

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ
اَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ○
قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○
قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ
وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○
قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ
طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْٓ
ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ
رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○

"ملکہ بولی: اے اہلِ دربار! میری طرف ایک خط بھیجا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے۔ اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔ خط سُنا کر ملکہ نے کہا: اے سردارانِ قوم! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔ میں کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم طاقتور اور لڑنے والے لوگ ہیں' آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حُکم دینا ہے۔ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں اور پھر دیکھتی ہوں کہ میرے ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔ جب ملکہ کا سفیر سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچا تو اُس نے کہا کہ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے' وہ اس سے زیادہ ہے جو تمہیں دیا ہے۔ تمہارا ہدیہ تم ہی کو مبارک ہو۔ (اے سفیر!) واپس جا۔ ہم ان پر اپنے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں ایسی ذِلّت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے اہلِ دربار! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں۔ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا: میں اسے حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں' میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ (یعنی آپ اُٹھ کر بیٹھیں اتنی دیر میں اس کا تخت یہاں پہنچ جائے گا۔) میں امانت دار ہوں۔ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا' وہ بولا: آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں اُسے لائے دیتا ہوں۔ جوں ہی سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنے پاس رکھے

Marfat.com

ہوئے دیکھا' وہ پکار اٹھا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافرِ نعمت بن جاتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے' اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے۔ اور اگر کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز ہے۔" (النمل:29-40)

اب اس طویل قصے میں دو تین باتیں غور طلب ہیں۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دین کی دعوت دی تو ملکہ ہچکچائی لیکن جب وہ آئی تو اس نے اسلام قبول کیا اور جب اپنا ہی تخت سلیمان علیہ السلام کے ہاں پڑا ہوا دیکھا تو حیران رہ گئی اور ایمان لے آئی۔

مومن اور کافر میں فرق

اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اتنی نعمتیں دیکھیں تو فرمایا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ کہ یہ میرے رب کا فضل اور انعام ہے۔ میری اپنی ذات کا کوئی کرشمہ نہیں ہے۔ مومن اور کافر میں یہی فرق ہے۔ ایک تلنگا آدمی جو کہ فقیر تھا' اس کے پاس پیسہ وغیرہ کچھ نہ تھا' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے باعث دولت مل گئی تو کہنے لگا کہ یہ میرا ذاتی علم اور کمال ہے جس کی بدولت یہ سب کچھ ملا ہے۔ کافر کو جب چیز ملتی ہے' وہ اس کو اپنا ذاتی استحقاق سمجھتا اور اپنی صلاحیت کا نتیجہ سمجھتا ہے اور جب مومن کو وہی چیز ملتی ہے تو اس کو فضلِ ربّی قرار دیتا اور کہتا ہے کہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھے اس لئے دیا گیا ہے تاکہ دیکھا جاسکے کہ میں خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں یا نہیں۔

یہاں ایک شخص کا ذکر آیا۔ جس کی صفت یہ ہے کہ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اب پتا نہیں چلتا کہ یہ جنّات میں سے تھا یا انسانوں میں سے۔ لیکن اس کو اللہ کی طرف سے الکِتاب یعنی آسمانی کتاب کا خاص علم عطا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے خاص کرامات بھی عطا کیں۔ اس سے زیادہ قرآنِ مجید میں وضاحت نہیں ہے۔ نیز ایک اور اہم بات جو ہم اس قصے میں پڑھتے ہیں' وہ یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کو دین کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئی تو آپ نے اس کا احترام کیا۔ قرآنِ مجید میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کا صرف اتنا ہی ذکر ہے۔

سلیمان علیہ السلام اور یہودی یاوہ گوئی

جیوش Jewish انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کو چھوڑا نہیں' (نعوذُ باللہ) ان سے گناہ کیا اور ان سے ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ انہی میں سے بختِ نصر بھی ہے یعنی اس ناجائز بچے کا بھی ذکر کیا۔ اسی نے آگے چل کر بیتُ المقدس کو لوٹا اور تورات کی ساری کتابیں اکٹھی کر کے آگ لگا دی۔ اس کا حکم تھا کہ اگر کسی گھر میں تورات کا ایک بھی صفحہ مل گیا تو گھر جلا دیا جائے گا۔

یہ تاریخی واقعہ ہے جس کی بابت یہودیوں نے یہ ثابت کیا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کو نبی بھی مانتے ہیں اور ان

Marfat.com

کا ملکہ سبا کے ساتھ ناجائز تعلق بھی بتاتے ہیں۔ مزید یہ روایات ملتی ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں اور داؤد علیہ السلام کی 300 بیویاں تھیں۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ معلومات کہاں سے لی گئی ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کی بابت کوئی ذکر نہیں ہے۔ جہاں بھی سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا ذکر ہے وہاں کس خوبصورتی' عزت و وقار کے ساتھ دونوں شخصیتوں کا نام لیا گیا ہے اور ذرا یہودی لٹریچر(Jewish Literature) پڑھ کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ انہوں نے نبیوں کا ذکر کس تحقیر آمیز انداز سے کیا ہے۔ ایسا ہی ایک الزام انہوں نے داؤد علیہ السلام پر بھی لگایا جس کی تفصیل آگے سورۃِ ص میں آئے گی اور دیگر بہت سے انبیاء پر بھی انہوں نے الزام تراشی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام برائیاں انہوں نے خود کرنی ہوتی ہیں' اس لئے انبیاء کو بھی اس لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

قصۂ لوط علیہ السلام

اہلِ مکہ کو تنبیہہ کے لئے' قومِ لوط کی بدکرداری اور لوط علیہ السلام پر کی گئی زیادتی کا ذکر ہے کہ اس قوم کے صرف نو فسادی آدمیوں نے کس طرح اپنی بدعملی کے باعث پوری قوم کو عذاب کی بھٹی میں دھکیلا کہ ان کے گھروں کو اُلٹا دیا گیا اور وہ خطہ آج تک عبرت و موعظت کی تصویر بنا ہوا اہلِ جہاں کو یہ بتاتا ہے کہ نبی کی مخالفت کا انجام کیا ہوا کرتا ہے۔ اس واقعے کی تفصیلات اس سے قبل مختلف مقامات پر بیان ہو چکی ہیں۔

توحید پر دلائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے لئے کائنات کے آفاقی نظام کو بطور دلیل بیان کیا اور فرمایا کہ غور کرو تاکہ حق شناسی کی نعمت کے حق دار بن سکو۔

ارشادِ ربانی ہے:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

"بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس کے ذریعے سے وہ خوشنما باغ اگائے جن کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ان کاموں میں شامل ہے؟ نہیں۔ بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا اللہ کے سوا اور کوئی خدا بھی ان کاموں میں شامل ہے؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ ناداں ہیں۔ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب اسے پکارے اور کون ہے وہ جو اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی یہ کام کرنے والا ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے؟ کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کی خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی یہ کام کرتا ہے؟ بہت بالا و برتر ہے وہ اللہ' اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور وہ کون ہے جو مخلوق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی ان کاموں میں حصہ دار ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔" (النمل:60-64)

ان آیات میں ہمیں اس دنیا میں مشاہدے پر اکسایا گیا ہے کہ دیکھو یہ پانی' یہ پودے' یہ درخت' یہ باغ' یہ پہاڑ کس طرح پیدا ہو رہے ہیں اور پھر ان ساری قوتوں میں ایک ربط' (Co-ordination) ضبط اور تنظیم ہے۔ کیا یہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ یعنی قرآنِ مجید پہلی آسمانی کتاب ہے جس کا مزاج سائنسی ہے جو مشاہدے پر اکساتا ہے۔ اس کو ہم استقراء (Induction) کہتے ہیں اور یہی اس کا مزاج ہے کہ استخراج (Deduction) کی بجائے اس میں استقراء ہے۔ ایک ایک چیز کا مشاہدہ کروا کے ان میں رابطہ پیدا کرنا اور کلیہ تلاش کروانا۔ اس لئے زمین' آسمان اور مختلف چیزوں کا ذکر کر کے آخر میں یوں کہا کہ "کون ہے کہ جب کوئی مضطرب و پریشان حال آدمی اس کو پکارتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے' اس کی سنتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔"

تین اہم وظائف

ایک واقعہ ملاحظہ کریں' میں سعودی عرب جامعہ کنگ فیصل یونیورسٹی میں تھا وہاں ایک استاد حدیث پڑھاتے

تھے ان کا نام شیخ جابر حیاری تھا۔ وہ حدیث کے استاد تھے جن کو حافظ الاسد نے سزائے موت سنادی اور وہ جیل میں بند کر دیئے گئے تھے۔ وہاں سے وہ جیل توڑ کر بھاگ نکلے اور یہاں استاد متعین ہوئے۔ ایک دفعہ ہم اکٹھے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ دمہ کی وجہ سے ان کا سانس پھول گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جابر! تم جیل توڑ کر کس طرح بھاگے؟ تمہارا تو یہ حال ہے کہ تم سیڑھیاں بھی آرام سے نہیں چڑھ سکتے ہو۔ وہ کہنے لگے آرام سے بیٹھ جاؤ' میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ حدیث کے استاد اور بہت لائق آدمی تھے۔ میں نے بھی اپنے بچوں کو ان کے حوالے کر رکھا تھا کہ ان سے حدیث پڑھیں۔ انہوں نے کہا کہ سجدے میں میں 3 دعائیں مانگا کرتا تھا اور روتا تھا اس لئے کہ میں حافظ الاسد کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا رتبہ دے لیکن اس وقت میں کم عمر تھا اور ابھی کچھ عرصہ دین کا کام کرنا چاہتا تھا۔ میں روتا اور یہ دعا مانگتا تھا:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

"اے وہ ذات جو بے قرار شخص کی دعا کو جب وہ اسے پکارتا ہے' سنتا ہے' اسے قبول کرتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔"

انہوں نے مزید کہا کہ میں سجدے میں دعا کرتا تھا "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" یعنی رو رو کر اللہ کے اس اسم اعظم کا ورد کرتا۔ آیت کریمہ کثرت سے پڑھتا تھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۚ

کیونکہ یونس علیہ السلام بھی تو مچھلی کے پیٹ میں پھنس گئے تھے۔ ان کی جیل تو تنگ تھی نہ اٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ انہوں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ نے فضل کیا اور رہائی مل گئی اور اس طرح اللہ نے مجھے رہائی دلائی۔

؎ جس دل میں تیری یاد ہے تو صدرِ نشیں ہے
وہ دل بھی حسیں اس کی محبت بھی حسیں ہے

مسئلۂ علم غیب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

"اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں سوائے اللہ کے اور کوئی غیب کا علم نہیں جانتا ہے۔ (تم جن کے بارے میں سمجھتے ہو کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں) ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (ان کا انجام کیا ہوگا)"

Marfat.com

معلوم ہوا کہ علمِ غیب اللہ کی خاص صفت ہے اور اس صفت میں کسی اور کو شریک کرنا شرک ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس کائنات کا آغاز بھی ہم نے کیا اور انجام بھی ہم ہی کریں گے کیونکہ اہلِ مکہ نے یہ کہا تھا:

آخرت پہ دلائل

وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ○
لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○

"جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ یہ وعدہ ہم سے اور ہمارے آباء و اجداد سے پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہ تو صرف لوگوں کی (من گھڑت) کہانیاں ہیں۔" (النمل:67-68)

ان کے جواب میں پھر دعوتِ فکر ہے کہ

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ○

"زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ گناہگاروں کا انجام کیسا ہوا؟" (النمل:69)

اور پھر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی کے الفاظ بیان فرمائے۔

لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ یعنی آپ ان کے اس حال پر غم نہ کریں کیونکہ آپ پیغامِ حق پہنچا رہے ہیں۔ آپ سے قبل بنی اسرائیل کو بھی اختلاف اور انتشار سے روکا گیا مگر وہ نہ مانے۔ پہلے کی طرح اب بھی اللہ تعالیٰ حق و باطل کو الگ الگ کر کے دکھا دے گا۔

اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝

"بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا اور وہ زبردست اور علم والا ہے۔" (النمل:78)

اس کے بعد حشر کے ایک منظر کا ذکر فرمایا کہ ہم ہر مجرم طبقے کو الگ الگ جماعتوں میں بانٹ دیں گے اور پھر ان سے باز پرس کی جائے گی۔

اہلِ بصیرت کے لئے زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کر کے فرمایا کہ جب صُور پھونکا جائے گا تو پھر سبھی عاجز ہو کر اس کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ اس موقع پر نیک اعمال کی جزا دس گنا اور اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دی جائے گی اور بدکار لوگ اوندھے منہ دوزخ میں گرا دیئے جائیں گے۔

عظمتِ کعبہ

اس کے بعد کی آیات میں ایک عالمگیر اور مسلّمہ حقیقت کو ذکر کیا جس کو اہلِ مکہ بھی تسلیم کرتے تھے۔ یعنی

Marfat.com

بیت اللہ اور حرمِ کعبہ کی عظمت کا ذکر ہے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ○
وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ○
وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

"بے شک مجھ کو ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم بنایا اور سب چیزیں اس کی ہیں اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار ہوں اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں۔ تو جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے! اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہ دیجئے کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں اور کہ دیجئے کہ اللہ کا شکر ہے۔ وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لوگے اور جو کام تم کرتے ہو، تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں۔" (النمل: 91-93)

Marfat.com

سورہ القصص (۲۸)

نام

سورۃ میں ایک مقام پر لفظ "القصص" کے ذکر کی مناسبت سے یہ اس کا علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

شعبِ ابی طالب کے محاصرے کا دور اس سورۃ کا زمانۂ نزول بیان کیا گیا ہے۔

مضامین

اس سورۃ میں اہلِ مکہ کے چند شبہات و اعتراضات کا ازالہ کیا گیا ہے اور بطور تمثیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جس میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ دور کی مماثلت اور دیگر اعتراضات کا از خود جواب ہو جاتا ہے مثلاً:

(الف) آغاز میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے قصے کا ذکر کیا اور آپؑ کی تربیت کے دور کی جانب اشارہ کر کے یہ فرمایا کہ قادرِ مطلق کے ہاں جب کسی بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو حالات لاکھ ناموافق اور نامساعد ہوں' وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ مثلاً اس دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ رب العزت نے خاص حفاظت فرمائی اور وہ زندہ بچ گئے جب بنی اسرائیل کے ہر مذکر نومولود کو ولادت کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اس دشمن کے گھر میں کرانا جو موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل ہی موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے لرزاں و ترساں تھا۔ جیسے یہ سب کچھ ہو کر رہا' اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا فیصلہ اللہ کے ہاں اٹل تھا۔ اس وقت کے نامساعد حالات اس میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

(ب) جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کا وقت آیا تو اس وقت کسی بڑے جشن کا اہتمام نہیں کیا گیا بلکہ مسافرت کی زندگی میں جب آگ کی ضرورت پڑی اور آپ آگ کی تلاش میں پہاڑ پر پہنچے تو وہیں نبوت سے سرفراز کر دیئے گئے۔

(ج) جب اللہ تعالیٰ کسی فرد سے کام لینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے پاس قوت و طاقت اور لاؤ لشکر ایسے اسباب کا موجود ہونا اس کے لئے ضروری نہیں رہتا اور اسباب و وسائل کی کمیابی اس کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ بطور شاہد ذکر کیا گیا ہے۔

(د) اہلِ مکہ کا مطالبہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات (عصا اور یدِ بیضا) کیوں نہیں دکھاتے؟

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ معجزات دیکھے تھے' وہ لوگ بھی تو موسیٰ علیہ السلام پر

Marfat.com

ایمان نہ لائے تھے۔ کیا ضروری ہے کہ تم اس قسم کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آؤ؟

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان معجزات کو جادو قرار دیا اور اسی لئے ساری قوم غرقاب ہو گئی۔ اب تم لوگ معجزات مانگ کر اپنی بربادی کو خود دعوت کیوں دے رہے ہو؟ کیوں کہ جب کوئی قوم معجزات کا مطالبہ کرے اور پھر معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو ان کی ہلاکت و بربادی یقینی ہو جاتی ہے۔

(ہ) کفارِ مکہ کو عیسائیوں کے تذکرے سے شرم دلائی کہ وہ باہر سے آکر مکہ میں ایمان قبول کر کے رحمتِ الٰہی کے مستحق بن رہے ہیں اور تم اپنے گھر میں موجود رحمت کو بھی نہ سمیٹ سکے حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی سراپا رحمت ہے۔

(و) اس سورت میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے کہ ہزاروں برس قبل رونما ہونے والا واقعہ من و عن سنا رہے ہیں۔ جبکہ اہلِ مکہ اور خود یہودی بھی اس سارے واقعہ کی تفصیلات سے بے بہرہ ہیں۔ نہ کوئی اور ایسا ذریعہ علم ہے جس کے سبب یہ ساری معلومات اکٹھی ہو سکیں۔ یہ خبر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مالکِ حقیقی اپنے نبی کو یہ ساری تفصیلات بذریعہ وحی بتا رہے ہیں۔

(ز) سورۃ کے آخر میں اہلِ مکہ کے ایک عذر کا ازالہ کیا گیا ہے۔

"اگر ہم ایک دم اپنے آبائی دین کو ترک کر کے اس نئے دین کو اپنا لیں گے تو اس سے ملک عرب میں جو ہماری شہرت اور عقیدت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے، وہ یک لخت ختم ہو جائے گی"

اس واہمے کے جواب کے طور پر واضح کیا کہ حق و باطل کا فیصلہ دنیوی مفادات کے پیشِ نظر نہیں بلکہ اخروی زندگی کی بہتری کی بنیاد پر ہونا چاہئے جو حقیقی زندگی ہے۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں اعمالِ صالحہ اور انفاق فی سبیلِ اللہ کی رغبت دلائی اور مومنین کے وصف کامل کے ذیل میں فرمایا کہ وہ بے کار اور بیہودہ اعمال سے اعراض کرتے ہیں اور سلامتی کی راہ پر چلتے ہیں۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موسیٰ علیہ السلام کی ولادت

سورۃ کے آغاز میں فرعون کے ظلم و ستم کا ذکر ہے جس نے حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہر نذکر نومولود کو قتل کر دیا جائے۔ ایسے ہی دور میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور آپ کی والدہ کو یہ ترکیب سجھائی گئی کہ لکڑی کے ایک صندوق میں آپ کو بٹھا کر دریا کے حوالے کر دیں۔ ماں کی ممتا یہ کیسے گوارا کرتی؟ مگر اس کے علاوہ بچاؤ کا چارۂ کار بھی نہ تھا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ صندوق اس نہر کے ذریعے سے فرعون کے محل میں جا پہنچا۔ فرعون کی اہلیہ نے اس تابوت میں جب ایک خوبرو اور خوبصورت بچے کو دیکھا تو اپنی محرومی اور بے بسی پر اس کو بہت رونا آیا اور دل میں ٹھان لی کہ اس بچے کی پرورش وہ اپنی نگرانی میں کرائے گی۔ یوں آپ قتل ہونے سے بچ گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ آپ اپنی ماں ہی کی گود میں پرورش کے لئے لوٹا دیئے گئے۔ یعنی ماں کی ممتا کی تسکین بھی ہو گئی اور فرعون کی شر کا ڈر بھی دل سے نکل گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

طٰسٓمٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○
نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○
وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○
وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○

Marfat.com

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ○
وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○
وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○
وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○
وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○
فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

"یہ روشن کتاب کی آیات ہیں' ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومن لوگوں کو (سنانے) کے لئے بتاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اس میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا' اس کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور اس کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ان لوگوں پر مہربانی کریں جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنا دیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔ ہم نے موسیٰؑ کی ماں کو اشارہ کیا کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر۔ ہم اسے تیرے ہی پاس واپس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔ آخر کار فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے) نکال لیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لئے سبب رنج بنے۔ واقعی فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر (اپنی تدبیر میں) بڑے غلط کار تھے۔ فرعون کی بیوی نے (اس سے) کہا: یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' اسے قتل نہ کرو۔ کیا عجیب کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو۔ یا ہم اسے اپنا لڑکا ہی بنالیں اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔ ادھر موسیٰؑ کی ماں کا دل اڑا جا رہا تھا۔ وہ اس کا راز فاش کر بیٹھتی اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان لانے والوں میں سے ہو۔ اس نے بچے کی بہن سے کہا: اس کے

Marfat.com

پیچھے پیچھے جا۔ چنانچہ وہ الگ سے اس کو اس طرح دیکھتی رہی کہ (دشمنوں کو) اس کا پتہ نہ چلا اور ہم نے بچے پر پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کی چھاتیاں حرام کر رکھی تھیں۔ (یہ حالت دیکھ کر) اس لڑکی نے ان سے کہا: میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں اور خیر خواہی کے ساتھ اسے رکھیں؟ اس طرح ہم (موسیٰؑ) کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔"

(القصص:1-13)

ظلم کی حکمرانی اور اس کے خلاف جہاد

آپ جوانی اور شعور کے دور میں داخل ہوئے تو آپ نے ہر طرف ظلم و جور کی حکمرانی دیکھی جس سے آپ کو شدید نفرت ہوئی۔ اس ظلم کے خاتمے کی تدبیریں آپ سوچتے۔ ایک روز آپ نے سربازار ایک قبطی شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بنی اسرائیلی پر زیادتی کر رہا تھا۔ اس بنی اسرائیلی آدمی نے آپ کو دیکھا تو امداد طلب کی۔ آپ نے قبطی آدمی کو دھکا دے کر الگ کرنا چاہا تو اس پر ہاتھ اٹھ گیا۔ اس سے اس قبطی کی موت واقع ہو گئی۔ اس خبر کے ساتھ ہی دربار میں ہل چل مچ گئی مگر قاتل کا کھوج نہ مل سکا۔ دوسرے روز آپ پھر بازار کی جانب نکلے تو دیکھا کہ وہی بنی اسرائیلی پھر ایک اور قبطی کے ساتھ برسرپیکار ہے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پھر مدد چاہی۔ آپ ان کو چھڑانے کے لئے آگے بڑھے تو وہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام آج مجھ پر ناراض ہوں گے۔ تو اس کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے:۔

اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۚ

"جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اسی طرح چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو" (القصص:19)

ہجرت

ان الفاظ کی بازگشت دربار میں سنی گئی اور بھرے دربار میں اس بات پر غور و فکر شروع ہو گیا اور پھر فیصلہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گرفت میں لے کر حالات درست کئے جائیں۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کے کسی خیر خواہ نے یہ بات ان تک پہنچا دی۔ موسیٰ علیہ السلام فوراً ہی شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔

مدین میں قیام اور روزگار

آپ ہجرت کر کے مدین پہنچے اور وہاں آپ نے دو بچیوں کو کنویں میں سے پانی نکال کر دیا تو مدین کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں میں سے ایک نے ان الفاظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کی:

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ○

"ابا جان! اس کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیجئے کہ ملازمت کے لئے بہترین شخص وہ ہوتا ہے جو قوی اور امین ہو۔"
(القصص:26)

قوی کا مطلب ہے کہ اس میں کام کرنے کی قوت ہو۔ فنی مہارت و صلاحیت ہو اور امین سے مراد یہ ہے کہ وہ ایماندار بھی ہو۔ جب انسان کے اندر یہ دو صلاحیتیں ہوں تو وہ بہترین شخص بن جاتا ہے۔ یہی بات حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کہی تھی:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○

"مجھے اپنی زمین کے خزانوں پر نگران بنا دو کیونکہ میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں۔"
(یوسف:55)

وہ معاشرہ جس میں صرف فنی مہارت کی تربیت دی جائے اور امانت و دیانت کی تربیت نہ دی جائے تو وہ رشوت، بددیانتی اور کرپشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

منصبِ نبوّت

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں قیام کیا اور شعیب علیہ السلام کے وہاں رہنے لگے۔ جس مدت تک کے لئے معاہدہ ہوا تھا، اس کے مکمل ہونے کے بعد آپ کی شادی حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی سے کر دی گئی۔ چنانچہ آپ اپنی اہلیہ کو لے کر اپنے وطن کی جانب چلے۔ راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ سردی کے باعث آگ کی ضرورت محسوس ہوئی تو دور پہاڑ کی چوٹی پر آگ دہکتی نظر آئی۔ آپ اس آگ کی تلاش میں چل نکلے جب اس جگہ پہنچے تو غیب سے ندا آئی جس کا ذکر یوں ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○

"جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ پر ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں اللہ ربّ العالمین ہوں۔" (القصص:30)

گویا شرفِ ہمکلامی کے بعد منصبِ رسالت پر فائز کر دیا گیا اور تائید کے لئے معجزات عطا ہوئے۔ اور آپ کو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سمیت فرعون کے پاس جانے کا حکم ملا اور پیغامِ حق سنانے کے لئے ہدایات دی گئیں۔

فرعون کی جہالت

فرعون نے بھرے دربار میں سب کچھ دیکھا اور سنا تو اس کو جواب بن نہ پڑا اور اس نے اپنی خفت و شرمندگی مٹانے کے لئے اہلِ دربار کو یوں مخاطب کیا:

Marfat.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○

"اور فرعون نے کہا کہ اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ اے ہامان! ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت تو بنواؤ۔ شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے معبود کو دیکھ سکوں۔ میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔" (القصص:38)

موجودہ دور کی جہالت

فرعون کا یہ ایک انداز تھا جس میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑا رہا تھا۔ یہ ساڑھے 3 ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ اس دور کی جہالت تھی۔ لیکن موجودہ دور کی جہالت بھی کچھ کم نہیں ہے۔

ماسکو سے اوپر آسمان کی طرف سپٹنک بھیجے گئے۔ جب خلاء میں گئے تو کہنے لگے کہ اوپر اللہ تو کہیں نظر نہیں آیا۔ ہم نے خلاء میں اسے ڈھونڈا مگر نہیں ملا۔ معلوم ہوا کہ جاہل انسان کی جو ذہنیت ساڑھے تین ہزار سال پہلے تھی، سائنس پڑھنے کے باوجود آج بھی وہی ہے۔

؎ علم ہی ٹھہرا علم کا باغی
عقل ہی ٹھہری عقل کی دشمن

فرعون کا انجامِ بد

فرعون اپنی انانیت کے زعم میں غرقاب ہوا اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے نشانِ عبرت بنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ○

"اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔ اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال ہوں گے۔" (القصص:42)

قرآن کی تمام الہامی کتب پر برتری

فرعون کی ہٹ دھرمی کا انجام بیان کر کے موسیٰ علیہ السلام کے متفرق حالات مذکور ہیں اور پھر اہلِ مکہ کو مقصد نبوت سمجھانے کے لئے یوں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

"(اور اے رسول! ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر ان کے اعمال کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں' ان پر کوئی مصیبت واقع کریں تو یہ کہنے لگیں کہ ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا گیا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔"

(القصص:47)

لیکن یہ اہلِ مکہ اس قدر ہٹ دھرم تھے کہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود ہر روز نیا عذر اور نئی فرمائش لے کر حاضر ہوتے۔ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا کہ قرآنِ مجید کو سن کر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام پر جیسی کتاب اتری تھی' ایسی کتاب کیوں نہیں؟ یعنی یکبارگی اور تختیوں پر کندہ حسی شکل میں کتاب نازل کیوں نہیں ہوتی۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا:

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم!) ان سے کہو کہ اچھا تو لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی کتاب جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت بخشنے والی ہو' اگر تم سچے ہو' میں اسی کی پیروی اختیار کروں گا۔ اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو خدائی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔" (القصص:49-50)

پہلی بات تو یہ کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ چیلنج دیتے ہیں کہ تمہارے پاس توریت تھی اور اب اس کا آخری ایڈیشن قرآن کی شکل میں آگیا ہے۔ اب دیکھو! ان دونوں سے بڑھ کر اچھی' صحیح اور ہادی کتاب تمہارے پاس ہے تو لے آؤ' میں اس کی پیروی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا نہ کر سکیں گے اور اگر یہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر ایک بات یہ ہے کہ پیروی یا تو اللہ کی کتاب کی ہوتی ہے یا خواہشاتِ نفس کی۔ اس کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی۔

Marfat.com

اہلِ کتاب میں مومنوں کا ایک طبقہ

اس وضاحت کے بعد اہلِ کتاب کے اس طبقے کا ذکر ہے جو قرآن کی حقانیت کو دیکھ کر ایمان قبول کر چکے تھے۔ ان کے انجام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○
وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ○

"ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ صبر کرتے رہے اور نیکی کے ساتھ برائی کو دور کرتے رہے۔ اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ تم کو سلام اور ہم جاہلوں کے چاہنے والے نہیں۔" (القصص: 54-55)

اہلِ ایمان کی صفات

آیاتِ مذکورہ میں ان نیک فطرت اہلِ کتاب کی چند صفات مذکور ہیں جس کے باعث ان کو اجر و ثواب دیا جائے گا۔

1- صبر۔
2- برائی کو احسن طریقے سے دور کرنا۔
3- اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مال کو اس کو راہ میں خرچ کرنا۔
4- بے ہودہ گفتگو سے پرہیز۔
5- جہالت اور جاہلوں سے کنارہ کشی۔

قیامت کے روز نسبی تعلق کام نہ آئے گا

اس کے بعد ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی نسبی تعلق رکھتا تھا مگر ایمان اس کے نصیب میں نہ تھا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○

Marfat.com

"اے نبیؐ! تم جسے چاہو' اسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے' ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔" (القصص:56)

اس آیت کی شانِ نزول میں لکھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ خواہش تھی کہ ان کے چچا ابو طالب کم از کم مرتے وقت اسلام قبول کرلیں۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ چچا! میرے کان ہی میں کہ دیں کہ میں نے اسلام قبول کیا اور کلمہ پڑھ لیں تاکہ میں اللہ کے سامنے تمہارے اس کلمے کی وجہ سے شفاعت تو کر سکوں۔ ابو جہل اور دوسرے لوگ بھی اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے کہا' ابو طالب! کیا مرتے وقت باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے؟

ہدایت دینا یک طرفہ کارروائی نہیں

ابو طالب اسی دین پر فوت ہو گئے جو ان کے باپ دادا کا دین تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر بہت غم ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

"اے محمدؐ! آپ جسے چاہیں' ہدایت اس کے دل میں نہیں ڈال سکتے' ہاں! اللہ جسے چاہتا ہے' ہدایت دے دیتا ہے۔" (القصص:56)

تو اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت یک طرفہ کارروائی کا نام نہیں ہے۔ اللہ کا رسول' اللہ کا نبی چاہے بھی تو اپنے چچا کو' اپنے والد کو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ ہے یا اپنے بیٹے کو جیسا کہ نوح علیہ السلام کا معاملہ ہے' ان کی خواہش اور طلب کے بغیر انہیں ہدایت پر عملی طور پر نہیں ڈال سکتا' کیونکہ ہدایت دو طرفہ کارروائی ہے۔ دوسری طرف سے طلب ہو گی تو اس طرف سے ہدایت پہنچ جائے گی۔ اگر طلب نہیں ہے تو ہدایت نہیں پہنچے گی خواہ وہ سگا بیٹا ہو' سگا والد ہو یا سگا چچا۔ اس کی ایک مثال پر غور کریں:

ہدایت طلبی پہ اہم مثال

آپ کے پاس ایک ریڈیو سیٹ ہے۔ جب آپ اس کا سوئچ آن کر دیں تو ریڈیو اسٹیشن سے آواز آنے لگے گی۔ اس لئے کہ اس کمرے کی فضاء میں ریڈیائی لہریں موجود ہیں۔ جونہی ہم سوئچ آن کریں گے' آواز آجائے گی۔ آپ ریڈیو اسٹیشن کے بالکل بغل میں ہوں اور آپ نے ریڈیو کا سوئچ آف کیا ہوا ہو تو آواز نہیں آئے گی۔ بالکل یہی نظام ادھر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت فضاء میں ہر سو چھائی ہوئی ہے۔ اگر ہم ہی دل کا دروازہ بند کر دیں تو ہم رحمت سے محروم ہی رہیں گے۔ اسی طرح اگر موسلا دار بارش ہو لیکن ہم نے برتن اوندھا رکھا ہوا ہو تو ایک قطرہ بھی اس کے اندر نہیں آئے گا۔ اسی طرح اللہ کی رحمت آفتابِ رسالت کی شکل میں ہو' یعنی ختم المرسلین علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں ہو اور دوسری طرف دل ابو جہل کا ہو جس کا فیصلہ یہ ہے کہ نہیں مانیں گے' تو آفتابِ رسالت چمکتا دمکتا رہے گا مگر روشنی اندر نہیں جائے گی کیونکہ یہ دو طرفہ معاملہ ہے۔ ایک طرف سے طلب ہو اور دوسری طرف نشر کرنے والے ہوں تو کام بنے گا' پیغام پہنچ جائے گا۔ یہاں پر یہی بات بتائی گئی ہے کہ جب تک طلب صادق نہیں ہو گی' اللہ کا نبی اور اللہ کا رسول بھی اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد پھر پہلی ہلاک شدہ بستیوں کا اجمالی ذکر ہے اور یہ وضاحت بھی کہ ہم ہلاکت سے قبل ہر قوم کو حقائق سمجھانے کے لئے رسول ضرور بھیجا کرتے ہیں تاکہ وہ دنیا والوں کو اس دنیا کی بے ثباتی کا ذکر سنا دے۔

دنیوی اسباب کی حقیقت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ

"تمہیں اس دنیا میں جو کچھ دیا گیا ہے' یہ چند روزہ استعمال کی چیز ہے۔ یہ بہت جلد تم سے چھن جانے والی ہے اور اللہ کے ہاں تمہارے لئے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا اجر ہے" (القصص:60)

اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور اس کی لذتوں کو چھوڑنے کا حکم نہیں دے رہے بس اتنی موٹی سی بات سمجھ لینا چاہئے کہ یہ دنیا عارضی متاع ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے' اس لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہے اور اس دنیا کو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا ہے جیسا کہ آگے چل کر اس کا ذکر ہے۔ قارون سے یہی بات کہی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں جو کچھ دے رکھا ہے' اس کو دارِ آخرت کے حصول کا ذریعہ بناؤ۔

رہبانیت و ترکِ دنیا کی ممانعت

دنیا کو چھوڑنا نہیں کیونکہ آخرت کی راہ اسی دنیا کے اندر سے گزر کے جاتی ہے۔ دنیا کو آخرت کے حصول کا ذریعہ بنانا ہے کیونکہ کسی پہاڑ کی کھوہ یا کسی غار میں سے آخرت کو کوئی راستہ نہیں جاتا۔ آخرت کا راستہ اسی دنیا کے اندر سے جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت اور ترک دنیا نہیں' اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ذرائع دے رکھے ہیں' ان کو یوں استعمال کرو کہ دارِ آخرت پا جاؤ اور دنیا سے بدنصیب ہو کر نہ جاؤ۔ اس آیت سے لوگ یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں اپنے نصیب کو خوب حاصل کرو حالانکہ دنیا میں تمہارا نصیب وہ ہے جو تم نے کھا لیا' پہن لیا۔ اور جو تم نے آگے بھیج دیا' وہ باقی رہ گیا۔

قارون کون تھا؟

روایات میں ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد یا خالہ زاد بھائی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ابتداء

میں نیک تھا اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے "منور" کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن جب اس کا مال زیادہ ہوا تو اس کے اندر نفاق اور سرکشی پیدا ہوئی اور وہ مرتد اور باغی ہو گیا۔

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قارون کی خصلت' اس کے وافر مال اور اس کی بداعمالیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○
وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۡ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○

"بلاشبہ قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا۔ وہ (مال کی کثرت کی وجہ سے) لوگوں پر زیادتی کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں (اٹھاتے وقت) ایک طاقت ور جماعت کو بھی تھکا دیتی تھیں۔ ان کی قوم نے کہا کہ (اس دولت پر) مت فخر کر کیوں اللہ تعالیٰ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو مال اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اسی طرح تو بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی کر اور ملک میں فساد پھیلانے کا ارادہ مت کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(القصص:76-77)

موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے قارون کو دعوتِ حق

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے قارون کے پاس اللہ رب العزت کا پیغام پیش کیا جس میں حکمت و نصیحت کے ساتھ دین کی دعوت تھی لیکن قارون نے اس سے راہِ فرار اختیار کی۔ قارون کا اپنا لاؤ لشکر تھا اور دولت کی ریل پیل تھی۔ اس لیے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انتہائی دلیری اور ڈھٹائی سے دعوتِ الٰہی کو ٹھکرا دیا اور باغی ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف بغاوت کا انجام بہت برا ہے۔ جو شخص اللہ کے احکامات کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتا ہے وہ واجبُ القتل ہوتا ہے اور جو شخص اوروں کے لئے کنواں کھودتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس میں خود گرتا ہے بالفاظِ دیگر سرکش اور باغی کو اس کا انجام دنیا میں ہی نظر آجاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى

"مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان سرکشی کرنے لگتا جب وہ اپنے آپ کو مالدار پاتا ہے۔ بلاشبہ (سبھی کو) تمہارے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(العلق:6-7)

ایک اشکال اور اس کا جواب

روزمرہ کی زندگی میں اگر ہم مشاہدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی سرکشی، بغاوت اور گناہ کے باوجود بھی اس پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے تو یہ نرمی اللہ کی طرف سے ایک طرح کی ڈھیل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○
فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

"جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر طرح کی خوشحالی کے دروازے کھول دیئے تھے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو دی گئی تھیں وہ خوشیاں منانے لگے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ پس وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔ غرض ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور ہر طرح کی تعریف خاص اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

(الانعام:44-45)

نظامِ کائنات--- آفاقی ممتا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ان صفات کا تذکرہ ہے جن کے روزمرہ مشاہدے کے ذریعے سے آدمی کو غور و تدبر کی دولت نصیب ہوئی اور پھر یہ غور و فکر ایمان کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○
وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○
وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○
وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

"اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے' منتخب کرلیتا ہے۔ ان کو (معبودانِ باطل) اس کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں' وہ اس سے پاک و بلند تر ہے۔ اور ان کے سینے میں جو کچھ پوشیدہ ہے اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں' تمہارا رب اس کو جانتا ہے اور وہی اللہ ہے' اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کے لئے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ اے نبیؐ! ان سے کہو: کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے رات طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی لادے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ان سے پوچھو کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے' جو تمہیں رات دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرسکو؟ کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟ یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں سکون حاصل کرو' اور دن میں اپنے رب کا فضل حاصل کیا کرو' شاید کہ تم شکرگزار بنو۔ (القصص:68-73)

اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہے جو اللہ کی رحمت کا بہت بڑا کرشمہ ہے' رات آتی ہے اور ہر شخص کو پتا ہوتا ہے کہ آرام کرنا ہے۔ سورج طلوع ہوتے ہی ہر ایک کو پتا ہوتا ہے کہ اب کام کرنے کا وقت ہے۔ اگر یہ رات اور دن نہ ہوتے تو ہم کبھی کسی وقت پہ متفق نہ ہوتے کہ کب دفتر جانا ہے' کب سونا اور کب جاگنا ہے۔ آپ کسی سے ملنے جاتے' وہ سویا ہوا ہوتا' آپ کسی دفتر میں جاتے' پتا چلتا یہ تو اس کی چھٹی کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں اتفاقِ رائے پیدا کردیا کہ اب سارے ہی سوجاؤ اور اب سارے ہی جاگ اٹھو۔ اب کام کرو اور اب آرام کرو۔

تو رازِ محبت کو سمجھتا ہی نہیں ورنہ
بندی انساں ہی آزادی انساں ہے

Marfat.com

اللہ کی رحمت اور ماں کی ممتا---ایک عُمدہ مثال

جب میں بچپن میں پڑھتا تھا تو مجھے عادت تھی کہ کسی کام میں لگ جاتا تو جب تک وہ ختم نہ ہو جاتا' مجھ پہ ایک جنون سا طاری رہتا۔ دیر ہو جاتی' رات کو گیارہ' بارہ ایک بج جاتا تو امی جان رحمۃ اللہ علیہا پریشان ہو کر بتی بجھا دیتیں تاکہ میں جبراً آرام کروں۔ یہ جو اللہ تعالیٰ رات کے وقت بتی بجھا دیتے ہیں یعنی سورج غروب ہو جاتا ہے' یہ ممتا کی رحمت کا ایک عکس ہے کہ دن کی روشنی میں تم نے بہت کام کیا' تمہارے اعضاء اب تھک گئے' اب آرام کرو۔ یہ اس کا نظام ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ نہ کرے تو اللہ کے سوا کون ہے جو رات اور دن کو بدل بدل کے لے آتا ہے؟ خدانا خواستہ وہ رات لمبی کر دے' دن آنے نہ پائے تو کیا کرو گے؟

آسمانی روشنی کی قیمت!

یہ جو روشنی آسمان سے آتی ہے۔ یہ بڑی قیمتی چیز ہے۔ آپ بجلی کا بل دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو روشنی سورج سے روزانہ بھیجتے ہیں اور وہ دس ارب سال سے آ رہی ہے اور آئندہ نامعلوم کتنے سال تک آتی رہے گی' اللہ تعالیٰ نے کبھی اس کا بل نہیں مانگا۔ دنیا والے تو عدم ادائیگی کے باعث روشنی بند کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے کہ اس نے نہ کبھی اپنی روشنی کے لئے کسی بل کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور نہ عدم ادائیگی کی صورت میں روشنی بند کی۔ اسی لئے فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار میں نہ لا سکو گے۔"

قارون کی مذمت

قارون نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام نعمتیں اور مال و دولت میری ذاتی مہارت' چالاکی اور ہوشیاری کا نتیجہ ہے کہ میں مال کمانے کے طریقے سے واقف تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا اور جو کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا ہے تو اس سے نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ اسی سبب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر قارون کی مذمت فرمائی:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○

"قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔ کیا اس کو معلوم نہیں

Marfat.com

کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کردیا جو قارون سے قوت میں سخت اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں اور گناہگاروں سے ان کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔

(القصص:78)

قارون کی سرکشی

اس عبرت آموز ذکر کے بعد قارون کی سرکشی کا بیان عبرت کے لئے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے راہِ ہدایت بھائی تو اس نے سرکشی کی۔ دراصل اس کو اپنی بے انداز دولت کا غرور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

1- غرور مت کر کیونکہ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے ذریعے سے آخرت کی بھلائی تلاش کر۔

3- دنیا سے بے نصیب اور خالی ہاتھ نہ جا۔

4- لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کے ساتھ پیش آ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔

دنیا میں فساد نہ پھیلا۔

ان نصیحتوں کو سن کر وہ شیخی بگھارنے لگا کہ یہ مال تو میرے زور بازو اور محنت کا ثمر ہے۔ اس کو بھی عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○
وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ

"پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلے لے سکا اور وہ لوگ جو کل اس کے اجر کی تمنا کیا کرتے تھے، صبح کو کہنے لگے، بے شک اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے، اس کا رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا۔" (القصص:81-82)

اللہ تعالیٰ نے قارون اور اس کی دولت کو کو زمین مین دھنسا دیا۔ اس واقعہ میں قارون کی قماش کے لوگوں کے

لیئے سامانِ عبرت ہے اور خاص طور پر وہ تاجر حضرات جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھولے بیٹھے ہین' وہ نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور نہ ہی آخرت کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کو زمین کے اندر دھنسا دینا اللہ کے لئے کوئی بعید نہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے پاس لاکھوں اور کروڑوں روپے موجود ہے لیکن اس کے باوجود وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اللہ ربُّ العزت ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور اس عذاب سے محفوظ فرمائے اور اپنی یاد' اپنی شکرگذاری اور اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

مومن و کافر کی ذہنیتوں کا بنیادی فرق

قارون بدبخت تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے جو دولت بھی کمائی ہے' یہ میری اپنی مہارت اور علم کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنی محنت اور سعی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے' میں نے اللہ سے کوئی بھیک نہیں مانگی۔ دراصل قارون اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے شخص میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ قارون دولت کو اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ کہتا ہے تو دوسری طرف سلیمان علیہ السلام کہ جنہیں اللہ تعالیٰ دولت' ثروت' عزت اور جاہ و جلال سے نوازتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی

"یہ میرے پروردگار کی دین ہے۔"

یوں کہہ لیں کہ یہ ایک بنیادی فرق ہے مومن اور کافر کی ذہنیت میں۔ مومن ہر شے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے اور کسی چیز کا کریڈٹ خود نہیں لیتا۔ اس کے برعکس کافر ہر نعمتِ الٰہی کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے اور کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

دارِ آخرت کا وارث کون؟

یہ سارا قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نتیجہ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

"آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کردیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لئے ہے۔" (القصص:83)

یعنی دارِ آخرت' ہامان اور قارون جیسے لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو زمین میں اقتدار کی ہوس نہیں رکھتے اور دنگا فساد سے بچتے ہیں۔

Marfat.com

کامیابی کی شرائط

اس کے بعد آخرت کے چند مناظر عبرت کے لئے بیان کئے گئے ہیں کہ مشرک اس روز اندھے ہو جائیں گے اور کامیابی و کامرانی ان لوگوں کا مقدر ہو گی جو

1- شرک سے تائب ہوئے۔

2- ایمان لائے۔

3- ایمان کے بعد نیک عمل کرتے رہے۔

ہوسِ اقتدار فساد کا اصلی سبب

ان آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دنیا میں فساد کا اصلی سبب ہوسِ اقتدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "علو" اور "فساد" دونوں لفظوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ اگر ہوسِ اقتدار نہ ہو اور اخلاص کے عالم میں اجتماعی کام کیے جائیں تو پھر عام سادہ سی نیکیوں کا اجر بھی آخرت میں کئی کئی گنا زیادہ ہو کر ملے گا۔

اس سورۃ کے اختتام سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝
وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

"اور تمہیں امید نہ تھی کو تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔ مگر تمہارے رب کی مہربانی ہے۔ اب تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ بننا۔ وہ آپ کو اللہ کی آیات کی تبلیغ سے روک نہ دیں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں۔ اور اپنے رب کو پکارتے رہو۔ اور مشرکوں سے ہرگز نہ ہونا اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارنا۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔" (القصص:86-88)

Marfat.com

سورہ العنکبوت(۲۹)

نام

اس سورت میں "مکڑی" کے ذکر کی مناسبت سے "العنکبوت" نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورت ہجرت کے دور کے ساتھ متعلق ہے اور ظاہر ہے کہ ہجرت کا آغاز ہجرتِ حبشہ سے ہو چکا تھا۔

مضامین

اس سورۃ کا نزول جس دور میں ہوا' وہ دور مسلمانوں کے لئے مصائب' مشکلات اور شدائد کا دور کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کو ایمان سے باز رکھنے کے لئے ایک طرف ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے اور دوسری طرف ایمان سے دور رکھنے کے لئے خاندانی دباؤ اور والدین کے حقوق کا حربہ بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ والدین کے بہت سے حقوق ہیں۔ لیکن اگر والدین شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت لازم نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آخرت کے عذاب و ثواب کی ذِمّہ داری قبول کرے تو اس کی بات بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہو گا۔

ان باتوں کی وضاحت کے لئے انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں وہ پہلو نمایاں کئے جن میں ان پر کی گئی سختیوں کا ذکر ہے۔ نیز ان انبیاء کو لمبی مدت تک ستایا گیا مگر وہ اس آزمائش کی گھڑی میں ثابت قدم رہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مدد کی گئی۔ کفّارِ مکہ کو انہی واقعات کے ذیل میں متنبہ کیا کہ جیسے پہلی قومیں آسمانی تعلیمات کی مخالفت کے باعث برباد ہوئیں' تمہارا انجام ان سے مختلف نہ ہو گا۔

ضعیفُ الایمان لوگوں کو انبیاء کے واقعات سے حوصلہ دلا کر یہ کہا گیا کہ اگر سختیاں ناقابلِ برداشت ہو چکی ہیں تو زمین دو وطن اور گھر بار چھوڑ کر اللہ کی وسیع زمین میں کسی امن والے مقام کی طرف ہجرت کر جاؤ۔

انبیاء علیہم السلام اور اقوام سابقہ کے ذکر میں ابراہیم' لوط' اسحٰق' یعقوب اور شعیب علیہم السلام کے حالات ہیں۔ قوم ثمود و عاد اور طوفانِ نوح کے ذکر کے ساتھ فرعون' قارون اور ہارون کے عبرت ناک انجام کا ذکر ہے۔ انہی آیات میں حکم دیا کہ اللہ کی زمین پر نکل کر اللہ کی نشانیوں میں غور و تدبر کرو۔

اخلاقِ حسنہ میں سے ایمان' اعمالِ صالحہ' والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک' صبر' اقامتِ صلوٰۃ اور توحید کی عظمت کا ذکر ہے۔ جبکہ برے اعمال' فسق اور ظلم و تمرد سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝
اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس اتنا کہنے پہ چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔" (العنکبوت:1-3)

لوگ آسان سمجھتے ہیں مُسلماں ہونا

بات تو یہ ہے کہ یہ کہنا کہ "اٰمَنَّا" ہم ایمان لائے' اس سے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے لیکن یہی سب کچھ نہیں ہے۔ ایسا کہنے سے انسان کی جان نہیں چھوٹتی بلکہ پھنس جاتی ہے۔ عام طور پہ ہمارے ہاں مشہور یہ ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے' وہ دین میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ سیدھا جنّت میں چلا جاتا ہے۔

دین میں داخل ہونا تو درست! مگر کیا یہی کچھ کافی ہے؟ کیا اس کے بعد کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں؟

ایک مثال

اس بات کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ ایک شخص نکاح کرتا ہے۔ ایجاب و قبول کر لیتا ہے' تو کیا اس نکاح کے بعد قصّہ ختم ہو گیا؟ نہیں ہرگز نہیں یہ تو ابتدائے عشق ہے۔ اب تو پھنس گئے' اب تو بے شمار ذمّہ داریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا (بیوی کا نان نفقہ' بچوں کی تربیت' رشتہ داروں سے صلۂ رحمی اور ان سب کے ساتھ ربط میں ایک خاص توازن وغیرہ)۔ اس لئے نکاح اور ایجاب قبول سے معاملہ ختم نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح سے کلمۂ شہادت پڑھ لینے کے بعد ایک شخص دین سے فارغ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ اب بات شروع ہوئی ہے۔ جب آپ نے کہہ دیا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اب اللہ تعالیٰ کے احکام شروع ہو گئے۔ جیسے ایک طالب علم یونیورسٹی میں داخلہ لے لے تو ٹیکسٹ بک خریدنی پڑے گی' کلاس روم میں بیٹھنا پڑے گا' روزانہ کلاسوں کی تیاری کرنی پڑے گی اور پھر امتحان بھی ہو گا اور یہی ارشادِ باری ہے:

Marfat.com

"ہم آزمایا کرتے ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے بھی لوگوں کو آزمایا۔"

حدیث شریف میں ہے:

سیدنا خباب بن ارتؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کی دیوار کے ساتھ سہارا لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں' ہم تو بہت مُشکل میں ہیں۔ سخت آزمائش ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ فرمایا: تم سے پہلے جو اہلِ ایمان گزر چکے ہیں' ان پر اس سے زیادہ سختیاں کی گئیں۔ ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا اور کسی کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کیے گئے۔ کسی کے جوڑوں اور کولھوں پر لوہے کے کنگھے کیے گئے تاکہ وہ ایمان سے باز آجائیں۔ خدا کی قسم یہ کام پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک شخص صنعاء سے حضر موت تک بلا کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہو گا جس کا وہ خوف کرے۔"

اہلِ ایمان کی اس طرح کی آزمائش کے بعد ہی نصرت کا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت آتی ہے تو پھر وہ سارے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیا کرتا ہے۔

ماں باپ سے حُسنِ سلوک

مکّہ کے نوجوان جب ایمان کی طرف راغب ہونے لگے تو ان کو ایک دھوکا دے کر بہکانے کی کوشش کی گئی کہ ماں باپ کے حقوق اولاد پر بے حد و حساب ہیں' اس لئے اپنے آبائی دین سے بغاوت کر کے والدین کو اذیّت نہ دینا چاہئے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت سے تجھے آگاہی نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا" (العنکبوت:8)

یہ بات درست ہے کہ دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں لیکن اللہ کا حق ان سے بھی زیادہ ہے کہ ایک مسلمان والدین کی خاطر دینِ حق کو ترک نہ کرے۔

دنیا میں آزمائش

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ ہم ایمان کے دعوے دار لوگوں کو کبھی کبھی آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ ایک تو یہ کہ اس سے مخلص مومن کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس آزمائش کی

Marfat.com

گھڑی میں مفاد پرست اور منافق لوگ جب اہلِ ایمان سے الگ روش اختیار کرتے ہیں تو ان کا پول خود ان کے کردار سے کھل جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ○

"اللہ ان کو ضرور ظاہر کرے گا جو مومن ہیں اور منافقوں کو بھی ظاہر کر کے رہے گا۔" (العنکبوت: 11)

اہلِ باطل کا ایک فریب

جب اہلِ ایمان کی تعداد روز افزوں تھی تو اہلِ باطل نے کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو یوں بہکانا شروع کیا کہ تم اس نئے دین کو بے شک ترک کر دو۔ رہا معاملہ آخرت کا تو اس روز ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائیں گے۔ اس فریب سے آگاہی کے لئے فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ط اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○
وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

"اور جو کافر ہیں' وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے دین کی پیروی کرو۔ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان گناہوں کا بوجھ اٹھانے والے نہیں۔ بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور لوگوں کے بوجھ بھی۔ اور جو بہتان یہ باندھتے رہے' قیامت کے دن ان سے ضرور ان کی پوچھ گچھ ہوگی۔" (العنکبوت: 12-13)

یہ صرف اس دور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس دور میں بھی اہلِ باطل اس قسم کا دھوکا دیتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگوں کو اسی آخرت کی بازپرس سے نجات کا دھوکا دے کر دنیا میں ان کو لوٹتے ہیں۔

نوح علیہ السلام کا ذکر

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے۔ جب قوم نہ مانی تو غرقاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو سفینۂ نوح کے ذریعے سے نجات دلا دی۔

ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام نے بھی قوم کو راہِ ہدایت دکھائی اور شرک کی ناپائداری کا ذکر یوں کیا:

Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

"تم جن کو اللہ کے علاوہ پوجتے ہو' وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پس اللہ کے ہاں ہی سے رزق طلب کرو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کا شکر ادا کرو۔ تم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (العنکبوت:17)

اہلِ مکہ کے لئے خصوصاً ابراہیم علیہ السلام کے پیغام کا یوں ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہ بھی ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان کو بتایا کہ آپ لوگوں کے لئے ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات تو یہ تھیں:

1- شرک سے بچو۔

2- رزق اللہ ہی سے مانگو کہ یہ اس کا فضل و انعام ہے۔

3- اللہ ہی کی عبادت کرو۔

4- اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

5- موت برحق ہے۔ اس کے بعد اللہ کے پاس حاضری ضرور ہو گی۔

ہجرت و استقامت

اس کے بعد عقیدہ حیات بعد الموت کے لئے بطور دلیل مشاہدے کا حکم دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ

"کہہ دیجئے کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا پھر اللہ ہی آخری مرتبہ پیدا کرے گا۔" (العنکبوت:20)

جب یہ سارے حقائق سنتے سنتے قوم سے جواب نہ بن پڑا تو فیصلہ کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر کے یا جلا کر ان سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے آگ کی چتا بنا کر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال بھی دیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس آگ کو گل و گلزار بنا دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو نجات دلا دی۔

اہلِ ایمان کے سامنے اس واقعے کا ذکر ان کو استقامت کی تعلیم دینے کے لئے ہے کہ دینِ حق کی راہ میں مصائب ضرور آتے ہیں مگر ذرا دیکھو تو ابراہیم علیہ السلام نے جب ہٹ دھرم اور بدکار قوم کے ساتھ نباہ نہ ہوتے دیکھا تو فرمایا:

Marfat.com

اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ط

"میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔" (العنکبوت:26)

یعنی اس ظلمت کدے کو چھوڑ کر اللہ کی وسیع و عریض زمین میں ہجرت کی ٹھان لی۔ اگر تم بھی مکہ میں گھٹن محسوس کرتے ہو تو یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اور دارِ ہجرت میں آزادی سے احکامِ الٰہی پر عمل کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی نعمتوں سے نوازے گا جس کا تصور بھی تم نہ کر سکو۔ اللہ تعالیٰ نے استقامتِ دینی کے بعد ابراہیم علیہ السلام پر بے شمار انعامات کئے۔ آپ کو ایسی عظیم المرتبت اولاد عطا کی جو منصبِ نبوّت کی حامل تھی۔

لوط علیہ السلام کا ذکر

لوط علیہ السلام نے جب قوم کو شرک اور غیر فطری فعل سے روکا تو وہ بدکار قوم رکنے کی بجائے آپ کے درپے آزار ہو گئی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ یوں کیا کہ عذاب کی تمنّا بلکہ مطالبہ کر ڈالا لیکن لوط علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بنے رہے اور اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ سے مدد مانگی:

رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ○

"اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔" (العنکبوت:30)

ظالم کون؟

لوط علیہ السلام کی قوم پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام و نشان اس دنیا سے مٹ گیا۔ ان کے بعد اسی قسم کی سرکشی کی علمبردار اقوام عاد و ثمود کو بھی غارت کر دیا گیا۔ ان تباہ شُدہ اقوام کے بعد سرکش اور مغرور افراد قارون، فرعون اور ہامان کی ہلاکت کی مثال بیان کی اور فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

"اور اللہ تعالیٰ ان پر کوئی ظلم نہیں کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔" (العنکبوت:40)

پھر اس ظلم کی بدترین شکل یعنی شرک کی حقیقت کا ذکر کیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ
اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ط وَهُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

Marfat.com

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

"جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں' ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بناتی ہے اور بلاشبہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ جانتے! بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جن چیزوں کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں۔" (العنکبوت: 41-43)

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح مکڑی کا گھر بے بنیاد ہے' اسی طرح ان لوگوں کا دین بھی بے بنیاد ہے۔ کاش یہ لوگ عقل و شعور سے کام لیتے!

نفسِ انسانی کا سب سے بڑا مسئلہ

ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین پر استقامت لازم ہے مگر انسانی شخصیت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ حق کو حق جاننے کے بعد انسان اس کے خلاف عمل کرتا ہے اور باطل کو باطل جاننے کے باوجود اس سے بچ نہیں پاتا جیسا کہ غالب نے کہا:

؎ جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس طبیعت کے میلان کے علاج کے لئے استقامت ضروری ہے کیونکہ

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

"دین پر استقامت اختیار کرنا کرامت سے بلند ہے"

استقامت کا نسخہ

اس لحاظ سے دین پر استقامت کا جو نسخہ عطا کیا گیا ہے' اس کے چار اجزاء ہیں اور وہ سب ایک ہی آیت میں بیان کر دیئے گئے اور یہیں سے قرآنِ مجید کا اکیسواں پارہ شروع ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○

"کتاب میں جو کچھ تمہاری طرف پیغام آیا ہے' اس کی تلاوت کرو۔ اور نماز کے پابند رہو۔ کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر سب سے بڑا (عمل) ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو' خدا اسے جانتا ہے۔" (العنکبوت: 45)

پہلی بات یہ کہ کتاب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے' اس کو وصول کرو' سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ جب تک پیغام وصول نہیں ہو گا' اس وقت تک اس پر ایمان حاصل نہیں ہو گا۔

جب کلمۂ طیبہ پڑھا' ایمان میں داخل ہو گئے' اب تفصیلی ایمان کے لئے ٹیکسٹ بک حاصل کرنا پڑے گی۔ ایک طالب علم یونیورسٹی میں داخل ہو جائے' اسے رول نمبر مل جائے لیکن نصاب کی کتابیں نہ خریدے اور کلاس میں نہ بیٹھے اور پھر امتحان کی تیاری بھی نہ کرے تو اسے ہم جعلی طالب علم ہی کہیں گے۔ بالکل اسی طرح اگر ایک شخص توحید و رسالت کی شہادت دینے کے بعد اسلام میں داخل تو ہو جائے مگر اس ڈسپلن سے گزرنے کو تیار نہ ہو جس سے اللہ کا دین اسے لامحالہ گزارنا چاہتا ہے' تو ایسا شخص بھی حقیقی مسلمان نہیں بلکہ بناوٹی اور ملاوٹی مسلمان ہو گا۔ آیئے اب نسخۂ استقامت کے اجزاء پر غور کریں:

1- تلاوت

ارشاد فرمایا کہ کتاب کو سمجھ کر اس کی تلاوت کرو اور تلاوت کے ساتھ تدبّر اور تذکّر بھی۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور اس نیت سے کہ اس پر عمل کرنا ہے' اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے اور پوری زندگی کو اس کے رنگ میں رنگنا ہے۔ واضح رہے کہ تلاوت کا لفظی معنی پیروی کرنا ہے۔

2- نماز

نماز قائم کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ ہر ذہنی کیفیت کے ساتھ ساتھ جسمانی عمل بھی درکار ہے جو اس ذہنی اور قلبی کیفیت کو دوام بخشے۔ صرف ایک مرتبہ سوچ لینا کافی نہیں بلکہ دوام لازم ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ رات کو کھڑے ہو کر ٹھہر ٹھہر کر نماز میں تلاوت کرنے کی توفیق عطا کر دے تو اس کا لطف دوچند ہو جائے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجّد کی رکعتیں تو آٹھ ہی ہوا کرتی تھیں لیکن تلاوت بہت طویل ہوتی۔ دورانِ تلاوت میں جب رحمت کی آیات آتی تھیں تو آپ رحمت کی دُعا مانگتے اور جب اللہ کے غضب کی آیات آتی تھیں تو اس کے غضب سے پناہ کے طالب ہوتے اور دُعا اور تلاوت باہم دیگر مدغم ہو جاتیں اور آپ پر اس کیفیت میں اس قدر گریہ طاری ہوتا گویا سینہ مبارک سے چکی کے چلنے یا دیگ کے ابلنے کی آواز آ رہی ہو۔ اور یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر کا وظیفہ رہا۔ اگر اس سے بہتر کوئی عمل ہوتا تو آپ نہ صرف خود وہی کرتے بلکہ صحابہؓ سے بھی وہی کراتے۔ یہی سب سے بڑا عمل ہے اور جتنی روحانیت اس عمل سے حاصل ہوتی ہے اور کسی عمل سے نہیں ہوتی۔

3- ذکر

اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے' چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور یاد رکھیں۔ یہ

Marfat.com

سب سے بڑا عمل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمحے اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔"

؎ یادِ محبوب فراموش نہ ہووے اے دل
حُسنِ نیّت نے مجھے عشق سی نعمت دی ہے

؎ گوش پیدا کئے سُننے کو ترا ذکر جمال
دیکھنے کو ترے آنکھوں میں بصارت دی ہے

؎ دخل ہے اس کو بہت کچھ مرے تڑپانے میں
وہ جو لذّت ہے ترے نام کے دہرانے میں

4۔ فکر

اس بات کا فکر کہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ ہر وقت ذہن میں اسی کا دھیان اور خیال رہے اور یہ خیال ذہن میں راسخ ہو کہ ہماری ہر ہر حرکت کو وہ دیکھ رہا ہے۔ ہر دم اس کے قرب کا احساس ہو کہ وہ تو ہماری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بقول شاعر

؎ شہ رگ تو بہت دور ہے اے جانِ تمنّا!
آ میرے قریں اور قریں اور قریں اور

؎ جب تیرا ذکر چھڑ گیا صبح مہک مہک اُٹھی
جب تیرا غم جگا لیا، شام مچل مچل گئی

؎ نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے، ترے فکر سے، تیری یاد سے، تیرے نام سے

مراقبہ حضوری

اس استقامت کے نسخے کو تصوّف کی اصطلاح میں "مراقبہ حضوری" کہتے ہیں یعنی ہر دم یہ دھیان رکھنا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہیں اور وہ ہماری طرف رحمت اور پیار محبت کے ساتھ متوجہ ہے۔ اس ناطے سے یہ چاروں کام ہوں گے تو پھر انشاء اللہ اعضاء و جوارح حق کا ساتھ دیں گے۔ پھر طبیعت ادھر نہ آنے کا شکوہ نہیں ہو گا۔ پھر اس کے ہاں سے آنے کو دل نہیں چاہے گا پھر تو دِل چاہے گا کہ

؎ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

لیکن صرف تصورِ جاناں نہیں بلکہ دوران کار میں تصورِ جاناں' پنجابی کی ضربُ المثل ہے کہ

؎ دل یار ولے' ہتھ کار ولے

دل بیار' دست بکار

ہاتھ کام کرتے رہیں اور دل اسی کی طرف لگا رہے بقول شاعر:

؎ گفتگو کسی سے ہو تیرا دھیان رہتا ہے

ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے. سلسلۂ تکلم کا

؎ زندگی کا خلاصہ وہی اِک لمحۂ شوق

جو تری یاد میں اے جانِ جہاں گزرا ہے

؎ ان کا ذکر' ان کی تمنا' اُن کی یاد

وقت کتنا قیمتی ہے' آج کل

؎ یاد میں تیری دو عالم کو بھلانا ہے ہمیں

عمر بھر اب کہیں آنا ہے' نہ جانا ہے ہمیں

ان چاروں اعمال کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے ایک خاص محبت پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کی درگاہ میں حاضر رہنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کے کوچہ سے بتقاضائے بشریت لوٹ کے آنے پڑے تو دل پہ بوجھ ہوتا ہے:

؎ داغِ وارفتہ کو ہم رات ترے کوچے سے

اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

؎ یوں اُٹھے آہ اس گلی سے ہم

جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

یہی بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ مومن مسجد میں اس طرح سے ہوتا ہے جیسا کہ پانی مچھلی میں اور منافق مسجد میں اس طرح سے ہوتا ہے جیسے قفس میں پرندہ!

استقامت کے اس نسخے کے بعد فرمایا کہ جنگ و جدل سے بچنے کی کوشش کریں۔ اگر مجبوراً کسی موقع پر اس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو تو جدالِ اَحسَن سے کام لیجئے۔

Marfat.com

ایک شُبہے کا ازالہ

اہلِ مکہ کے ایک اور شبے کو زائل کرنے کے لئے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○
بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○

"اے نبیؐ تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔" (العنکبوت: 48-49)

نبوّتِ محمدیؐ کا ایک کُھلا ثبوت

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ پڑھے لکھے نہیں تھے یعنی آپ نے کسی مکتب سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی' بلکہ جس قدر بھی انبیاء گزرے ہیں' سب اُمّیٌ (ناخواندہ) تھے۔ انہوں نے کسی انسان سے یا کسی انسانی ادارے سے کبھی تعلیم نہیں پائی۔ یہ تو بیسویں صدی کے جھوٹے نبی ہوتے ہیں جو پرائمری سکول میں پڑھتے ہیں۔ پھر فیل ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا شک ماسٹر ان کو مرغا بناتا اور ان کو ڈنڈے مارتا ہے۔ لیکن خاتم المعصومین علیہ التحیۃ والتسلیم نے کسی ادارے سے تعلیم حاصل نہ کی اور آج آپ کے پاس ایسی کتاب ہے جس کو پڑھ کے لوگ دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہ ہر نبی کی شان ہوتی ہے کہ نبوت سے پہلے ان کی زندگی کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے۔ جونہی نبوت آتی ہے تو بالکل دوسرا رنگ ہو جاتا ہے۔ اچانک انقلاب آجاتا ہے کیونکہ آپؐ نے اس سے پہلے کسی شخص کو نہ ٹوکا نہ خیر و شر کے مسئلے پر کہیں لیکچر دیا اور نہ توحید و شرک کی بات کی بلکہ آپ نے صرف تجارت کی اور تجارت میں صادق اور امین تھے۔ بلکہ کبھی میدانِ جنگ میں بھی نہ اترے۔ کبھی تلوار چلانا' تیر چلانا بھی نہ سیکھا۔ بس ایک خاموش تاجر! لیکن نبوت کے فوراً بعد دنیا نے دیکھا کہ وہ شخص جس نے کبھی تین آدمیوں کو بٹھا کے کبھی گفتگو بھی نہیں کی تھی' وہ بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب کرتا ہے۔ وہ انسان جس نے ہاتھ میں کبھی تلوار نہیں پکڑی تھی' وہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا جرنیل ہے۔ آپ نے زندگی میں 83 جنگیں لڑیں اور ان 83 جنگوں میں دونوں طرف سے مسلمانوں اور کفّار کی طرف سے جو قتل ہوئے' ان کی تعداد 533 ہے یعنی 83 جنگوں میں 533 مقتولین! اور ان سب کے نام بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ کچھ شک و شبہ والی بات نہیں ہے انسانی

Marfat.com

تاریخ میں اتنا پرامن (Bloodless) انقلاب اور اتنی تعداد میں جنگیں اور اتنی کم تعداد مقتولین (casualties) آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں اور ایسی ایسی جنگی چالیں چلیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ فتح مکہ کا ایک واقعہ ہی کافی ہے جو تورات میں بھی اشارۃً لکھا ہوا ہے:۔

حضورِ اکرمؐ مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے۔ اب جانا مکّہ مکرمہ کو تھا۔ وہ جنوب میں ہے آپ شمال کو چل پڑے۔ لوگ سمجھے کہ شاید تبوک کی طرف جا رہے ہیں' خیبر کی طرف جا رہے ہیں۔ شمال کی طرف چلے۔ پھر دائیں پھر بائیں پھر ادھر پھر ادھر کسی شخص کو پتا نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدھر جا رہے ہیں' آپ کا دس ہزار کا لشکر کہاں جا رہا ہے۔ اور اچانک لوگوں کو پتا چلا کہ مکّہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے وہاں پہنچ کر ایک حکم صادر فرمایا کہ دیکھو کوئی شخص کسی دوسرے سے کھانا نہ مانگے بلکہ الگ الگ اپنا کھانا خود پکاؤ۔ جبکہ پہلے ایک باورچی کھانا پکاتا تھا' تین سو آدمی کھاتے تھے۔ اب جہاں ایک چولہا جلتا تھا' وہاں تین سو چولہے جلے۔ لوگوں نے اسی سے اندازہ کیا کہ اتنے چولہے جلے ہیں تو اتنا بڑا لشکر بھی ہو گا۔ اب دس ہزار چولہے دیکھ کر اہلِ مکّہ کا پتا پانی ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ اب تو لڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہتھیار ڈال دیئے اور یوں مکہ بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔ اس جنگ میں انسان سے محبّت ہے کہ انسان کی جان ضائع نہ ہو۔ وہ شخص جس نے کہ فن سپہ گری میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ وہ آج انسانی تاریخ کا سب سے بڑا جرنیل نظر آتا ہے۔ اور پھر ایسا بھی ہوا کہ ایک شخص میدان میں کہتا ہے' محمدؐ ساری دنیا کو لڑاتے پھرتے ہو' بہادر ہو تو خود میرے مقابلے میں آؤ۔ میں کسی اور سے نہیں لڑنا چاہتا ہوں۔ صرف تم سے لڑنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے صحابہؓ سے کہا کہ ہٹ جاؤ' اس کو میرے پاس آنے دو۔ اور اس نے حضورؐ پر حملہ کیا۔ آپ نے صرف نیزہ آگے کیا اور نیزہ اس کو ہلکا سا چبھا اور اس کو اتنا درد ہوا کہ وہ چیخ چیخ کر مر گیا۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ یہ نیزے سے نہیں مرا بلکہ کسی اور چیز سے مرا ہے۔ اسی طرح ساری زندگی میں کبھی آپ نے کشتی کا فن نہیں سیکھا۔ جزیرۂ عرب میں ایک پہلوان نے کہا: ہمیں صرف کشتی آتی ہے' ہم کسی اور چیز کو نہیں جانتے۔ جو ہمیں کشتی میں ہرا لے گا' ہم اس کے مرید ہیں۔ آپ نبیؐ ہیں تو مجھے کشتی میں ہرا دیں۔ اب ہے نا یہ بچوں والی بات! بھلا نبوّت کہاں اور پہلوانی کہاں۔ آپ نے کہا اچھا کوئی بات نہیں۔ ہم کشتی لڑ لیتے ہیں۔ آپ میدان میں آ گئے اور وہ جب قریب آیا تو آپ نے اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس کو یقین نہیں آیا۔ اس نے کہا نہیں نہیں' ابھی نہیں۔ میں پھر لڑوں گا۔ ایک سیکنڈ میں آپ نے اس کو پھر زمین پر پٹخا۔ چاروں شانے چت! دوسری مرتبہ ذرا زور سے اٹھا کر پٹخا تو وہ کہ رہا تھا **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** اب یہ کیا ہے کہ نبوت سے پہلے ان میں سے کوئی چیز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں نظر نہیں آتی اور نہ ماحول ایسا ہے کہ معاشرہ ایسی شخصیت کو جنم دے۔

آپؐ انٹرنیشنل لاء کے بانی ہیں

انٹرنیشنل لاء کو سب سے پہلے مرتب کرنے والے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ انسانی تاریخ شاہد

Marfat.com

ہے کہ اس سے پہلے جنگل کا قانون تھا اور یہ بات مسلم تھی کہ فاتح کو حق ہے کہ وہ عورتوں کو لونڈیاں اور مردوں کو غلام بنالے' جس کو چاہیں قتل کرلیں۔ جتنا چاہیں مال لوٹ لیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی قانون دیا کہ جب جنگ کرو تو بوڑھوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا' جو شخص عبادت گاہ میں عبادت کر رہا ہے' اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ درختوں' فصلوں کو برباد نہیں کرنا اور یہ چیلنج ہے کہ آپؐ سے پہلے یہ اقوال آپ کو ہرگز نہ ملیں گے اور ایسا یقیناً ممکن نہیں تو پھر ایمانداری کے ساتھ غور کریں کہ خطابت' علم' حکمت اور فراست یہ سب چیزیں یکایک کیسے آگئیں؟ بغیر کسی پس منظر(Back ground) کے! تو یہ کھلی کھلی اور روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جنہیں علم بخشا گیا ہے۔ اور جو اس کے باوجود ان واضح آیتوں سے انکار کرتے ہیں' وہ ظالم ہیں۔

اہل ایمان کے لئے ہجرت کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ○
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۡ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۠ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

"اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو۔ میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی بجا لاؤ۔ ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹ کر لائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں' ان کو ہم جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی عمدہ اجر ملے گا عمل کرنے والوں کے لئے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔"
(العنکبوت:56-60)

حق کے مقابلے میں جو چیز انسان کو عام طور پر پریشان کرتی ہے' وہ یہ ہے کہ میں حق کا ساتھ تو دوں لیکن حالات' بچوں کا مستقبل' رزق' فلاں فلاں چیزیں' فلاں فلاں مسئلے اور مشکلات آڑے آجاتی ہیں جس کی وجہ سے انسان کمزور پڑ جاتا ہے۔ اپنی جان' مال' بچوں کی محبت اور رزق کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں ملازمت ہی نہ چھوٹ

جائے' تجارت میں فرق نہ آجائے۔ یہ سب باتیں انسان کو چاروں شانے چت گرا دیتی ہیں اور انسان حق کی بجائے جھوٹ' اور باطل کا ساتھ دیتا ہے۔ یہاں اس کا حل مذکور ہے کہ اگر ایک جگہ رہتے ہوئے تمہیں دشواریاں پیش آتی ہیں تو میری زمین بہت وسیع ہے تم میرے دین کی خاطر کہیں ہجرت کر جاؤ لیکن دین کو نہ چھوڑو کیونکہ وقت تو گزر جائے گا اور زندگی ختم ہو گی اور موت آکر رہے گی اور موت کے بعد کا وقت بہت سخت ہے۔ اگر تم نے زندگی اس ڈھب سے گزاری کہ حق کو نہ چھوڑا تو پھر جنّت کے باغات اور محلّات میں تمہیں ٹھہرائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں یہ کھٹکا بھی نہ ہو گا کہ میرا مکان' میری ملازمت' میرا مال یا میری نعمتیں چھن جائیں گی بلکہ تم ہمیشہ وہاں رہو گے۔ ایک مرتبہ جو نعمت مل جائے گی' وہ ہمیشہ رہے گی۔ موت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی لیکن اس دنیا اور آخرت میں بہتر انجام ان لوگوں کا ہے جن میں دو صفتیں ہوں صبر اور توکّل۔ صبر حق کے راستے میں ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنے اور حق پر جمے رہنے کا نام ہے اور توکل یہ ہے کہ اللہ پر مکمل بھروسا کیا جائے کیونکہ جب ہم اسباب اختیار کرتے ہیں تو اسباب پر بھروسا نہیں کرتے بلکہ اسباب کو پیدا کرنے والے پر بھروسا کرتے ہیں اور پھر کہا کہ جانوروں کو غور سے دیکھو۔ پرندے صبح گھر سے نکلتے ہیں۔ اپنا رزق اور توشہ دان ساتھ اٹھا کر نہیں چلتے ہیں۔ خالی پیٹ نکلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں رزق دے دیتا ہے۔ اگر تم اللہ پر بھروسا کرو تو اللہ تمہاری بے قدری نہیں کرے گا۔

دُنیوی زندگی کی حقیقت

دنیا کی زندگی بڑی عارضی اور ناپائیدار چیز ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ

"اور یہ (چند روزہ) زندگی صرف ایک غفلت اور کھیل کا سامان ہے اور اُخروی زندگی کا گھر ہی درحقیقت اصل زندگی کا گھر کہلا سکتا ہے۔ کاش کہ لوگ جانتے ہوتے۔" (العنکبوت:64)

یعنی یہ زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے یعنی ڈرامہ ہے۔ اس کے دوران میں کوئی بادشاہ کا بہروپ بھرتا ہے اور کوئی وزیر کا۔ لیکن ہوتا سب کچھ وہی ہے جو ہدایت کار چاہے۔ ڈرامے کے اختتام پر پوشاک' تاج وغیرہ سب چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اس دنیا کی کیفیت صرف اتنی سی ہے کہ عام تھیٹر کا ڈرامہ ذرا مختصر ہوتا ہے اور موجودہ دنیا طویل دورانیئے کا ڈرامہ ہے۔ اس میں اگرچہ وقت زیادہ لگتا ہے' لیکن موت کے ایک ہی جھٹکے سے پتا چلتا ہے کہ کھیل ختم ہو گیا ہے اور جب قبر میں اتارا جاتا ہے تو ایک بادشاہ اور ایک عام آدمی میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔

ہے ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

Marfat.com

کیجئے کیا اور شرحِ زندگی
کچھ سحر، کچھ دوپہر، کچھ شام ہے

کوئی سوتا ہو جیسے ڈوبتی کشتی کے تختے پر
اگر کچھ ہے تو بس اتنی سی دنیا کی حقیقت ہے

اہلِ مکہ کی نصیحت کے لئے ذکر کیا کہ حرم کو ہم نے امن و آتشی کا گہوارہ بنایا ہے۔ بایں ہمہ جو حق کا منکر ہے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ ہاں! اہلِ ایمان پر ہمارے مسلسل احسان ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

سورہ الروم (۳۰)

نام

پہلی آیت میں غُلِبَتِ الرُّوْم سے اس سورۃ کا علامتی نام اخذ کیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ بھی ہجرتِ حبشہ ہی کے زمانے میں نازل ہوئی۔

پس منظر

اس سورۃ کی ابتدائی آیات قرآنِ مجید کے مُنَزَّلٌ مِّنَ اللہ (اللہ کی طرف سے نازل شُدہ) ہونے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر واضح دلیل ہیں۔ اس سلسلہ مضامین سے قبل اس سورۃ میں مذکور واقعے کا تاریخی پس منظر جاننا ازحد ضروری ہے۔

نبوّت سے چند سال قبل روم میں بغاوت ہوئی۔ قیصرِ روم ماریس (Mauric) کی جگہ فوکاس (Phocas) نامی ایک شخص تخت نشین ہوا اور اس نے ماریس کے بیٹوں کو باپ کی موجودگی میں قتل کر دیا۔ پھر ماریس کو قتل کرا کے اس کا سر قسطنطنیہ میں لٹکوا دیا۔ بعدازاں اس کی بیوی اور بیٹیوں کو بھی قتل کر کے اس خاندان کا نام و نشان مٹا ڈالا۔

ان دنوں فارس (ایران) پر خسرو پرویز حکمران تھا جس پر ماریس کے بے حد احسانات تھے اور اسی باعث پرویز ماریس کو باپ کہتا تھا۔ فوکاس کی اس بربریّت اور سفاکی پر پرویز نے فوکاس کے خلاف جنگ کا فیصلہ کر لیا اور روم کو فتح کر لیا۔ فتحِ روم کے بعد پرویز نے فوکاس کو گرفتار کر کے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو فوکاس نے ماریس کے ساتھ کیا تھا۔ اس جنگ میں یہود نے مکمل طور پر اور نصرانیوں میں سے نسطُوری اور یعقوبی فرقوں نے بھی پرویز کا ساتھ دیا۔ فارسی فوجوں نے فتح روم کے بعد پیش قدمی جاری رکھی اور اردن، فلسطین اور صحرائے سینا کے علاقوں سے ہوتے ہوئے مصر کی حدود تک جا پہنچیں۔

جب عیسائیوں کو شکست ہوئی تو اہلِ مکّہ نے کہا کہ آتش پرست ایرانی غلبہ حاصل کر رہے ہیں جبکہ اللہ کی توحید کے قائل عیسائی ذِلّت و رسوائی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہم عرب بُت پرست بھی ان مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ قرآنِ مجید ایسے کڑے اور نازک حالات میں پیش گوئی کر رہا ہے جو اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے کہ اس مغلوبیّت کے بعد غلبہ اور اقتدار جلد رومیوں کو واپس مل جائے گا۔ ان آیات کے نزول کے وقت کُفّارِ مکّہ نے خُوب مذاق اُڑایا۔ اس پر اُبَیّ بن خلف نے سیدنا ابوبکرؓ سے شرط باندھ لی۔ یہ طے ہوا کہ

Marfat.com

اگر تین سال کے اندر رومی غالب آگئے تو شرط ابوبکرؓ کے حق میں ہوگی۔ جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتا چلا تو آپ نے فرمایا کہ لفظ "بِضع" کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے۔ اس شرط میں یوں ترمیم کرلو کہ دس سال کے اندر اندر غلبہ رومیوں کو حاصل ہوگا اور شرط کے اونٹوں کی تعداد سو ہوگی۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد دوسرے ہی سال ہرقل نے حملے کا آغاز کیا۔ آرمینیا کے راستے آذربائی جان میں داخل ہو کر روسیاہ کو تباہ کیا اور فارسی آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ادھر اسی سال معرکۂ بدر میں کُفّارِ مکّہ کو ذِلّت و رسوائی کے داغ چاٹنے پڑے۔ گویا ایک ہی دور میں دو پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ قرآنِ مجید کی اس پیش گوئی کے پورے ہونے پر اُبَی بن خلف کے ورثاء نے 100 اونٹ دے کر اس شرط کو پورا کیا۔ اس دور میں شرط کی حرمت کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سارے اونٹ صدقہ کردینے کا حکم دیا۔

مضامین

سورۃ کا آغاز رومیوں کی مغلوبیّت اور پھر ان کے غلبے کی پیش گوئی کے ساتھ ہے۔ اس میں انسان کو یہ بتایا گیا کہ "آدمی غلط اندازہ لگاتا ہے اور پھر اپنی ظاہری زندگی میں ان اندازوں پر اس قدر اعتماد کرلیتا ہے کہ پوری زندگی داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتا ہے"۔ یہ سب کچھ عقیدۂ آخرت سے لاتعلقی کا نتیجہ ہے جبکہ انسانی زندگی کا قبلہ درست رکھنے کے لئے عقیدۂ آخرت کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے بعد فطری دین یعنی توحید کا ذکر ہے جس میں شرک کا بطلان ازخود ہو رہا ہے۔ کیونکہ شرک فطرتِ سلیمہ کے برعکس ہے اور موجودہ دور کی دو قومیں اسی شرک کے باعث باہم جنگ و جدال کا شکار ہیں۔

اواخر سورۃ میں بارش کی تمثیل کا ذکر کرکے بتایا کہ جس طرح بارش کے بعد زمین پر آثارِ حیات نمایاں ہوتے ہیں اور ہر سُو سبزہ لہلہانے لگتا ہے، اسی طرح جب زمین پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو انسانیت کی خفیہ صلاحیتیں بے نقاب ہو کر ہر سُو نیکی اور خیر پھیلاتی ہیں۔ اس لئے اس ابرِ رحمت کے حصول کے لئے دورِ جاہلیت کے اعمال سے توبہ کرلینی چاہئے کیونکہ موت کے بعد اس کی تلافی ممکن نہیں۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں ایمان، اعمالِ صالحہ، صبر، مسکین و یتیم اور اہلِ قرابت کے حقوق کی ادائیگی کی وضاحت کے ساتھ کفریہ اور باطل اعمال سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝
فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝
فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ
یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝
وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

"الف۔لام۔ میم' رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے ہیں اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے' اللہ ہی کا اختیار ہے۔ پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور وہ دن وہ ہو گا جب اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے اور وہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔" (الروم:1-6)

غلبۂ روم اور غلبۂ اسلام کے بیک وقت ہونے کی دو معجزاتی پیش گوئیاں

قریش نے اس پیش گوئی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض لوگوں سے شرط بدِ گئی تھی کہ اگر نو سال کے اندر اندر جیسا کہ آیت میں تھا' ایران کو شکست نہ ہوئی تو ابوبکرؓ شرط ہار جائیں گے۔ نو سال کے اندر اندر رومی بھی جاگے اور انہوں نے نہ صرف ایران کو پسپا کیا بلکہ روند ڈالا اور یہ وہی سال تھا جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی بھی فتح ہوئی۔ یوں دونوں پیش گوئیاں بیک وقت پوری ہو گئیں اور یہ قرآنِ مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

آخرت پہ دلائل

یہاں سے آخرت کا موضوع شروع ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ آخرت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس پہ ایمان لانا آسان نہیں لگتا۔ دل چاہتا ہے کہ یہیں کھائیں اور مریں' بوڑھے ہوں اور

Marfat.com

مٹی کی خوراک بن جائیں' کہیں بھی جوابدہی نہ ہو اور اپنے اعمال کا حساب نہ دینا پڑے۔

قرآنِ مجید میں آخرت کے متعلق بے پناہ دلائل ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

"انہوں نے اپنے اندر جھانک کر نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے' وہ حق کے ساتھ پیدا کیا اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔" (الروم:7)

انسان کی امتیازی خصوصیات اور عقیدۂ آخرت

انسان کے اندر تین امتیازی خصوصیات ہیں:

ایک تو یہ کہ اس کو اس دنیا کے اندر تسخیر و تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا کہ انسان کو اس دنیا کے اندر پیدا کیا گیا کیونکہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آزادی فکر و عمل اور ارادے کی صلاحیت بخشی ہے۔

اور تیسری چیز یہ کہ اس کو اخلاقی حس بھی عطا کر دی۔ اس کے اندر ایک پہریدار بٹھا دیا جو اسے اچھے اور برے کی تمیز بتاتا ہے۔

ان تینوں باتوں کو باہم ملا کر سوچا جائے تو پتا چلتا ہے کہ محاسبہ ضروری ہے۔ اتنے زیادہ اختیارات دینے اور اخلاقی حس عطا کرنے کے بعد انبیاء اور ہدایت کرنے والے بھی بھیج دیئے۔ اب ظاہر ہے کہ اس بات کا محاسبہ ضرور ہو گا کہ ان سارے اختیارات کو اخلاقی حس اور انبیاء کی تعلیمات کے مطابق کام میں لائے یا نہیں۔

کائنات کے غیر دائمی ہونے پہ حرکیاتِ حرارہ کے دوسرے قانون کی حتمی دلیل

دوسری دلیل یہ ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "ہم نے انسان کو ایک مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کیا۔" فلسفے میں سینکڑوں سال یہ بحث رہی کہ موجودہ کائنات ازلی اور ابدی ہے یا کچھ عرصے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس میدان میں یہ بحث شاید صدیوں جاری رہتی لیکن موجودہ دور کی سائنس نے اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ خصوصاً حرکیاتِ حرارہ کے دوسرے قانون نے یہ بات طے کر دی کہ یہ کائنات ایک مقررہ وقت میں پہلے پیدا کی گئی اور اس کو آخر میں لازماً ختم ہو جانا ہے۔

Marfat.com

عدلِ کامل صرف آخرت میں ممکن ہے

یہ طے ہے کہ اس دنیا کو ختم ہونا ہے اور اس کی جگہ نئی کائنات کا ظہور ہونا ہے اور یہ بھی طے ہے کہ یہ دنیا دارُالجزاء نہیں بلکہ دارُالعمل ہے اور نہ یہاں عدل ممکن ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک صاحب قتل کرتے ہیں' عدالت اسے سزائے موت دیتی ہے۔ دوسرے شخص نے اگر سو قتل کئے ہیں تو اسے بھی فقط ایک ہی سزائے موت دی جائے گی۔ حالانکہ اصل سزا تو یہ تھی کہ جس شخص نے سو مرتبہ قتل کیا تھا' اسے اتنی ہی مرتبہ زندہ کیا جاتا' اتنی ہی مرتبہ قتل کا مزا چکھایا جاتا لیکن دنیا میں یہ ممکن نہیں تھا اور نہ ہے۔ یہ آخرت ہی میں ہو سکے گا۔

اس واضح دلیل کے باوجود کچھ لوگ آخرت کے وجود اور اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس کائنات میں گھومنے اور اقوامِ سابقہ کے احوال کے مشاہدے کا حکم دیا اور بتایا کہ ان ہلاک شُدگان کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے مگر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ کفر و انکار پر اَڑے رہے اور ان کے اسی ظلم کے باعث ان کو نیست و نابود کر دیا گیا اور یہ ہلاکت احکامِ الٰہی کا مذاق اڑانے کے باعث ہوئی۔

حشر کے میدان میں انسان کی رسوائی کا باعث

اللہ تعالیٰ کی کارسازی کے ذکر میں اس کائنات کے آغاز کا ذکر ہے اور اس کے منکروں کے لئے قیامت کے دن ذِلّت و رسوائی کا ذکر ہے کہ اس روز ان کا دنیوی جاہ و جلال اور عزّت و وقار کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○

"ان کے (من گھڑت) شریکوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہو گا۔ اور وہ اپنے شریکوں سے بیزار ہو جائیں گے۔" (الروم:13)

مشرکین کو شرک کے باعث عذابِ جہنّم میں جھونک دیا جائے گا جب کہ ان کے مقابل اہلِ ایمان کی عزّت و تکریم کی جائے گی اور وہ جنّت کے باغات میں خوش ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں صبح و شام وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد کرتے تھے۔

دلائلِ توحید

اس ذکر کے ساتھ ہی توحید کے موضوع پر دلائل کا سلسلہ ہے۔ آغاز میں ذکر ہو چکا کہ کفّارِ مکّہ نے رومیوں کی مغلوبیت کو اللہ کے وجود کے انکار پر بطورِ دلیل پیش کیا تھا۔ یہاں اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا ایک طویل ذکر ہے۔ جس کا اجمالی خاکہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے۔ اس نے انسان کو

Marfat.com

ابتداءً مٹی سے پیدا کیا اور پھر اسی کے وجود سے اس کا "زوج" (جوڑا) بنا کر اس کے لئے محبت و سکون کا سامان بہم پہنچایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ

"اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت کو پیدا کیا۔" (الروم:21)

اس کے بعد اسی سورۂ روم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ایک نشانی بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ

"ہم نے تمہارے درمیان دوستی اور رحمت کی کیفیت کو پیدا کیا ہے۔" اور تمہارے درمیان زبان' رنگ اور ثقافت کا اتنا تفرقہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ پر ایک دنیا ہے۔ ذرا غور کریں کہ ایک فیکٹری جب کوئی پراڈکٹ بناتی ہے تو ایک برانڈ اور ایک ہی طرح کی ہزاروں چیزیں بن جاتی ہیں۔ لیکن خالقِ کائنات نے ایک چیز بنائی ہے تو دوسری اس سے نہیں ملتی' ایک درخت کا پتا دوسرے درخت کے پتے سے نہیں ملتا۔ اتنی زیادہ اور بڑی ورائٹی کے لئے تو اسی احسنُ الخالقین کی حکمت چاہیے۔ پھر زمین و آسمان کی تخلیق اور زبان اور نسل کے اعتبار سے اختلاف' رات اور دن کے فوائد و ثمرات' آسمان سے پانی کا برسانا اور اس کے ذریعے سے دُنیوی حیات کی بقاء کے اسباب مہیا کرنا وغیرہ پر غور کی دعوت دے کر فرمایا کہ وہی ہستی یہ سب کچھ کر سکتی ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ

"اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے' پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا' اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔" (الروم:27)

شرک کی تردید کے لئے ایک مثال

گویا کارخانہ عالم اللہ کی قدرت کا مظہر ہے اور وہ اپنی قدرت کے ذریعے سے تم کو مٹا کر دوبارہ پیدا کرنے پر بہت قادر ہے۔ اور پھر ایک سادہ سی مثال بیان کر کے شرک کی قباحت واضح کی۔ خلاصہ یہ کہ تم اپنے لونڈی غلام کے بارے میں یہ گوارا نہیں کرتے کہ وہ تمہارے کسی حکم میں کسی اور کو ترجیح دیں بلکہ تم ان پر عارضی ملکیت کے باعث مکمل اختیار کے خواہاں ہو۔ بھلا اللہ تعالیٰ جو سچا مالک ہے' وہ کیسے گوارا کرے گا کہ اس کے حکم میں کسی کو شریک کیا جائے؟

اس لئے اِرشاد ہوا:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ

Marfat.com

"تم یکسو ہو کر اللہ کے دین پر سیدھے چلتے رہو۔" (الروم:30)

اور اس کی مزید تشریح یہ کہ

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

"اُسی کی طرف رجوع کرو۔ اسی سے ڈرتے رہو' نماز پڑھتے رہو' اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔"

(الروم:31)

؎ خیالِ غیر سے نفرت' دلِ عاشق کو لازم ہے
محبت ان کی کہتی ہے کہ ترکِ ماسوا کر دوں

مشرکین کی ایک خاص صفت کہ وہ فرقہ واریت کے علمبردار ہوتے ہیں

اس آیت میں "دینِ حنیف" کی وضاحت کے بعد نماز پڑھنے والوں کو خاص طور پر وصیت کی کہ

"مشرکوں میں نہ ہونا"

قرآنی انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کو خاص طور پر یہ کہنا اس لئے ہے کہ شیطان ان لوگوں پر زیادہ حملہ آور ہوتا ہے جو نیکی کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور اسی طرح فرمایا کہ

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

"اور نہ ان لوگوں میں سے ہونا کہ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے۔ سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔" (الروم:32)

گویا شیطان نماز قائم کرنے والوں کو ٹکڑوں میں بانٹ کر دنیا میں اہلِ دین کو بدنام کرانا چاہتا ہے' اس لئے اہلِ دین کو یہ دونوں نصیحتیں خاص طور پر کیں اور اس دور میں آپ غور کریں کہ شیطان نے نمازیوں ہی کو تقسیم در تقسیم کے چکر میں ڈالا ہوا ہے۔ اس آیت میں ایک نہایت اہم بات کی طرف اشارہ ہے اور وہ تفرقہ کا اصل سبب ہے کہ جو لوگ فرقہ فرقہ بنتے ہیں اور فرقہ واریت کا پرچار اس دھوم دھڑکے سے کرتے ہیں کہ دین کی بنیادی دعوت بھی اس میں دب کر رہ جاتی ہے' ایسے لوگ دراصل مشرک ہیں۔ ان لوگوں کی خصوصی علامت یہ ہوتی ہے کہ یہ فروعی اور فرقہ وارانہ مسائل کو جو دراصل زیادہ تر غیر حقیقی بلکہ شکلی مسائل ہیں' دین کی اصل دعوت سے بھی زیادہ اہمیت دے دیتے ہیں اور یہی بات تفرقہ و انتشار کا سبب بنتی ہے۔

اس بارے میں ایک اہم بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے' وہ یہ کہ اہلِ توحید کا تو ایک ہی راستہ ہوتا ہے: ایک اللہ کی عبادت' ایک رسولؐ کا اتباع' بس ایک ہی صراطِ مستقیم جو جنّت تک جانے کا ایک ہی انتہائی مختصر راستہ ہے۔ اس کے برعکس اہلِ شرک کو ایک اللہ کی عبادت کے علاوہ دیگر کئی معبودوں کے لئے گنجائش رکھنا پڑتی ہے۔ اس طرح

Marfat.com

سے ایک راستہ اختیار کرنے کی بجائے انہیں "کئی راستے" اختیار کرنا پڑتے ہیں اور یہی بات کئی فرقوں کی پیدائش کا باعث بن جاتی ہے۔

مالی حقوق کی ادائیگی کا حکم

دین داری کے ذکر کے ساتھ ساتھ دُنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے دن رات سرگرداں رہنے والے انسان کو فرمایا جو روزی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے:

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰہِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہے' رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے' تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اہلِ قرابت' محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو۔ جو لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں' ان کے لئے یہ بہتر ہے اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔" (الروم:37-38)

قومی معیشت پہ اثر

ان آیات میں حقوقِ مالیہ کی ادائیگی کا حکم ہے کیونکہ جب تک مال گردش میں رہتا ہے' معاشرہ خوشحال ہوتا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سا مال ایسا ہوتا ہے جسے بینک میں رکھنا پڑتا ہے۔ کچھ مال ایسا ہوتا ہے جو زیورات کی شکل میں رکھنا پڑتا ہے۔ یہ مال مردہ Dead Property ہے۔ وہ مال جو کہ تجارت پہ نہیں لگایا جاتا' (Invest) نہیں کیا جاتا' جو معاشرے کے اندر ایسے گردش نہیں کرتا جیسے انسانی جسم میں خون گردش کرتا ہے تو یہ مال مردہ ہوتا ہے۔ اسلام اس مالِ مردہ کا دشمن ہے۔ اسی لئے حکم دیا کہ اپنے مال میں سے اڑھائی فیصد سالانہ زکوٰۃ دو۔ اب جو شخص اڑھائی فیصد زکوٰۃ دے گا' کس میں سے دے گا؟ اسی مالِ مردہ میں سے کیونکہ یہ مال اس کے پاس بے کار پڑا ہوتا ہے اور درحقیقت انسان کے جرائم کا اصل سبب یہی مالِ مردہ ہے۔ جوا اسی مال سے کھیلا جاتا ہے۔ رشوت' نشہ' شراب نوشی گویا تمام خرابیوں کی جڑ یہی مردہ مال ہوتا ہے جو بیکار رکھا رہتا ہے۔ اسلام اس مال کو کم سے کم کرنا چاہتا ہے۔ ایک شخص اپنے کارخانہ' کاروبار' جائیداد' دوکان غرض جو اس کے پاس ہے' اس میں سے زکوٰۃ دیتا ہے۔ اب جب یہ مال غریب کے ہاتھ میں جائے گا تو غریب اس سے ضرورت کی چیزیں خریدے گا۔ اناج' کپڑے'

Marfat.com

جوتے' دوا وغیرہ۔ تو اب یہ مال زندہ ہو گیا اور پھر یہ مال اسی دوکان پر پہنچ جائے گا جہاں سے بطور زکوٰۃ نکالا گیا تھا مگر غریب کو نفع پہنچا کر۔ لیکن دیکھئے کہ مالِ مردہ کم ہوتا چلا گیا اور زندہ مال بڑھ گیا۔ معاشیات کا اصول یہ ہے کہ جس معاشرے میں مردہ مال کم سے کم اور زندہ مال زیادہ سے زیادہ ہو گا' اس کی معیشت میں ترقی اسی تیزی سے آئے گی۔ اس کو قرآن مجید نے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ تعبیر کیا۔ گویا مال کی گردش اتنی تیز ہونی چاہئے۔ بارانِ رحمت کی طرح کہ غریب اور امیر کا فرق نہ ہو۔

زکوٰۃ اور سود کی تاثیر کا موازنہ

ماہرینِ معاشیات سمجھتے ہیں کہ جو زکوٰۃ کی تاثیر (Activity) اور عمل ہے' سود کا عمل اس کے برعکس ہے۔ سود مالِ زندہ کو کم سے کم تر اور مالِ مردہ کو زیادہ سے زیادہ کرتا ہے۔ کیونکہ جس شخص نے سود دینا ہوتا ہے' وہ اپنی جائیداد اور کاروبار سے پیسہ نکال کر مہاجن کو دیتا ہے۔ اور مہاجن اس مال کو تجوری میں جمع کرتا ہے۔ تو مال زندہ معاشرے سے نکلا اور مہاجن کی تجوری میں چلا گیا جس سے مردہ مال بڑھتا گیا اور زندہ مال کم ہو گیا۔ نتیجۃً ملک کی معیشت مسلسل خسارے میں چلی جاتی ہے۔ اور اسی کو قرآن نے یوں تعبیر کیا:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○

"اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو' اس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دگنا اور سہ گنا کرنے والے ہیں۔" (الروم:39)

اس فلسفے کے بعد کفر کے وبال کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں بندوں کو داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور آخرت میں بازپُرس کی حقیقت واضح فرماتے ہیں۔

مجرم حشر کے میدان میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ○

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ

Marfat.com

إِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ
بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ○
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ○

"اور جب ساعت برپا ہوگی یعنی قیامت کی گھڑی جب آجائے گی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں بھی دھوکا کھایا کرتے تھے۔ مگر جو علم اور ایمان سے بہرہ مند کئے گئے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تو تم روزِ حشر تک پڑے رہے ہو۔ سو یہ وہی روز حشر ہے لیکن تم جانتے نہ تھے۔ پس وہ دن ہو گا جس میں ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی۔ اور نہ ان سے معافی مانگنے کے لئے کہا جائے گا۔ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے۔ تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ' جن لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا ہے' وہ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو۔ اس طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ان لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔ پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) صبر کرو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچّا ہے۔ اور وہ لوگ آپ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں لاتے۔" (الروم:55-60)

قیامت کے روز یہ منظر ہو گا کہ اللہ کے سامنے مجرم لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہم تو دنیا میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہے۔ یہ نہیں کہ وہ اللہ کے سامنے جھوٹ بول رہے ہوں گے یا جھوٹی قسمیں کھا رہے ہوں گے۔ بلکہ دنیا کی زندگی' عیش و آرام اور ساری آسائشیں وہاں خواب ہو کر رہ جائیں گی۔ اور زندگی کے ساٹھ' ستّر' اسّی' نوّے سال انہیں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نظر نہیں آئیں گے۔

؎ ساز ہستی کی صدا غور سے سن
کیوں ہے یہ شور بپا غور سے سن
دن کے ہنگاموں کو بیکار نہ جان
شب کے پردوں میں ہے کیا؟ غور سے سن
چڑھتے سورج کی ادا کو پہچان
ڈوبتے دن کی ندا غور سے سن

اکثر اہلِ شرک' شرک کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر شرک کرتے ہیں

ایک اور بات وہ قسم کھا کر کہیں گے کہ دنیا میں انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○

"اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم مشرک نہ تھے۔"

وہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم سے اور گناہ یقیناً ہوئے مگر ہم نے شرک کبھی نہیں کیا۔ کیونکہ جس قدر شرک انہوں نے زندگی بھر میں کیا' وہ اس کو شرک سمجھتے ہی نہ تھے۔ اس جہالت کے باعث انہیں آخرت میں ندامت نہ ہوگی۔ بلکہ اس کو عین توحید سمجھتے رہے اور یہ بات اس وقت سمجھ میں آئے گی جب وہاں باز پرس ہوگی۔ اور پھر فرمایا کہ دیکھو صبر کرو اور کوئی ایسا عمل نہ کرنا کہ بے ایمان لوگوں کے سامنے تم ہلکے پڑ جاؤ یا تمہاری شخصیت بے وزن ہو جائے۔ بلکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان نہیں ہے' وہ اپنے آپ کو تمہارے سامنے ہلکا اور بے وزن محسوس کریں۔

Marfat.com

Marfat.com

سورہ لقمان (۳۱)

نام

سیدنا لقمان کی نصیحتوں کا تذکرہ اس سورۃ میں ہے۔ اسی مناسبت سے لقمان نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کا نزول اس دور میں ہوا جو مکہ میں مسلمانوں پر مصائب کا دور تھا اور والدین کے حقوق کے حوالے سے نوجوانوں کو دینِ اسلام سے روکنے کی سازش تیار کی گئی تھی۔ اس سورۃ میں بتایا گیا کہ والدین کے سارے حقوق ادا کرنا مومن پر لازم ہے مگر والدین کے حکم پر شرک نہیں اپنایا جا سکتا۔

مضامین

توحید کی سچائی اور معقولیت، شرک کی نامعقولیت و لغویت کے ذکر کے بعد آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے روکا گیا اور ان تعلیمات پر غور و تدبر کی دعوت دی گئی جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قدیم فلسفی سیدنا لقمان کے اقوال کا ذکر کیا گیا کیونکہ واقعاتِ گزشتہ اور ضربُ الامثال بات کی وضاحت میں مفید کردار ادا کرتے ہیں۔ اور اس دور میں لقمان کی حکمت و دانش کا ذکر اس دور کے شعراء و خطباء کے ہاں مروج بھی تھا۔
اخلاقیات کے ضمن میں اقامتِ صلوٰۃ، زکوٰۃ کی ادائیگی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، صبر و شکر، اعمالِ صالحہ اور اطاعت والدین کا ذکر ہے جبکہ تکبر، شرک، کفر، گمراہی اور دین کے استہزاء سے رکنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝
هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکو کاروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ جو نماز کی پابندی کرتے' زکوٰۃ ادا کرتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں۔" (لقمان: 1-5)

نیکو کار کون؟

سورۃ کا آغاز قرآنِ مجید کی عظمت اور ثمرات کے ذکر کے ساتھ ہے کہ یہ کتاب صرف نیکو کاروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے کہ نیکو کار کون ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ نیکو کار ایک مافوقُ الفطرت قسم کا انسان ہوتا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا حالانکہ نیکو کار سے مراد وہ شخص ہے کہ جو نیکی کے کاموں کا عزم کرلے اور اس کے مختلف درجات ہیں:

1- ایک کافر کی نیکی یہ ہے کہ وہ ہدایت کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ضرور ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔

2- ایمان کی قبولیت کے بعد نیکی یہ ہے کہ آدمی ارکان اسلام پر کاربند ہو جائے۔

3- اور پھر ہر لحہ سُنّت و مستحبات کا اہتمام اس انداز سے کرے کہ اس کی اپنی شخصیت و ذات فنا ہو جائے اور وہ خالق کے احکام اور سُنّتِ نبوی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ نظر آئے۔

عام طور پر ہم نیکو کار کے آخری معنی کو لے لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ نیکو کار کو مزید کیا ہدایت ملے گی؟ یہ بات اس انداز سے درست نہیں۔ اس لئے قرآنِ مجید ہر انسان کے لئے وہ چاہے جس درجہ اور جس مقام پر بھی ہے' ہدایت اور رحمت ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی طلب پیدا ہو جائے اور پھر یہی طلب کامیابی کی تمام

منازل سے ہمکنار کرے گی۔

بدکرداری کے علمبردار

اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس طلبِ رحمت کے جذبہ کو ختم کرنے یا کم از کم بہکانے کے لئے مختلف حربے اختیار کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

"اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو بے ہودہ حکایات (و آلات) خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کی جہالت کے سبب اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اس سے استہزاء کریں۔ یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا اور جب ان کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ گویا ان کو اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں بوجھ ہو۔ ان کو دردِ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔" (لقمان:6-7)

اس میں وہ سارے لوگ شامل ہیں جو ایسے آلات بناتے' خریدتے اور استعمال کرتے ہیں جن کے باعث انسان کو گمراہی کے راستوں پر دھکیلا جا سکے۔ اس آیت کے ذیل میں مفسرین و محدثین نے آلاتِ مزامیر (گانے بجانے کے آلات) اور ان حکایات اور کہاوتوں کو شمار کیا ہے جن کی لذت و سرور میں عام انسان بہ جاتا اور احکامِ الٰہی سے دور ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے لئے دو قسم کے عذاب کا ذکر ہوا ہے:

نمبر1- ذلیل کرنے والا عذاب۔

نمبر2- دردناک عذاب۔

اور آج ہماری اکثریت اسی گمراہی و ضلالت کی راہ پر چلتی ہوئی اپنے عبرت ناک انجام کو قریب کر رہی ہے۔

اثباتِ توحید اور لقمان

اس ذکر کے بعد توحید کے اثبات اور شرک کی تردید پر دلائل ہیں اور پھر سیدنا لُقمان کی نصیحتیں ہیں۔ یہ لُقمان کون تھے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کے دور میں یہ حبشی غُلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانش سے نوازا تھا۔ یہاں ان کی ان نصیحتوں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔

Marfat.com

لُقمان کی نصیحتیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ
الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ
فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○
وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا
وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ
اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ
اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ○
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى
مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○
وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ
لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ○

"یاد کرو جب لُقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضُعف پر ضُعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے' اور ہم نے اس کو یہ تاکید کی کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے لیکن والدین اگر تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ

Marfat.com

تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔ اور لقمان نے کہا تھا کہ بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو' اللہ اسے نکال لائے گا' وہ باخبر ہے۔ بیٹا نماز قائم کرنے کا حکم دے۔ بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے' اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ لوگوں سے منہ پھلا کر بات نہ کر۔ نہ زمین پر اکڑ کر چل۔ اللہ کسی خود غرض اور فخر کرنے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال پیدا کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ اور سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔" (لقمان:13-19)

یہ لُقمان کی نصیحتیں ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی ہیں۔ اس میں شرک سے روکنا اور توحید کی طرف بلانا ہے۔ اس کے فوراً بعد والدین کے حقوق اور ان سے نرمی کا حکم ہے اور فرمایا کہ خدانخواستہ وہ تجھے دینِ حق سے ہٹائیں تو دُنیوی معاملے میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ لیکن پیروی ان کی بجائے اللہ والوں کی کرو اور فرمایا کہ تم جیسے بھی اعمال کرو گے' جہاں کہیں بھی کرو گے' وہ اعمال آسمانوں میں ہوں' زمین میں ہوں یا کسی چٹان میں ہوں' وہ نہ اللہ تعالیٰ سے چھپے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ انہیں بھولے گا' وہ انہیں نکال کر لے آئے گا۔

نماز' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' صبر اور اخلاقِ حسنہ کی تلقین کی کہ لوگوں کے ساتھ بات کریں تو اس طرح سے نہیں کہ اس میں تکبر کا پہلو ہو اور چال ڈھال بھی ایسی نہ ہو جس میں تکبر کا پہلو ہو۔

؎ بات اتنی سی ہے اے واعظِ افلاک نشیں
کیا ملے گا اسے یزداں جسے انسان نہ ملا

توحید اور روایت پرست جاہلوں کا کردار

ان نصیحتوں کے بعد پھر مسئلہ توحید کی عظمت کو اجاگر کیا اور روایت پرست جاہلوں کی ایک بات بیان فرمائی:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ○

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی' اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (تب بھی؟) (لقمان: 21)

کُفّار کسی بھی دور کے ہوں' وہ تعلیماتِ حق کے مقابلے میں ہمیشہ یہی بات کہتے ہیں کہ ہم ان روایات اور قدروں کو نہیں چھوڑ سکتے جو ہمارے باپ دادا کی ہیں۔ ان کو سمجھایا گیا کہ غور کرو کہ اگر تمہارے باپ دادا کو شیطان نے بہکا رکھا ہو اور وہ دوزخ کے عذاب کی جانب بڑھ رہے ہوں اور تمہیں اس بات کا پتا بھی چل جائے تو پھر کیا کرو گے؟

؎ تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی چھوڑ خضر کا' دریا بھی چھوڑ دے

نیکوکاروں کا انجام

اس کے بعد راہِ حق کو اپنانے والوں کا انجام مذکور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

"اور جس شخص نے اپنا آپ اللہ کے حوالے کر دیا اور نیکوکار بھی رہا تو اس نے مضبوط دستاویز ہاتھ میں لے لی۔" (لقمان:22)

گویا نجات کا راستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ مضبوط دلائل والی کتاب پر گامزن ہو جاؤ۔ اور بایں ہمہ اگر کچھ لوگ کفر پر اڑے رہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ خود نبٹ لے گا۔ کیونکہ جب ان سے آسمان و زمین اور دیگر مخلوقات کی تخلیق کی بابت سوال کیا جاتا ہے تو وہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کاریگری کے نمونے ہیں۔ مگر عبادت میں شرک کرتے اور گمراہی اپناتے ہیں۔

صفاتِ الٰہیہ کا لامتناہی ہونا

پھر بتایا کہ زمین کے سارے درخت قلم اور سمندر روشنائی بن جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ زمین و آسمان اور ساری مخلوق کی تخلیق اللہ کے ہاں اس قدر ہی ہے جیسے ایک انسان کا پیدا کرنا۔

؎ ہم خاک کے پتلوں نے جو کچھ تجھے سمجھا ہے
تو اس سے بھی برتر ہے' تو اس سے بھی اعلیٰ ہے

وہ قادرِ مطلق ہے اس نے رات' دن' سورج' چاند' کشتی' دریا' سمندر سبھی کچھ ہمارے تابع کر دیا ہے تاکہ ہم ان سے فوائد حاصل کریں۔ لیکن انسان ناشکرا اور ناقدرا ہے۔ وہ جب مصائب و مشکلات میں گھر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتا ہے اور جب نجات مل جاتی ہے تو پھر بہک جاتا ہے۔

برائی سے بچنے کے لئے ڈھال

ان حقائق کے اظہار کے بعد انسان کو ایک ایسی بات کہی جو انسان کو گمراہی و ضلالت سے بچنے میں حد درجہ معاونت بہم پہنچاتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا

Marfat.com

مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○

"لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو اور ڈرو اس دن سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہو گا۔ فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اور نہ دھوکہ باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دینے پائے۔" (لقمان:33)

دھوکا باز سے مراد انسان کا کھلا دشمن یعنی شیطان ہے جو انسان کو بے بنیاد اُمیدیں فراہم کر کے عمل اور جدوجہد سے غافل کر دیتا ہے۔ ایک خطرناک دھوکا یہ ہوتا ہے کہ فلاں حضرت کی اِرادت کام آئے گی' وہ آخرت میں دستگیری فرمائیں گے اور حساب و کتاب کی نوبت ہی نہ آنے دیں گے۔ آیتِ مذکورہ میں اس بات پہ زور دیا گیا ہے کہ پیر صاحب کا رشتہ تو بہت دور کا ہے' یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے اور بیٹا اپنے باپ کے کام نہیں آ سکے گا۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو گا۔ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔

ایسی صورتِ حال میں بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی کے آنے کی مجال نہیں اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ خود چاہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تن تنہا خود جواب دہ ہے۔ چنانچہ ایک ہی حل ہے کہ ہر شخص الگ الگ خود اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ سیدھا کر لے اور اپنے رب کے غضب سے ڈر کر رہے۔

قیامت

قیامت کے بارے میں فرمایا کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ کوئی کسی کا بدلہ نہیں بنے گا۔ کسی کے عمل کی سزا کوئی اور شخص نہیں اٹھائے گا۔ کسی شخص کا عمل کسی دوسرے شخص کے عمل کے لئے کفارہ نہیں بنے گا۔ ہر شخص اپنے اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہو گا اور تنہا اللہ کے سامنے پیش ہو گا۔ یہاں عیسائیت کا وہ مشہور عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر لٹک کر خود جان دے کر سب لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا' غلط ثابت کیا گیا۔

اسی لئے فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہاں کے غلط عقائد تمہیں دھوکے میں نہ ڈالیں۔ یہ غلط عقائد گھڑنے والا شیطان ہے جو دھوکے باز ہے اور تمہیں دھوکے میں رکھ رہا ہے کہ میرے گناہوں کا کفارہ یا کسی کی سفارش یا کسی کا آستانہ میرے کام آجائے گا۔ یقین کر لیجئے کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ صرف اپنے عمل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کام آئے گی۔

Marfat.com

حقیقی اور کامل علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اس سورۃ کی آخری آیت میں ان پانچ چیزوں کا ذکر ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

"بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بلاشبہ اللہ سب باتوں کو جاننے والا باخبر ہے۔" (لقمان:34)

1- قیامت

2- بارش کا اترنا۔ یہاں یہ اعتراض ممکن ہے کہ محکمہ موسمیات والے کچھ پیش گوئیاں کرتے ہیں تو یاد رکھئے کہ بارش کے نازل ہونے کے ذکر میں صرف بارش کے نزول کی خبر اور پیش گوئی نہیں بلکہ بارش کی مقدار' مقام' وقت بارش کے پانی کے فوائد و نقصانات اور اس کے اثرات سبھی کچھ مراد ہیں۔

3- حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس سلسلے میں بھی الٹراساؤنڈ (Ulterasound) ایک جدید طبی آلہ ہے جس سے جنین کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتی ہیں مگر یہاں مراد یہ ہے کہ اس حاملہ سے پیدا ہونے والا نر ہے یا مادہ' زندہ رہے گا یا نہیں۔ کتنی زندگی پائے گا' کیا عمل کرے گا؟ کیا کمائے گا اور کیا کھائے گا۔ اس کا نزول و قیام کتنا' کہاں کیسے اور کب ہو گا وغیرہ! یہ سبھی چیزیں مراد ہیں۔

4- کل کیا ہونے والا ہے؟ ہر متنفس کے آئندہ دن اور زندگی کے معمولات کیا ہوں گے؟ گو کہ ہم پروگرام مرتب کرتے ہیں مگر وہ پروگرام اکثر خراب بھی تو ہو جاتے ہیں گویا ہم اپنے پروگرام حتمی طور پر ترتیب نہیں دے سکتے۔ اسی لئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ "میں نے عزائم کے پورا نہ ہو سکنے سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔"

یعنی ہم نے پروگرام بھی ٹھیک ٹھاک بنایا تھا۔ عزم بھی پختہ تھا۔ اسباب بھی فراہم کر لئے تھے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ ہم اپنے عزم میں کامیاب نہ ہوتے مگر عملاً یہ دیکھا کہ کسی غیبی طاقت نے سارا کھیل بگاڑ دیا' اسباب بے وقعت ہو کر رہ گئے' پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا اور عزم پورا نہ ہوا۔ یہ غیبی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کون ہو سکتا ہے؟

5- کسی متنفس کی موت کہاں آئے گی؟

اس کا علم حاصل کرنے میں تو انسان مکمل طور پر عاجز ہے۔

Marfat.com

سورہ الٓم السجدہ (۳۲)

نام

مضمون سجدہ کی مناسبت سے یہی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکی زندگی کا دورِ متوسط اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

توحید' رسالت اور آخرت سے متعلق اہلِ مکہ کے شکوک و شُبہات کا ازالہ اور دعوتِ ایمان اس کا مرکزی نکتہ ہے۔ اہلِ مکہ جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سوچتے تھے کہ یہ شخص بھی عجیب احوال کا مالک ہے۔ جنت و دوزخ' رسالت اور محاسبۂ آخرت وغیرہ کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا کیونکر ممکن ہے جب کہ انسان تو مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا؟

اس سلسلے میں فرمایا کہ یہ سب کچھ افتراء نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ ان قرآنی حقائق کے بعد اپنی اور اس کائنات کی تخلیق پر غور کرو گے تو تمہاری عقل بھی یہی فیصلہ دے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرما رہے ہیں۔

عالمِ آخرت کا ایک نقشہ دکھا کر ایمان کے ثمرات اور نتائج کا ذکر کیا گیا ہے اور جس عذاب کا مطالبہ اہلِ مکہ کر رہے ہیں' اس کے لئے اہلِ مکہ کی تجارتی گزرگاہوں پر تباہ شدہ بستیوں کو بطور گواہ پیش کیا اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا عذاب اتارنے سے قبل تنبیہہ فرمایا کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ واضح کیا کہ اگر آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چند غلام اور نوجوان سن رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ معاملہ جلد نپٹ جانے والا ہے بلکہ یہ غلام اور نوجوان اس زمین پر ایک بڑے انقلاب کا ہراول دستہ ہیں۔

سورۃ کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ سن کر فیصلہ کُن گھڑی کی بابت پوچھتے ہیں تو فرما دیں کہ جب وہ فیصلہ کُن گھڑی آجائے گی تو اس وقت تم کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔

اس سورۃ میں سجدہ' تسبیح اور انفاق فی سبیلِ اللہ کی عظمت اور فسق و تکذیب سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ
مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

''اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان کی رب کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے ازخود بنالیا ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ تمارے رب کی طرف سے برحق ہے تاکہ تم لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا شاید کہ وہ ہدایت پاجائیں۔''

(السجدہ:1-3)

اس آیت میں وضاحت کردی گئی کہ یہ کتاب بلاشبہ ربُّ العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور یہ پیغمبرِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی من گھڑت نہیں بلکہ اللہ نے اس کو اس لئے نازل فرمایا کہ اہلِ مکہ جن کے پاس اب تک کوئی آسمانی کتاب نہ آئی تھی' ان کو راہِ ہدایت دکھادی جائے۔ پھر اس کتاب کے نازل کرنے والے کی عظمت کا ذکر ہے۔

متشابہ آیت

اس میں ایک لفظ ایسا ہے جس کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۟

''پھر وہ عرش پر جا ٹھہرا'' (السجدہ:4)

اس ''اِستوی'' کی کیفیت کیا ہے؟ اور عرش کی ہیئت کیسی ہے؟ اس کا ذکر نہ قرآنِ مجید میں ہے اور نہ کُتبِ حدیث میں اس کی صراحت ملتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی وضاحت کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ جو چیزیں انسانی عقل و شعور سے ماوراء ہیں اور ہدایت کے لئے ان کا علم ضروری نہیں' ان کے بارے میں بس اجمالی ایمان کافی ہے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے اور بس! اور اسی ذکر میں فرمایا کہ زمین و آسمان کے تمام امور کی تدبیر اور انتظام اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

Marfat.com

ایک شاعرانہ تخیل کی تردید

اس موقع پر ایک شاعرانہ تخیل کا ازالہ ازبس ضروری ہے کیونکہ شاعر لوگ اکثر اوقات ترنگ میں ایسی باتیں کہ جاتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اعتقادی خرابی کا سبب بنتے ہیں۔ ایسا ہی ایک شعر ہے:۔

؎ اَحد سے احمد کو احمد سے تجھ کو
اب سب کُن مکن تجھ کو حاصل ہے یا غوث

اس شعر میں بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اختیارات کا مالک محبوبِ سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃُ اللہ علیہ کو بتایا گیا ہے۔ اور اس میں واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بتایا گیا۔ اور کہا گیا کہ اب اس کائنات میں تمام امور کے کرنے یا نہ کرنے کے اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃُ اللہ علیہ کو حاصل ہیں۔ معاذ اللہ اس قسم کی خرافات شاعر لوگ گھڑتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن واضح طور پر اعلان کر رہا ہے کہ زمین و آسمان کا سارا انتظام اسی کے پاس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ

"وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔" (السجدہ:5)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات میں وحدانیت کا ذکر ہے کہ

1- ظاہر و پوشیدہ ہر چیز کا عالم وہی ہے۔
2- انسان کو اس نے بہترین انداز سے پیدا کیا ہے۔
3- انسان کی تخلیق کے بعد اس کی نسل کی بقاء کا سامان پیدا کیا۔
4- انسان کو کان، آنکھ اور دل عطا کئے تاکہ انسان غور و تدبر کر کے اپنے خالق کو پہچانے۔

زندگی ایک ہی مرتبہ ملتی ہے

اسلام کے بنیادی عقائد میں توحید کے بعد موت کے بعد کی زندگی کا معاملہ آتا ہے۔ اس سلسلے میں کُفارِ مکہ کے اعتراضات کا ازالہ کیا گیا اور بتایا کہ یہ لوگ جب قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو اس وقت یہ التجا کریں گے کہ ہمیں صرف ایک مرتبہ دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ ہم ایمان و یقین کے ساتھ اعمالِ صالح کریں اور نجات کا سامان لے کر آئیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ازلی فیصلہ یہ ہے کہ زندگی اور اس کی نعمتیں صرف ایک مرتبہ ہی عطا کی جائیں گی اور اس زندگی میں عقل مند انسان وہی ہے جو اللہ کا ذکر اور حکم سن کر سرِ تسلیم خم کر لے اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جائے۔ اس سورۃ میں یہ حکم اسی آیتِ سجدہ میں مذکور ہے جس میں

Marfat.com

اہلِ دانش اور اہلِ ایمان کی یہ علامت بیان کی گئی۔

اہلِ دانش کی علامات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۩ ○

"ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔" (سجدہ:15)

نیز فرمایا کہ اہلِ ایمان کی یہ بھی علامت ہے کہ

1- وہ رات کو بچھونوں سے نکل کر امید و خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔

2- اللہ کی دی ہوئی دولت اور صلاحیتوں کو اس رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

؎ جو تیری یاد سے معمور و نغمہ خواں گزرے
وہ لمحے کتنے حسین، کس قدر جواں گزرے
کہاں وہ جائے تیری بزمِ ناز سے اٹھ کر
تیرے بغیر جسے زندگی گراں گزرے

سرکش کون؟

ان کے مقابل سرکش لوگوں کا ایک طبقہ ہے۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیت سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے؟ ہم گناہ گاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔" (السجدہ:22)

اس نصیحت کی ایک مثال سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں جن کو اہلِ مکہ یہود کے کہنے پر حق سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان تعلیمات کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل مذکور تھے مگر سرکش و متکبر کافر پھر یہ سوال کرتے کہ جس عذاب کا وعدہ ہے، وہ کب آئے گا۔

Marfat.com

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○
قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ○

"اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہو گا؟ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ پس تو ان سے منہ پھیر لے اور انتظار کر۔ یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔" (السجدہ: 28-30)

Marfat.com

Marfat.com

سورہ الاحزاب (۳۳)

نام

کُفّارِ عرب کے سبھی گروہوں نے مل کر مدینے پر یلغار کردی۔ اس ضمن میں اس سورۃ میں احکام و تفصیلات مندرج ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "الاحزاب" رکھا گیا جس کا معنی ہے "بہت سے گروہ"۔ احزاب کا واحد حِزْبٌ ہے۔

زمانۂ نزول

5 ہجری اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

تاریخی پسِ منظر

شوال 3 ہجری میں اُحد کے مقام پر معرکہ ہوا جس میں گھاٹی پر متعین تیراندازوں کی غلطی سے مسلمانوں کو بہت سا جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس سے مشرکین عرب' یہود اور منافقوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے تجویزیں طے کرنے لگے۔ نجد کے بنی اسد نے مدینے پر چھاپہ مارنے کا پروگرام بنایا۔ جس کی سرکوبی کے لئے ابو سلمہؓ کی سرکردگی میں مہم روانہ کی گئی۔ اس کے بعد نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کو دینِ حق کی تعلیم دینے کے لئے مبلغین کے جو وفود روانہ کئے' ان کو دھوکے سے یا یلغار کر کے شہید کر دیا گیا۔

خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بنو نضیر نے سازش کی اور نعوذُ باللہ آپؐ کے قتل کا پروگرام بنایا۔ جب آپؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے اس قبیلہ کے سارے افراد کو مدینہ بدر کر دیا۔ غزوۂ ذاتُ الرّقاع بھی اس دور میں ہوا۔ ان چھوٹے چھوٹے اور مختلف واقعات نے کُفّارِ عرب پر مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی۔ اور کُفّار کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کو یوں آسانی سے نہیں مٹایا جا سکتا۔ انہوں نے ایک بڑے اور بھرپور حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شوال 5 ہجری میں دس ہزار سے زائد کُفّار جمع ہو کر مدینے پر غارت گری کے لئے روانہ ہوئے۔

ادھر نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سارے معاملات سے بے خبر نہ تھے۔ آپ دشمنوں کی نقل و حرکت سے مکمل طور پر باخبر اور آگاہ تھے۔ آپؐ نے فوراً مقابلے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشورے سے اس بار یہ طے پایا کہ مدینے کے اندر رہ کر کُفّار کا مقابلہ کیا جائے۔ مدینے کی جغرافیائی صورت حال یوں تھی کہ جنوب میں باغات کا ایک سلسلہ تھا۔ مشرق کی طرف (لاوے کی چٹانیں) پہاڑی سلسلہ اور اسی طرح مغرب کی طرف بھی کچھ اسی قسم کے سلسلوں سے محفوظ تھی۔ حملے کے لئے صرف شمال کی جانب سے خطرہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب خندق کھود کر دفاع کا فیصلہ کیا۔ خندق کھودنے کے سلسلے میں آپؐ نے خود صحابہؓ کے ساتھ مل

کر کام کیا۔ عرب لڑائی کے اس انداز سے بالکل ناواقف تھے۔ خندق دیکھ کر ٹھٹک گئے اور مجبوراً انہوں نے محاصرے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ محاصرہ طول پکڑ تا گیا اور 25 روز تک سخت سردی کے موسم میں ان لوگوں کو خیموں میں ٹھہرنا پڑا۔ محاصرے کی اس طوالت نے کُفّار کے قبائل اور گروہوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ جس کے باعث سپاہیوں میں بے دلی پیدا ہو گئی۔ کھانے پینے کا سامان اور جانوروں کا چارہ ختم ہونے لگا۔ ایک رات شدید طوفان بادوباراں نے ان کو آلیا۔ کڑک' چمک کے ساتھ آندھی اس قدر شدید تھی کہ خیمے اُڑنے لگے۔ اس افراتفری میں ہر شخص نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ صبح کی روشنی میں مسلمانوں نے اللہ کی اس قدرت کا مشاہدہ کیا۔ دشمن میدان خالی چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی:

لَنْ تَغْزُوَكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ

"تمہارے اس سال (لڑائی) کے بعد قریش تم پر حملہ آور نہ ہوں گے بلکہ تم ان پر حملہ آور ہو گے۔"

(بخاری)

غزوۂ خندق (الاحزاب) کے بعد غزوۂ بنی قریظہ بھی اسی دور میں ہوا جس کا سبب یہ بنا کہ جن یہودی قبائل کو مدینے سے سازشیں کرنے کی وجہ سے نکالا گیا تھا انہوں نے مدینے کے گردونواح میں رہائش اختیار کر کے جوڑتوڑ اور سازشیں شروع کر دیں۔ غزوۂ خندق کے دوران میں بھی بنو قریظہ نے بدعہدی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے 15 سو تلواریں' 3 سو زرہیں' دو ہزار نیزے اور 15 سو ڈھالیں جمع کر رکھی تھیں تاکہ جب کُفّار اہلِ مدینہ پر یلغار کریں تو مدینے کے اندر سے یہود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑائی کا آغاز کر کے مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیں۔ غزوۂ خندق کے بعد فیصلے کے لئے یہ طے پایا کہ قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن مُعاذ اس موقع پر جو فیصلہ کریں گے' بنو قریظہ کو یہ منظور ہو گا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے یوں اپنا تاریخی فیصلہ سنایا:

"ان کے سارے مرد قتل کر دیئے جائیں' عورتیں اور بچے غلام بنا لئے جائیں اور ان کی املاک ضبط کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں۔"

اس تاریخی پسِ منظر کے بعد سورۃ کے مضامین سے قبل اس دور کی معاشرتی اصلاحات کا ایک جائزہ لینا بھی ضروری ہے کیونکہ اس دور کی معاشرتی اصلاحات تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس عرصے میں نکاح و طلاق کے احکام و قوانین کی تکمیل' قانون میراث کی تفصیلات' شراب اور جوئے کی حُرمت وغیرہ جیسی معاشرتی اصلاحات ہو چکی تھیں ----- اسی دور میں ایک اور معاشرتی مسئلہ مُتبنّٰی بچہ گود لے کر پالنے کی بابت بھی اہم اقدام ہوا۔ اہلِ عرب اگر کسی بچے کو گود لیتے تو اس کے ساتھ بالکل حقیقی بیٹے جیسا سلوک کیا جاتا مثلاً وہ بچہ وراثت کا حقدار بنتا' اس کی منکوحہ کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا جو حقیقی بیٹے کی منکوحہ کا ہے یعنی اگر اس کو طلاق ہو جاتی تو وہ اس شخص کے لئے جس نے اس بچہ کو گود لیا تھا' اسی طرح حرام کہلاتی جیسے حقیقی بیٹے کی منکوحہ ---- اس سورۃ میں اس تخیل اور واہمے کو بھی

Marfat.com

زائل کیا گیا۔ اس رسم کو توڑنے کے لئے خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اقدام کرنا پڑا جس کی صورت یوں بنی:

"حضرت زینبؓ (جو حضورؐ کی پھوپھی زاد تھیں) کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اہلِ خاندان نے اس بات کو ناپسند کیا لیکن اس فیصلے کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ اس لئے سبھی لوگ خاموش رہے لیکن جب عائلی اور گھریلو حالات کی بنا پر حضرت زیدؓ نے اپنی اہلیہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو بحکمِ الٰہی آپؐ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ شرعاً و اخلاقاً یہ بات قابلِ اعتراض نہ تھی مگر مشرکین اور منافقین جو سبھی میدانوں میں مسلمانوں سے پٹ چکے تھے' انہوں نے اس مسئلے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اسلام کی انقلابی دعوت کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہا۔ اس سورت میں اس مسئلے کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ شرعی طور پر اس مسئلے کی حقیقت کیا ہے؟

اس پر مستزاد یہ کہ آپؐ نے جب حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا تو اس سے قبل آپؐ کے عقد میں چار ازواج موجود تھیں۔ بعض مسلمانوں کو اس پر وہم ہوا کہ شاید نکاح کے سلسلے میں چار سے زائد بیویوں کی اجازت ہو گئی ہے۔ اگر نہیں تو آپؐ کے اس نکاح کی بابت حقیقت کیا ہے؟ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی:

خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

"یہ اجازت خاص آپؐ کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے نہیں۔"

مضامین

گزشتہ صفحات میں اس سورۃ کے تاریخی اور معاشرتی پس منظر کا ایک جائزہ لیا گیا ہے۔ آیئے اب اس کے احکام و مضامین پر ایک نظر ڈالی جائے۔

(الف) حضرت زیدؓ کی تبنیت (منہ بولا بیٹا ہونا) اور ان کے نکاح کے سلسلے میں یہ بتایا گیا کہ یہ جاہلیت کی رسم ہے جس کی شرعی طور پر کوئی بنیاد نہیں۔ اس رسم کا توڑنا آسان نہ تھا' اس لئے جوں ہی موقع ملا' ارشادِ ربانی کے تحت آپؐ نے اس رسم کو خود توڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُتبنّٰی حضرت زیدؓ کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر کے اس رسم کو توڑ ڈالا۔

(ب) غزوات (الاحزاب و بنو قریظہ) کے دوران میں مختلف قبائل کے کردار پر روشنی ڈالی گئی اور آدابِ جنگ و صلح حسبِ ضرورت بیان کئے گئے۔

(ج) خانگی اور عائلی زندگی میں تنگ دستی و عسرت کے سلسلے میں ازواجِ مطہرات کو تنبیہہ کی گئی اور اختیار دیا گیا کہ اگر آپؐ (ازواج) اس عسرت و تنگ دستی پر صابر و شاکر نہیں تو دنیا اور اس کی زینت یا اللہ اور اس کے رسول میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کر لو۔

عائلی زندگی میں دوسرا اہم پہلو وہ ہے جس کی جانب حضرت عمرؓ بہت دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلا چکے

Marfat.com

تھے کہ مسلم خواتین کی بلا پردہ آمد روفت سے منع کر دیا جائے۔ اس کے لئے خاندانِ نبویؐ سے آغاز کیا گیا اور جاہلیت کے دور کے لباس و انداز اور غیر مردوں سے گفتگو اور میل جول سے منع کیا گیا۔

(د) تعددِ ازواجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں آپؐ کی خصوصیت اور منافقین کے پراپیگنڈے سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کی گئی۔ اسی ذیل میں طلاق کی ایک شق کا بھی ذکر ہوا۔ نیز مسلمانوں کو عام زندگی میں تہمت و افتراء سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

(ہ) خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں آدابِ ملاقات، گھر میں غیر مردوں کی آمد روفت کا طریقہ اور سوال کے آداب بیان ہوئے۔ نیز اُمہات المؤمنین کو مسلمانوں کی مائیں کہا گیا اور ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نکاح کی حُرمت کا ذکر کیا گیا۔

(ط) افتراء و افواہ سازی پر فہمائش و تنبیہہ کے ساتھ مسلم خواتین کو حکم دیا گیا کہ جب گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت جائیں تو بلا پردہ نہ جایا کریں۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چار اہم کام

سورہ کا آغاز نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ساری سورہ ہی اہم ترین معاملات زندگی سے متعلقہ احکام پر مشتمل ہے۔ آغاز میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے احکام دیئے گئے مگر یاد رہے کہ یہ احکام آپؐ کے توسط سے اُمّتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لئے ہیں اور آپؐ سے خصوصی خطاب ان احکام کی عظمت کے پیشِ نظر ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝
وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

"اے نبیؐ! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی برکت والا ہے اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلیے۔ بلاشبہ تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور اللہ کافی کارساز ہے۔"

(الاحزاب: 1-3)

اس آیتِ مبارکہ میں درج ذیل چار احکامات ہیں:

1- اِتَّقِ اللّٰهَ یعنی اللہ سے ڈرتے رہیں۔
2- وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۔ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانا جائے۔
3- وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى ۔ جو آپؐ پر وحی کی گئی' اس کی اطاعت کیجئے۔
4- وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اللہ پر بھروسا کیجئے۔

مذکورہ بالا احکامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزول سے قبل بھی بطور خاص عمل پیرا تھے۔ مگر ان کی اہمیت

Marfat.com

کے پیشِ نظران کو دہرایا گیا تاکہ اُمّت کے افراد ان کی عظمت کو جان لیں۔

معاشرتی رسوم کی اصلاح

اس تاکید کے بعد چند معاشرتی رسوم کی اصلاح کے لئے حکم ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو وہ اس سے ساری عمر کے لئے جُدا ہو جاتی اور اس کا کوئی کفّارہ وغیرہ نہ تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تو اس پر سارے احکام حقیقی بیٹے کی طرح ہی لاگو ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں احکام تبدیل کر دیئے۔ بیوی کے بارے میں ایسے کلمات کا کفّارہ اور تفصیل سورۂ مجادلہ میں اور منہ بولے بیٹے کے بارے میں اس کے بعد کی آیات میں تفصیل ہے۔

الف۔ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح نہیں اور نہ اس جیسے احکام اس پر نافذ ہوں گے۔

ب۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت اور ولایت کے ساتھ ہی یاد کرو۔

اس حکم کا مختصر پسِ منظر اس سورۃ کے ابتدائیہ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت زیدؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے' آپؐ کے ساتھ ان کی محبت و انس کے باعث بعض لوگوں نے ان کو زید بن محمدؐ کہنا شروع کیا تو اس پر یہ حکم نازل ہوا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

"لے پالکوں کو ان کے اصلی باپ کے نام کے ساتھ پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک درست ہے۔"

(الاحزاب:5)

مقامِ رسالت

البتہ یہ معاملہ کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ باپ کے ہیں تو فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ تو باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

"نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔" (الاحزاب:6)

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"اس وقت تک تم میں کوئی صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (مومن کو) اس کی اولاد' والدین اور سارے لوگوں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (بخاری)

Marfat.com

نماز اچھی' روزہ اچھا' حج اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزّت پر
خدا شاہد ہے' کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ازواجِ مطہّرات کا مقام

اس کے بعد اسی مناسبت سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی عظمت کو یوں اجاگر فرمایا:

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

"اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔" (الاحزاب:6)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ایسی مائیں ہیں جن کی عظمت و حرمت اور تقدس کی گواہی خود قرآنِ کریم دے رہا ہے۔

ایک اہم حکم

اس مقام پر ایک بات بہت ہی احتیاط کے ساتھ یاد رکھنے کی ہے' فقہاء نے جس کی صراحت کی ہے کہ جن اشخاص کی عظمت نصِ قرآنی سے ثابت ہے ان کی بابت گستاخانہ کلمات اور گفتگو کُفر ہے۔ اس لئے بحیثیت' مسلمان ہم کو اس مقام پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور اگر کوئی شخص ان ازواجِ مطہرات صلوٰتُ اللہ عَلَیْہِنَّ کی بابت نازیبا کلمات کہتا ہے تو وہ خود اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھے کیونکہ آگے چل کر اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان ازواجِ مطہرات کی راحت و آرام کے لئے مسلمانوں کو کئی احکام کا پابند بنایا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ان دو احکام کے بعد عام مومنوں کے حقوق کی حفاظت کا ذکر ہے۔

غزوہ الاحزاب کے موقع پر انعامات

ہم اس سے قبل ایک مقام پر ذکر کر چکے ہیں کہ کُفّارِ عرب مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ہر وقت سوچتے رہتے تھے۔ غزوۂ بدر' اُحد اور دیگر سرایا اس بات کے شاہد ہیں مگر جب ہر دفعہ ناکامی ان کے گلے کا طوق بنی تو انہوں نے یکبارگی زبردست تیاریوں کے ساتھ حملے کا تہیہ کیا اور ہزاروں نفوس کے ہمراہ مدینے پر حملہ آور ہوئے۔ اس کا کچھ ذکر ہم اس سورۃ کے ابتدائیہ میں کر چکے ہیں۔ جب کُفّار نے اہلِ مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو ایک روز زبردست طوفان باد و باراں نے ان کو اپنا سامان لپیٹ کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ یہاں اس انعام کا ذکر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط

"اے ایمان والو! اس مہربانی کو یاد کرو جو تم پر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی جب فوجیں تم پر حملہ آور ہوئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر نازل کئے جن کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔" (الاحزاب:9)

اور اس کے بعد کی آیت میں کُفّارِ عرب کی تیاریوں اور محاصرے کا یوں ذکر فرمایا:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○

"جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی جانب سے تم پر چڑھائی کر آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل خوف کے مارے گلے تک آپہنچے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔" (الاحزاب:10)

یعنی اس وقت کُفّار خوف و دہشت طاری کرنے کے سارے حربے اور سامان حرب جمع کر کے لے آئے تھے۔ اور اس وقت ان کی مکمل نمائش جاری تھی۔ ادھر نو مسلم حضرات کو شیطان طرح طرح کے خیالات کے ذریعے پریشان کرنے لگا۔ کیونکہ وہ کیفیت ہی کچھ ایسی تھی:

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○

"وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔" (الاحزاب:11)

ادھر منافقین حسبِ عادت اہلِ ایمان کے حوصلے پست کرنے کے لئے پراپیگنڈا کر رہے تھے:

الف۔ اب اللہ کی مدد نہ آسکے گی۔ کیونکہ پہلی فتوحات حادثاتی تھیں اور اللہ کی مدد و نصرت کا وعدہ محض فریب ہے۔

ب۔ اس موقع پر اہلِ مدینہ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم سابق دین کی جانب پلٹ جاؤ۔

ج۔ اس صورتِ حال میں کچھ لوگ گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے۔

منافقین کے احوال

اس جگہ ان منافقین کے چند احوال بطورِ خاص عبرت کے لئے مذکور ہیں اور پھر ان کو اس دنیا کی ناپائیداری کی طرف یوں توجہ دلائی:

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ط وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

Marfat.com

"اگر تم مرنے مارنے سے بھاگتے ہو تو تم کو یہ فائدہ نہ دے گا اور اس وقت تم بہت کم فائدہ اٹھاؤ گے۔ کہہ دیجئے! اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو اس کو کون روک سکتا ہے؟) اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست یا مددگار نہ پائیں گے۔"

(الاحزاب:16-17)

مقامِ نبوت

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

"درحقیقت اللہ کے ہاں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں' ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔" (الاحزاب:21)

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغام لانے والے پیغام بر ہیں اور اس پیغام کو جو شخص قبول کرلے' وہ مسلم اور مومن ہے۔ اس پیغام قرآنِ مجید کو سب سے زیادہ قبول کرنے والے اور سب سے پہلے وصول کرنے والے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے بھی۔ اس لئے تلقین کی گئی کہ جو شخص قرآنِ مجید پر عمل کرتا ہے' اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو اور آپؐ کی زندگی کو پوری طرح اپنالے۔ اور اس میں کوئی جھول اور کھوٹ نہ رہنے دے۔

اتباع کے لئے ایک مثال

میں اس کی ایک مثال عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم درزی کو کپڑا دیتے ہیں کہ بھئی ہمیں ایک سوٹ سی دو۔ اور پھر ایک سلا سلایا سوٹ بطور نمونہ دیتے ہیں۔ اب اگر درزی اس نمونے کی بجائے اپنی پسند سے کوئی اور چیز بنا کر دے یا ناپ وغیرہ بدل دے تو جب وہ سوٹ آپؐ کے پاس آئے گا تو آپؐ یہی کہیں گے کہ یہ ہماری پسند اور ہمارے دیئے ہوئے نمونے کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم نے ہمارا کپڑا بھی خراب کردیا ہے اور اب تم اس کا ہرجانہ ادا کرو۔

تو ایسی ہی بات قیامت کے دن ہمارے ساتھ بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی' قوت' صلاحیت اور وقت دیا۔ یہ ساری چیزیں بطور امانت ہیں۔ اور ان سب چیزوں کو استعمال کرنے کے لئے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بطور نمونہ ہمیں عطا کی۔ اب جتنی زندگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہوگی' وہ تو ساری قبول اور باقی ساری اٹھا کر ہمارے منہ پر دے ماری جائے گی۔

Marfat.com

علامہ اقبال نے یہی کہا کہ

؎ بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(ترجمہ) اپنے آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچا دو کہ سارے کا سارا دین آپؐ کی ذاتِ گرامی ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تم نہیں پہنچ پائے' اُن کا اتباع نہیں کیا' ان کی زندگی کو نہیں اپنایا تو پھر باقی سارے دعوے بولہبی ہیں۔

؎ عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ

(ترجمہ) عقل کی عیاری میں نہ آؤ۔ اپنے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں میں قربان کر ڈالو۔

چیونٹی کا شوق--- اتباع و حُبِّ رسول کی عُمدہ مثال

اس سلسلے میں مولانا روم رحمۃُ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں ایک دلچسپ قصہ لکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی کو حرمِ پاک جانے کا شوق پیدا ہوا کسی نے بتایا کہ یہ حرمِ پاک کا کبوتر بیٹھا ہے' اس کے پاؤں سے لپٹ جاؤ جب یہ حرم میں جائے گا تو تم بھی پہنچ جاؤ گی۔

؎ بود مورے' ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

اس مثال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر آپ بھی پہنچنا چاہتے ہیں تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں سے لپٹ جایئے۔ وہ خدا کے حضور پہنچیں گے تو آپ بھی پہنچ جائیں گے اور اگر اس راہ میں جان بھی قربان کرنا پڑے تو کر گزرو۔ قرآن کی آیت کہتی ہے کہ نبیؐ مومنین کے لئے اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہیں اور اگر یہ نہیں تو ایمان ہی نہیں۔

؎ اے خاکِ درگہِ تو جبین نیازِ ما
قربانِ یک نگاہِ تو عمرِ درازِ ما

حیدر آباد دکن کے نواب عثمان علی خان نے اسی مضمون کو ایک اور رنگ میں یوں کہا ہے:

؎ تھوڑی سی اگر خاک تری راہ گزر کی
مل جاتی تو بن جاتی دوا دردِ جگر کی

دراصل ایمان کی بنیاد محبت ہے۔ اگر محبت کا درجۂ حرارت دھیما پڑ جائے تو ایمان کمزور پڑ جاتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"لوگو! تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے باپ' اپنی اولاد' تمام احباب اور اقربا' مال و جان (حتیٰ کہ اپنی جان) کے مقابلے میں محبوب ترین نہ ہو جاؤں۔"

(بخاری)

؎ نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے' کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

کرنے کے دو اہم کام

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایک تعلق کی بات ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ ایک تو اللہ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ چند دن لگا کر عربی زبان پڑھیں تاکہ قرآنِ پاک کو سمجھنے میں آسانی ہو اور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کریں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت میں نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو گم کر دیں بلکہ آپؐ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنے کی کوشش کریں۔

اہلِ ایمان کی فتح

اہلِ ایمان کی روحانی بالیدگی اور تر و تازگی کے اسباب اور کفّار کی ناکامی و مایوسی کا ذکر یوں کیا:

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِہِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۝

"اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا۔ وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لئے یوں ہی پلٹ گئے اور مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لئے کافی ہو گیا۔ اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔"

(الاحزاب:25)

یہ بات غزوۂ الاحزاب یعنی غزوۂ خندق کے بعد کی ہے۔ اس سے قبل غزوۂ اُحد اور متعدد چھوٹی موٹی جنگیں ہو چکی تھیں مگر وہاں کسی موقع پر یہ بشارت نہ دی گئی بلکہ پہلے اہلِ ایمان کے عزم و حوصلہ کو آزمایا گیا کہ سیدُ الانبیاء اور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی قربانی کے کس قدر جذبے سے سرشار ہیں۔ اس لئے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو بشریت کے بلند ترین مقام یعنی منصبِ رسالت پر فائز تھے۔

Marfat.com

دُعا کا طریق اور اس کا اصل مقام

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بیٹھے ہوئے دُعا مانگتے کہ اے اللہ! یہ قریش کے جو لوگ چلے آرہے ہیں' تعداد ایک ہزار ہے' لوہے میں غرق ہیں ان کے پاس اتنا راشن ہے کہ روزانہ 100 اُونٹ ذبح کر ڈالتے ہیں' شراب پی رہے ہیں' رقص کرتے ہوئے اور جنگ سے پہلے سے فتح کا جشن منا رہے ہیں۔ اے اللہ! اس وقت جہاں پر بھی ان کا پڑاؤ ہے' وہیں پر زلزلہ آجائے اور سارے تباہ و برباد ہو جائیں۔ ایسا ہو سکتا تھا۔ اگر آپؐ یہ دُعا مانگتے تو یہ دُعا قبول ہو سکتی تھی' بغیر کسی جنگ اور جہاد کے بہت سی منزلیں طے کی جا سکتی تھیں لیکن آپؐ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت رکھتے تھے۔ جو کچھ اپنے پاس تھا' وہ تو لگا دیا یعنی سر پر کفن باندھ کر میدان میں آئے۔ اور اپنی ساری کمائی 313 آدمی' چھ سات تلواریں' چند گھوڑے اور چند اُونٹ ساتھ لئے۔ باری باری سب پیدل سفر کرتے۔ حتیٰ کہ اللہ کے رسول کی بھی باری مقرر تھی۔ صحابہؓ نے اپنی سواری پیش کی تو فرمایا کہ میں تو عدل قائم کرنے آیا ہوں۔ میں اپنی باری میں پیدل چلوں گا۔ تم سوار ہو گے۔ باگ پکڑ کر آپؐ پیدل اور اُمتی سوار جا رہے ہیں۔ یہ نظارہ بھی اللہ تعالیٰ نے دکھایا۔ کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ فاقہ کئے میدان جنگ میں آگئے اور اپنی ساری پونجی وہاں اکٹھی کر کے کہا: اے اللہ! میرے پاس جو کچھ بھی تھا' میں میدان میں لے آیا ہوں آج انہیں شکست ہو گئی تو پھر قیامت تک دنیا میں تیری عبادت نہ ہو گی۔ اس لئے کہ میں آخری رسول ہوں اور یہ میری آخری اُمت اور میرا کل سرمایہ ہے۔ آج اگر اس سرمائے کو شیطان چاٹ جاتا ہے' قریش کے لوگ انہیں ختم کر دیتے ہیں تو تیرا دین ختم ہو جائے گا۔ اس لئے آج تو فتح عطا کر دے اور سجدے میں گر گئے لیکن یہ سجدے میں گرنا میدانِ بدر میں اس جگہ ہوا' جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ تھا۔ جہاں اللہ کی رحمت آج تک برس رہی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں گھٹنوں سجدے میں پڑے رہے اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوم کا ورد کرتے رہے اور ایسا ہی غزوۂ اُحد میں بھی ہوا۔ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک بھی شہید ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شہید ہوئے' ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے اور پھر غزوۂ الاحزاب ہوا کیونکہ اب قریش سمجھ چکے تھے کہ مسلمانوں کو ختم کرنا تنہا ہمارے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے عرب کے قبائل میں دورہ کیا۔ وفد بھیجے اور ایک لشکرِ جرار اکٹھا کیا جس کی تعداد بعض روایات میں 10 ہزار اور بعض روایات میں 15 ہزار ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے مدینے کے اندر رہنے والے یہودی قبیلے بنی قریظہ کو بھی درپردہ اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینے کے باہر خندق کھودی اور مدینے میں محصور ہو کر جنگ لڑی۔

اللہ کے راستے میں قربانی کی ایک مثال اور معجزہ

اسی موقع پر ایک اہم واقعہ بھی پیش آیا کہ سب لوگ خندق کھود رہے تھے اور محاصرے کے باعث کھانا باہر سے انہیں نہیں مل سکتا تھا اور بھوک کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ ایک صحابی نے

Marfat.com

آپؐ کو اپنے پیٹ کا پتھر دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ میرے پیٹ پر تو دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر اس ضُعف کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ صادر ہوا۔ ایک پتھر تھا جس کو تمام صحابہؓ توڑ توڑ کر تھک گئے مگر پتھر ٹس سے مس نہ ہوتا تھا اور پتھر بھی اتنا بڑا تھا کہ اگر وہ اس میں موجود رہتا تو خندق کے اندر سے دشمن کے آنے کا راستہ بن جاتا۔ اس لئے اس کو توڑنا ضروری تھا۔ صحابہؓ نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماجرا عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال ہاتھ میں لی اور ایک زوردار ضرب لگائی۔ اس پتھر میں سے ایک شرارہ نکلا اور پتھر کا ایک بہت بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر ایک طرف جا گرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ روم کی سلطنت گئی۔ ایک اور ضرب لگائی اور پتھر میں سے ایک اور روشنی نکلی اور وہ چور چور ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ایران کی سلطنت گئی۔ یہاں منافقین بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں کھڑے کھڑے روم اور ایران کو فتح کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ پیشاب پاخانے کے لئے تو باہر جا نہیں سکتے۔ 21 دن تک یہ محاصرہ رہا۔ صحابہؓ بلکہ سارے ہی اہلِ مدینہ کو بڑی پریشانیاں آئیں۔ اسی دوران میں یہودیوں نے بھی اندر سے حملے کیے مگر مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ایک زوردار طوفان بھیجا' ٹھنڈی یخ ہوا اور طوفان نے قریش اور دیگر سب لشکر کا سامان' ان کے پکے ہوئے کھانے وغیرہ کو ہوا میں اُڑا دیا اور مجبوراً ابوسفیان کو اعلان کرنا پڑا کہ ہم یک طرفہ طور پر جنگ بند کرتے ہیں اور محاصرہ ختم کر کے واپس جاتے ہیں حالانکہ انہیں ذلیل و خوار ہو کر واپس جانا پڑا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود ہی لڑنے کے لئے کافی ہے۔" (الاحزاب:25)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سمیت غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد بھی سر کر چکے اور غزوۂ الاحزاب میں پوری پوری جواں مردی کا مظاہرہ کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آئی۔

مولانا ظفر علی خان کیا خوب کہتے ہیں:

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر یہ انعامات کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ○

"اور اللہ نے ان کی زمین اور اُن کے گھروں اور ان کے مال اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہ

رکھا تھا' تم کو وارث بنا دیا' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (الاحزاب:27)

مسلمان اس کے بعد جزیرۂ عرب پر بہت جلد قابض ہو گئے مگر اس کے باوجود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اس طرح تھی کہ آپؐ کے گھر میں دو دو ماہ تک چولہا ہی نہ جلتا تھا۔ بہت عسرت' فقر اور زہد کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ غربت تھی یا ذرائع اور وسائل مہیا نہ تھے' سب کچھ موجود تھا خصوصاً جب یہود مدینہ کے چلے جانے کے بعد اموالِ فئے مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئے اور خیبر کے فتح ہونے پر مسلمانوں کے ہاتھوں ان گنت غنائم لگے۔

ازواجِ مُطہّراتؓ کی ایک خواہش

اس وقت ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو دے رہے ہیں جبکہ ان کے اپنے گھر میں نان و نفقہ کا معاملہ بھی مشکل ہوتا ہے۔ سب نے مل کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نان و نفقہ کا مطالبہ کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے بہت رنج ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک تمام بیویوں سے مقاطعہ کر لیا۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ انہیں دولت چاہئے تو ایک ہی مرتبہ ڈھیروں دولت لے لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلی جائیں اور اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں تو پھر ایسے ہی عسرت اور تنگ دستی میں گزارا کرنا ہو گا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی گزار رہے ہیں۔

ایک عظیم معجزہ-----واقعۂ تخییر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دے کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکو کار اور احسان والی ہیں' اللہ نے ان کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:28-29)

تمام ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہیں تو دنیا اور اس کی زینت اختیار کریں اور چاہیں تو اللہ اور رسول کو اسی عسرت اور تنگی کے اندازِ زندگی کے ساتھ اختیار کریں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے

Marfat.com

کسی ایک نے بھی دنیا کی دولت کو اختیار نہیں کیا اور آخر وقت تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں زہد و تقویٰ سے مُزیّن زندگی کو اختیار کیا حتیٰ کہ وہ رات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری رات تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالقِ حقیقی سے مل رہے تھے' اس رات آپؐ کے گھر میں بتّی جلانے کو دیئے میں تیل موجود نہیں تھا اور آپؐ کی ذاتی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔

ازواجِ مُطہّرات سے خصوصی خطاب

اسی آیت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے خطاب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۚ

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح سے نہیں ہو! اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے باتیں نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے۔ بلکہ صاف سیدھی بات کرو' اپنے گھروں میں ٹک کر رہو' اور دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے تم اہلِ بیت سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔" (الاحزاب:32-34)

مقبول اعمال

ازواجِ رسولؐ کی عظمت اور بڑائی کے ذکر کے بعد عام اہلِ ایمان کے اُن اعمالِ حسنہ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں یقیناً مقبولیت کا درجہ رکھتے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ

وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَ
الْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

"بے شک اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور عورتیں اور مومن مرد اور عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:35)

ایک قانون---- نبی کی کامل اطاعت ایمان کی بنیاد ہے

اس کے بعد ایک قانون کا ذکر ہے جس میں سارے اہلِ ایمان سے خطاب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول جب کسی چیز کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کو بھی دم مارنے کی مجال نہیں اس سلسلے میں ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ
يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ○

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔" (الاحزاب:36)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر دل سے راضی ہوں

اس کے بعد ایک اور اہم بات کہی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے تو کسی مومن مرد اور مومن عورت کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس فیصلے کو ناپسند کرے یا اس فیصلے کے مقابلے میں خود کوئی فیصلہ کرنے لگیں یا اس فیصلے پر تنقید کریں بلکہ اس کو دل سے ماننا پڑے گا۔ اور اگر یہاں دل راضی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ایمان نہیں!

Marfat.com

حضرت زینبؓ سے نکاح

اس خوبصورت تمہید کے بعد پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے معاملے کا ذکر کیا جس کو ہم اس سورۃ کی ابتدا میں قدرے تفصیل کے ساتھ تحریر کر چکے ہیں۔ اس پر جب اہلِ عرب نے ایک طوفان برپا کیا یعنی آپؐ کے خلاف پراپیگنڈہ کیا گیا تو فرمایا کہ آپؐ اس سے پریشان نہ ہوں کیونکہ ازل سے یہ معاملہ یوں ہی جاری ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے دینِ حق کو مِنْ و عَنْ پہنچاتا ہے تو نفس کے غلام بندے ان پر طعن و تعریض ضرور کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر ان اہلِ عزیمت کی شان یہ ہوتی ہے:

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ○

"اور جو لوگ اللہ کا پیغام جوں کا توں پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں' وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ خود ہی حساب کرنے والا کافی ہے۔" (الاحزاب:39)

مسئلہ ختمِ نبوت

اس کے بعد ایک اہم ترین مسئلے کی جانب توجہ دلائی کہ یہ سارا طوفان اس وجہ سے ہے کہ حضرت زیدؓ کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی جاتی ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝

"اور محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے نبی اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے" (الاحزاب:40)

آیتِ مذکورہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے یعنی آخری رسول ہونے کا ذکر ہے۔ آپؐ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعیِ نبوت کا کاذب و کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔

مدعیِ نبوت سے دلیل مانگنا کفر ہے

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تو یہاں تک واضح ہے کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے بعد کسی مدعیِ نبوت سے اس کی نبوت پر دلیل طلب کرے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ دلیل طلب کرنا شک و شبہ کے باعث ہوتا ہے اور آپؐ کے

Marfat.com

خاتم النبین ہونے میں تو شک کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ اس مقام پر اس بحث کی تفصیل کی گنجائش نہیں' بس ایک حدیث کا ذکر ہی کافی ہو گا۔ البتہ جو حضرات اس مسئلے کی تمام تر تفصیلات جاننا چاہیں' انہیں مفتیِ اعظم پاکستان جناب مفتی محمد شفیع رحمتہُ اللہ علیہ کی کتاب "ختم نبوت" کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں کم از کم ایک صد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث سے اس مسئلے کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک متواتر حدیث ہے:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

"میں خاتم النبین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔" (بخاری)

اس کے بعد اہلِ ایمان کو بروقت اللہ کی یاد کی تلقین کی گئی اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر آیا اور اسی ذکر کے دوران میں معاشرتی مسائل کے ضمن میں "طلاق" کے ایک مسئلے کی وضاحت کی گئی جس کی تفصیلات سورۃِ بقرہ میں گزر چکی ہیں اور اس ذیل میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور معاشرتی خصوصیت کا یوں ذکر فرمایا:

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

"اے نبی! ہم نے آپ کے لئے آپ کی بیویاں جن کو آپ نے مہر دے دیئے ہیں' حلال کر دی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈیاں جو اللہ نے آپ کو بطور مالِ غنیمت دلوائی ہیں۔ آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموؤں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جو آپ کے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں (سب حلال ہیں) اور کوئی مومن عورت اگر اپنا آپ نبیؐ کو ہبہ کر دے بشرطیکہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی حلال ہیں اور یہ اجازت خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے' سب مسلمانوں کے لئے نہیں۔" (الاحزاب:5)

Marfat.com

کثرتِ ازواج کی مصلحتیں

آیتِ مذکورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید نکاح کی اجازت مشروط طور پر دے دی گئی۔ اس آیت کی بنیاد پر مستشرقین اور اہلِ مغرب نے ایک طوفان برپا کر رکھا ہے۔ اللہ ربُّ العزّت کی طرف سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر نکاحوں کی اجازت اور ازواج کی کثرت کی اجازت کیوں دی گئی؟ اس سلسلے میں ایک مفصّل اور مبسوط تحریر کی ضرورت ہے جس کا اجمال یوں ہے:

آپؐ کی ذات سراپا رحمت تھی اور آپؐ کی زندگی کا بنیادی مقصد قرآنی تعلیمات کا عام کرنا اور دینِ حق قبول کرنے والے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا تھا۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی تعلیمات اور راہنمائی کی ضرورت تھی۔ خواتین کے مسائل' بیویوں کے حقوق و فرائض' اولاد کی تربیت و پرورش اور عائلی زندگی کے دیگر معاملات کی راہنمائی کے لئے آپؐ کو تعددِ ازواج کی اجازت دی گئی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی جوانی کا سارا عرصہ اپنی غمگسار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارا۔ حضرت خدیجہؓ پینسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئیں۔ اس وقت آپؐ کی عمر 50 برس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینسٹھ سالہ ضعیف خاتون کے ساتھ نباہ کیا اور دوسری شادی نہ فرمائی۔ انؓ کے انتقال کے بعد آپؐ نے جن خواتین سے نکاح کیا وہ اکثر بیوگان اور عُمر رسیدہ تھیں۔ ان میں سے اکثر کی عمر 55 سال سے بھی متجاوز تھی۔ اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان شادیوں کا اصلی مقصد تبلیغِ دین تھا۔ کہیں کہیں سماجی اور سیاسی مقاصد بھی نظر آتے ہیں۔ اس موضوع پر راقم کی کتاب "خطبات حرم" میں ایک مبسوط مقالہ موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ازواجِ مطہّرات نے علم و تربیت کے میدان میں شاندار خدمات بھی سرانجام دیں۔ بطورِ مثال دو ازواج مطہّرات کا ذکر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکام و مسائل' اخلاق و آداب اور سیرت سے متعلق دو ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپؐ کو روایت و درایت اور فقہ و فتاوٰی میں ایک بلند ترین مقام حاصل تھا۔ جبکہ دو صد سے زائد انؓ کے شاگرد ہیں اور آپ نے وفاتِ نبویؐ کے بعد اڑتالیس برس تک علومِ نبوّت کی شمع کو روشن کیئے رکھا۔

اس طرح حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی احادیث کی تعداد تین سو سے زائد ہے جبکہ حافظ ابنِ قیم کے بقول "اگر اُمِّ سلمہؓ کے فتاوٰی کو جمع کیا جائے تو ایک رسالہ مرتّب ہو سکتا ہے۔"

اس کے علاوہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نکاح سیاسی و معاشرتی مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوئے۔ مثال کے طور پر حضرت اُمِّ حبیبہؓ (رملہ بنتِ ابی سفیان) سے نکاح کے بعد ابو سفیان اور قریش اہلِ مدینہ پر حملہ کرتے نظر نہیں آتے۔ یہودی سردار کی بیٹی حضرت صفیہؓ سے نکاح کے بعد یہود مدینے پر فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 70 علماء اور حُفّاظِ قرآن کو نجد میں تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا۔ ان

Marfat.com

ظالموں نے سب کو قتل کر دیا۔ سردارِ نجد کی بہن حضرت میمونہؓ سے نکاح کے بعد اہلِ نجد ایسی حرکت دوبارہ کرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔

الحاصل آپؐ کے تعددِ ازدواج کا مسئلہ ذاتی نہیں بلکہ اُمتِ مسلمہ کی فلاح اور علم و عرفان پھیلانے کے لئے تھا۔

ایک معاشرتی ادب

قرآنِ مجید کے مضامین پر غور کرتے وقت اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ہر قدم پر ہمیں زندگی کے پیچیدہ مسائل و معاملات میں راہنمائی حاصل ہوگی۔ آدابِ معاشرت کے ذیل میں ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا چاہئے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات نبیؐ کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرم کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ سچی بات کہنے میں شرم نہیں کرتا اور جب نبی کے اہلِ خانہ سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم نبی کو تکلیف دو اور نہ ہی ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرنا۔" (الاحزاب:52)

جس کام کو جہان میں آیا تھا تو نظیرؔ
خانہ خراب تجھ سے وہی کام رہ گیا

ہم اس سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم پہ اللہ کی یہ وعید صادر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بارِ امانت اٹھانے کی توفیق اور قرآنِ مجید کی معرفت نصیب فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

درود شریف سے متعلق ایک اہم نکتہ

اس کے بعد ایک بہت دلچسپ موضوع ہے۔ راقم اپنے دوست علماء سے اکثر پوچھتا ہے کہ ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں' اس کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ اس پہ دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اس کا فائدہ کیا ہے؟ اس سورۃُ الاحزاب کی دو آیتوں کو ایک ساتھ پڑھیں۔ دیکھیں کتنی اہم بات سامنے آتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں مومنو! تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجا کرو۔"

(الاحزاب:56)

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○

"(اے نبیؐ) اللہ وہ ذاتِ گرامی ہے کہ وہ تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کے روشنی میں لے آئے۔" (الاحزاب:43)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اندھیروں میں پڑا ہے اور روشنی کا طالب ہے تو اُسے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی تعلق پیدا کرنا چاہئے اور اس کام کے لئے اسے درود شریف کی کثرت کرنا چاہئے۔ وہ شخص جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر درود بھیجیں گے (فرشتے بھی)۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رحمانی درود کے ذریعے اسے ظلمت سے نکال کر روشنی میں لے آیا جائے گا۔

پردے کا حکم

اسی سورہ میں پردے کے احکام ہیں۔ کیونکہ منافق مومن عورتوں کو ایذا دیتے اور راستہ چلتے تنگ کرتے ان حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعدد مرتبہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر چکے تھے کہ اہلِ ایمان عورتوں کو ضرورت کی غرض سے نکلنا پڑے تو پردے میں نکلنا چاہئے تاکہ پہچان رہے کہ یہ پردہ دار خواتین اہلِ ایمان میں سے ہیں۔ اس پر حکم نازل ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔ یہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں۔" (الاحزاب:59)

اس سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ سر اور سینے کے ساتھ ساتھ چہرے کا پردہ بھی ضروری ہے۔

اس حکم کے نزول کے بعد اہلِ ایمان عورتوں کو پردے کا پابند بنایا تو منافقوں کو بھی تنبیہہ کر دی کہ اگر اب پہچان کے باوجود بھی تم نے مومن عورتوں کو ستایا تو تم مدینے میں نہ رہ سکو گے نیز یہ کہ شہر بدر کرنے کے علاوہ ہم تمہیں یہ بھی سزا دیں گے:

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا

"پھٹکارے ہوئے ہو گے۔ جہاں پائے جاؤ گے' پکڑے جاؤ گے۔" (الاحزاب:61)

آیت کے اس حصّے میں تو جوانوں کو خصوصاً تنبیہہ ہے کہ مومن عورتوں کو سرِراہ چھیڑنے اور تنگ کرنے کی سزا اللہ تعالیٰ نے لعنت اور پھٹکار بتائی ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں عورتوں کے پردے کے سلسلے میں ہم سے مسلسل خطاء سرزد ہو رہی ہے' وہاں نوجوانوں کی اکثریت بھی عورتوں کو تنگ کرنے کی عادی اور مجرم بنتی جا رہی ہے اور دونوں کا نتیجہ اللہ کی ناراضگی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

جہنّم میں ایک بددُعا

اس کے بعد کُفّار کے دیرینہ سوال کا ذکر فرمایا کہ وہ قیامت کا حتمی اور یقینی علم اور وقت آپؐ سے پوچھتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں اور اس کے بعد جہنّم کی سزا کا ذکر ہے۔ اس مقام پر ایک بڑا ہی نازک معاملہ بیان کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○
رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○

"(اہلِ دوزخ) کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں راہِ راست سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دُگنا عذاب دے اور اُن پر بڑی لعنت کرنا۔"
(الاحزاب:68)

یہ دُعا اور پکار اہلِ دوزخ کی ہے جو اپنے برے اعمال اور بروں کی تربیت کے باعث دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ وہاں وہ اللہ سے عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ! ہمارے جن بڑوں نے ہمیں راہِ راست نہ دکھائی اور ہمیں بہکایا ان کو دُگنا عذاب دے۔ اب غور کیجئے کہ یہ بڑے کون لوگ ہیں؟

1- والدین
2- اساتذہ
3- مشائخ وعلماء
4- حکمران
5- سیاستدان وغیرہ

یہ لوگ قوم کی تربیت اور قوم کے کردار کو درست کرنے یا بگاڑنے کے ذِمّہ دار ہیں۔ اگر مذکورہ طبقات میں سے کوئی طبقہ یا کسی طبقے کا کوئی فرد قوم کے ساتھ اپنے مفاد کی خاطر غلط معاملہ کرتا ہے یا قوم کے لئے راہِ راست سے دوری کا باعث بنتا ہے تو اس کو اسی دنیا میں اپنے زیرِ دستوں کی اس پکار اور دعا کو دل کے کانوں سے سن کر اپنا رویّہ درست کرلینا چاہئے وگرنہ کل قیامت کے دن اس پر ندامت اور خجالت کے ساتھ ساتھ لعنت بھی ڈالی جائے گی۔

ایک اہم ترین بات--اعمال درست کرنے کا بہترین ذریعہ

اس ذکر کے بعد ایک بڑی ہی سیدھی بات فرمائی۔ جو دین کا جوہر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔" (الاحزاب:70-71)

اس آیت میں چند احکام ہیں:

1- اللہ سے ڈرو (یہ تعلیماتِ اسلامی کا جوہر اور مقصد ہے۔)
2- سیدھی بات کہا کرو۔

جب اللہ کا خوف دل میں ہو تو انسان جھوٹ سے از خود متنفر ہو جاتا ہے اور پھر اس سیدھی بات کا اثر و نتیجہ لازماً نکلتا ہے کہ انعاماتِ الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔

پہلا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہمارے اعمال اور ہمارے معاملات کو از خود درست فرما دیتے ہیں اور آخرت میں ایسے انسانوں کو بخش دیا جاتا ہے اور مومن پر تو ویسے ہی لازم ہے کہ وہ سیدھی بات کہے کیونکہ اس نے اللہ کی امانت اٹھا رکھی ہے۔

انسان کا بارِ امانت اٹھانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ

"ہم نے اپنی ایک امانت آسمانوں' زمین' پہاڑوں کے سامنے پیش کی۔ سب ڈر گئے اور اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکاری ہو گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔" (الاحزاب: 71)

انسان نے بارِ امانت اٹھا تو لیا لیکن ظالم اور جاہل نکلا۔ اٹھانے کا حق ادا نہیں کیا اور اس امانت کی حقیقت سمجھنے سے بھی گریز کیا۔ یہی بات سورۃ الجمعہ میں ایک اور انداز میں بیان فرمائی گئی۔

"ان لوگوں کی مثال کہ جنہوں نے توریت کا بوجھ اٹھالیا لیکن پھر اٹھانے کا حق ادا نہیں کر سکے' ان کی مثال اس گدھے کی ہے جو مقدس کتابیں لادے پھرے۔"

آں محقق بود' نہ دانشمند
چارپائے براو کتابے چند

اگر گدھے کے اوپر بھی توریت' زبور اور انجیل کے بڑے بڑے نسخے لاد دیئے جائیں تو وہ گدھا نہ تو حاملِ توریت بنے گا' نہ صاحبِ انجیل اور نہ ہی صاحبِ زبور بن سکے گا۔ اگر ایسے ہی کوئی مسلمان گھروں میں قرآن کو سبز غلافوں میں سجا سجا کے رکھیں تو اس سے وہ نہ صاحبِ قرآن بن سکیں گے اور نہ ہی صاحبِ ایمان۔ اس لئے کہ ایمان کا مصدر و منبع تو قرآن کی بامعنی تلاوت ہے۔ میر نے کہا تھا کہ

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

اگر اٹھالائے تھے تو راستے میں نہ گراتے اور اٹھانے کا حق ادا کرتے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

اصل میں امانت سے مراد خلافت ہی ہے اور بعض لوگوں نے اس سے قرآنِ مجید مراد لیا ہے۔ یہ بھی درست ہے کیونکہ درحقیقت خلافت کا اصل دستور قرآنِ مجید ہی ہے۔

وعدو وعید

اس سورۃ کا اختتام وعدہ و وعید پر ہے کہ جو لوگ ہمارے اس بارِ امانت کو اٹھانے کے بعد امانتداری کا حق ادا کر رہے ہیں' ان کے لئے بخشش اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے منہ موڑ لیا' ہم نے انہیں قصے کہانیاں بنا دیا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

Marfat.com

سورہ سبا(۳۴)

نام

قومِ سبا کے ذکر کی مناسبت سے یہ علامتی نام ٹھہرا۔

زمانۂ نزول

سن 6 نبوی کے لگ بھگ زمانے میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

مضامین

کُفّارِ مکّہ تمسخر' استہزاء اور لغو باتوں کی شکل میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طنز و اعتراض کرتے تھے۔ ان کے ازالے کے ساتھ کُفّار کو ان کی ہٹ دھرمی اور تعصّب پر تنبیہہ کی گئی کہ تم اس قسم کی لغو حرکات سے باز آجاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی قومِ سبا سے مختلف نہ ہوگا جو دولت و حشمت کی علامت سمجھے جاتے تھے مگر آج فقط ان کی داستان ہی نشانِ عبرت ہے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر بھی اس سورۃ کا حصّہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر پر نعمتوں میں اضافے کی نوید ہے اور اس کے بعد غور و تدبر کی دعوت ہے تاکہ مخاطبین جس انجام کو چاہیں' پورے یقین کے ساتھ منتخب کرلیں۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں ایمان' عملِ صالح اور حق کی عظمت کا ذکر ہے نیز تکبر' تکذیب اور باطل اعمال کی بے ثباتی کا تذکرہ اس سورۃ کا طرۂ امتیاز ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ کی بے مثال ملکیت کے ذکر کے ساتھ ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اہلِ مکہ کے ایک قول کا ذکر ہے کہ جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی تو ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو دوبارہ کیونکر زندہ ہوں گے۔

کُفار کا آخرت پر تعجب

کفار کے اس تعجب کا اظہار ان الفاظ میں ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھَلْ نَدُلُّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ
کُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّکُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝
اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ ؕ

"اور کافر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو ہمیں خبر دیتا ہے کہ جب تم مر کر بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا ہو گے۔ یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے۔"

(سبا:7-8)

شاید کُفارِ مکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و وسعت کو حقیقتاً نہ جانتے ہوں مگر یہ ہرگز ممکن نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر کا روزمرہ مشاہدہ کرتے تھے اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و صداقت پر بھی ان کا لازوال اعتماد تھا مگر ان کو تعجب اس لئے ہوا کہ وہ اس دنیا کے علاوہ کسی اور زندگی کے قائل ہی نہ تھے جبکہ ہر آسمانی دین اپنی تعلیمات کا آغاز اسی نکتے سے کرتا ہے کہ "موت کے بعد محاسبہ لازم ہے" اور آج ہماری حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے کیونکہ آخرت کے ذکر سے ہمیں طبعی طور پر ذرا کدورت محسوس ہوتی ہے۔ یہاں اس بات کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پر انعامات کا ذکر ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ

"اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری عطا کی تھی۔" (سبا:10)

Marfat.com

اللہ ربُّ العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو درج ذیل خصوصیات کے ساتھ فضیلت عطا کی تھی۔

1- ان کے ساتھ پہاڑ، چرند، پرند تسبیح میں شریک ہوتے تھے۔

2- لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی مانند نرم ہو جاتا تھا جس سے داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے کیونکہ ہر دور میں آلات حرب اور دفاعی آلات کی تیاری ایک خاص ضرورت رہی ہے۔ اس دور کے فنونِ حرب کی مناسبت سے زرہ ایک اہم ترین دفاعی سامان تھا۔

اس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے کہ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ داؤد علیہ السلام اس فن کے موجد ہیں کہ لوہے سے زرہ کیسے بنائی جاتی ہے۔ کڑیاں جوڑنے اور اس میں ڈیزائن کا ایک اچھوتا انداز انہوں نے ہی دیا تھا۔ جبکہ قرآنِ مجید کے الفاظ سے یہ بات جھلک رہی ہے کہ "لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی مانند نرم ہو جاتا تھا" اور پھر اس سے جس طرح آپ چاہتے کام لیتے۔ اگر آپ کا ایک فن کا موجد ہونا ہی اس مقام پر بطور نعمت مذکور ہے تو پھر لازماً ہمیں ان تمام ایجاد کرنے والوں کو مقامِ نبوت کا حامل اور صاحبِ معجزہ ماننا چاہیے جنہوں نے مختلف چیزوں کو ایجاد کیا حالانکہ یہاں صاحبِ ایجاد ہونے کا ذکر نہیں بلکہ "صاحبِ اعجاز" ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے والد گرامی سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرح بے شمار معجزات سے نوازا تھا، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ آپ اس دور کے اعتبار سے مہینے بھر کی مسافت چند گھنٹوں میں طے کر لیتے کیونکہ ہوا آپ کے تخت کو اڑا لے جاتی۔

ب۔ یمن کے علاقے میں تانبے کا چشمہ آپ کے لئے بہایا گیا جس سے آپؑ کے خُدّام جِنّات مختلف قسم کے برتن تیار کرتے۔

انبیاء پر کی گئی ان نعمتوں کے ذکر کے بعد جو بات ارشاد فرمائی، وہ ہمارے لئے قابلِ غور ہے:

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○

"اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا، اس کو ہم جہنّم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔"

(سبا:12)

گویا یہ انعامات اور معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت و حاکمیت پہچاننے کے لئے ہیں اور اگر بایں ہمہ اس کی عبادت و قدرت سے انکار کیا گیا تو پھر نسبت ناطہ کام نہ دے سکے گا اور اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرما دیں گے۔ اسی لئے بعد میں یہ حکم دیا گیا:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ

"اے داؤد کی اولاد میرا شکر ادا کرو۔" (سبا:13)

اہلِ سبا اور اہلِ مکّہ میں مشابہت

اس کے بعد اہلِ مکّہ کی فہمائش کے لئے سورۃ کے اصل مضمون کو یوں بیان فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ○ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ○

"اہلِ سبا کے لئے ان کی رہائش کی جگہ میں ایک نشانی تھی۔ دو باغ تھے۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ (تاکہ) تم کھاؤ اپنے رب کا رزق اور اس کا شکر ادا کرو۔ یہاں رہنے کو صاف ستھرا اور پاکیزہ شہر اور وہاں قیامت میں اللہ بخشنے والا۔ انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور انہیں ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کی سزا دی۔ اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔" (سبا:16-17)

اس آیت میں اہلِ مکّہ سے ایک مناسبت بھی بتائی گئی کہ جیسے شہرِ مکّہ میں امن و سکون اور کھانے کو ہر طرح کے میوے بافراط ہیں' ایسی ہی حالت اہلِ سبا کی بھی تھی۔ ان کے کُفر اور ناقدری کے سبب ان کے پاس کچھ نہ بچا اور یہی حال تمہارا ہو گا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چند سال بعد ہی یہ لوگ بدترین قحط کا شکار ہوئے۔

اس مقام پر ہم اگر اپنے احوال کا تجزیہ نہ کریں تو یہ بھی ظلم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ عالم کو عموماً اور مسلمانانِ پاکستان کو خصوصاً ہمہ قسم نعمتوں سے نوازا مگر ہم مسلسل ناقدری کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ کبھی کبھار تو ان حالات میں خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اسی کفرانِ نعمت کے وبال کا شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔

اللہ تعالیٰ مددگاروں سے بے نیاز ہے

اس کے بعد توحید سے متعلق حقائق ارشاد ہوئے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○

"کہہ دیجئے! جن کو تم اللہ کے علاوہ اپنا معبود خیال کرتے ہو' ان کو بلاؤ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی ان میں ان کی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔"
(سبا:22)

شفاعت

میدانِ حشر میں کُفّار کے لئے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا اور انہیں سخت سزا ملے گی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط

"اور اللہ کے ہاں کسی کے لئے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت دے۔" (سبا:23)

نبوّتِ محمدی---عظیم آفاقی نعمت

عقیدۂ آخرت کی وضاحت کے بعد اہلِ زمین پر کئے گئے سب سے بڑے انعام کا ذکر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

"اے نبیؐ! ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"
(سبا:28)

جیسے قرآنِ مجید کا یہ اعزاز ہے کہ یہ کتاب پوری انسانیت کے لئے آئی ہے ایسے ہی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء آئے' وہ کسی خاص علاقے' خاص قوم اور ایک مقررہ وقت کے لئے تھے۔

؎ شاہبازِ لامکانی شانِ اُو
رحمۃٌ لِّلعالمینی شانِ اُو

آخرت میں گمراہ لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کی ایک دوسرے پر الزام تراشی

اہلِ مکّہ کی ہٹ دھرمی ملاحظہ کیجئے کہ نعمت کی قدردانی کی بجائے الٹا یہ سوال کیا کہ عذاب کب آئے گا؟ اس

Marfat.com

سلسلے میں میدانِ حشر میں کُفار کی حالت کی منظر کشی ان آیات میں کی گئی:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ○

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ○

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○

وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ○

"اور جو کافر ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے کی ہیں۔ کاش! ان ظالموں کو تم اس وقت دیکھو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ردّو کد کر رہے ہوں گے۔ جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔ بڑے لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے جب وہ تمہارے پاس آچکی تھی' کب روکا تھا؟ بلکہ تم ہی گناہ گار تھے اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ تمہاری رات دن کی چالوں نے ہمیں روکا تھا جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ پس جو عمل وہ کرتے تھے' ان ہی کا ان کو بدلہ ملے گا اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو' ہم اس کے قائل نہیں اور یہ بھی کہا کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہو گا۔" (سبا: 31-35)

Marfat.com

غلط فہمی کا ازالہ

ان آیات میں حشر کی منظر کشی کے ساتھ کُفّار کے ایک باطل خیال کا ذکر ہے کہ ہماری اولاد اور ہمارے مال کی کثرت ہمیں عذاب سے بچانے کا باعث بن جائے گی۔ اس غلط فہمی کا ازالہ یوں فرمایا:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۠ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ○

"اور تمہارا مالی اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں۔ ہاں! ہمارا مقرب وہ ہے جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا اور وہ دلجمعی کے ساتھ بالاخانوں میں بیٹھے ہوں گے۔" (سبا:37)

کُفّار کے تین مشہور اعتراضات:

آخرت کے مدارِ نجات کو بیان کرنے کے بعد مشرکوں کے احوال کا ذکر ہے اور دنیا میں ان کی گمراہی کے سبب کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○

"اور جب ان کو ہماری روشن آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ تمہارے باپ دادا جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے' ان سے تم کو روک دے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن محض جھوٹ ہے جو اس نے اپنی طرف سے بنایا ہے اور ان کافروں کے پاس جب حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔" (سبا:43)

مذکورہ آیت میں کُفّار کے تین اعتراضات یا اقوال ہیں جو وہ قرآنِ مجید اور خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں کرتے تھے۔

الف۔ یہ ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے طور طریقے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اس بارے میں اس سے قبل متعدد مقامات پر ذکر ہو چکا کہ وہ گمراہی کو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی سینے سے لگائے بیٹھے تھے۔

ب۔ یہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا من گھڑت ہے حالانکہ ان کو متعدد بار اس کی نظیر لانے کو کہا گیا اور وہ اس

Marfat.com

سے عاجز رہے۔
ج۔ یہ کُھلم کھلا جادو ہے۔

مرض بے یقینی

کُفّار کے ان اعتراضات کے بعد غور و تدبر کی دعوت ہے اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہے کہ میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ اور اس کے بعد سورۃ کا اختتام کفر کے نکتۂ آغاز کی وضاحت پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ○

"بے شک وہ الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔" (سبا:54)

انسانی زندگی میں سب سے زیادہ خطرناک کیفیت بے یقینی کی ہے۔ ایسی صورت میں انسان نہ کسی مفید بات پہ اتنا یقین رکھتا ہے کہ اس پر عمل کر کے اس سے فائدہ اٹھا سکے اور نہ ہی کسی نقصان دہ بات کے نقصان پہ اتنا یقین رکھتا ہے کہ عملاً اس سے بچ کر اس کے نقصان سے بچ سکے۔ ہر وقت شک اور گومگو کی کیفیت اسے کہیں کا بھی نہیں چھوڑتی۔

سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی

Marfat.com

سورہ فاطر(۳۵)

نام

فاطر وجودِ باری تعالیٰ عزّاسمہ کا اسم صفت ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی کے آخری دور یا دور متوسّط کے آخری حصّے میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔ اس دور میں کُفّار کی مخالفت شدّت پکڑ چکی تھی۔

مضامین

یہ ساری سورت بشارت، تسلّی اور نصیحت پر مشتمل ہے۔ اس میں اہلِ ایمان کے لئے بشارت، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی و حوصلہ افزائی اور کُفّار کے لئے نصیحت ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس بات کی دعوت دے رہے ہیں اور تم اپنے تئیں اس کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہو، اس دعوت کو قبول کر لینے میں خود تمہارا ہی بھلا ہے۔ تمہاری مکاری و چال بازی خود تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے۔ زمین و آسمان کا خالق اور مالک تو احکمُ الحاکمین ہے جس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں۔ اللہ ربُّ العزت نے انسان کو ایک بوند پانی سے پیدا کیا اور آفاق و کائنات کی چیزیں بھی جو روز مٹتی اور بنتی ہیں، ان تمام کا موجد و خالق بھی وہی سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی قیامت کے روز سب کو زندہ اٹھائے گا۔ موت کے بعد تم کیوں نہیں زندہ کئے جا سکتے؟

یہ سب باتیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بھلائی کے لئے تمہیں بتاتے ہیں۔ اس میں ان کا کوئی ذرہ برابر بھی دنیوی مفاد نہیں۔

ایمان، ہدایت، صلوٰۃ و زکوٰۃ اور تزکیۂ نفس کی عظمت اور تکذیب و ضلالت اور کفر سے بچنے کی تلقین اس سورۃ میں خصوصاً بیان ہوئے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ذکر سے ہے۔ فرشتوں کی تخلیق کا ذکر بھی پہلی آیت میں ہے۔

فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پَر ہیں وہ اپنی مخلوقات میں جو چاہتا ہے، اضافہ کرتا ہے۔"

(فاطر:1)

فرشتوں کے مخلوق ہونے کا خصوصی ذکر اس وجہ سے ہے کہ اہلِ مکّہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کی بابت فرمایا کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ دنیا میں ہر شخص کے عیوب اور گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے کیونکہ یہ دنیا دارُالامتحان اور آخرت کی کھیتی ہے اور پھر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوصلہ دلانے کے لئے کُفّار کی عادت کا ذکر فرمایا:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○

"اور اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی انبیاء کو جھٹلایا گیا اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ لوگو! اللہ کا وعدہ سچّا ہے، اس لئے دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اور فریبی شیطان تمہیں فریب نہ دے۔" (فاطر:4-5)

شیطان کا ازل سے یہی کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راہِ حق سے بہکاتا رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے مکر و فریب سے آگاہ کرنے کے لئے انبیاء و رُسل کو مبعوث کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بڑائی کا ذکر کر کے مخلوقِ الٰہی کو راہِ ہدایت دکھاتے ہیں۔

قدرتِ الٰہی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفت کی نشانیوں کا ذکر ہے مثلاً:

1- ہواؤں کے ذریعے سے بادلوں کو بنجر علاقوں تک پہنچا کر ان کو سیراب کرنا اور اس مردہ زمین میں روئیدگی اور حیات پیدا کرنا۔ یہ سلسلہ حیات بعد الموت کے لئے بھی ایک دلیل ہے۔

2- اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق مٹی سے کی اور پھر اسے نطفے سے پیدا کیا۔

3- اللہ تعالیٰ دو متضاد ذائقوں کے پانی کو ایک ہی دھارے میں الگ الگ ٹھہرائے رکھتا ہے۔

4- اس نے پانی میں کشتیوں کو ٹھہرا کر انسان کو نقل و حمل کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔

5- رات اور دن کا اختلاف پیدا کیا۔

6- وہ سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے مدار میں قائم رکھ کر کائنات کے نظام کو مربوط کئے ہوئے ہے۔

عزّت کی تلاش

ایسے قادرِ مطلق رب کو چھوڑ کر یہ سادہ لوح انسان عزّت کی تلاش میں در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ قاعدہ ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ

"جو شخص عزّت کا طلب گار ہے تو عزّت ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات اور نیک اعمال بلند ہو کر پہنچتے ہیں۔" (فاطر:10)

معبودانِ باطل کی عاجزی و درماندگی

اسکے بعد کفارِ مکہ کو ان کے معبودوں کی حقیقت واضح الفاظ میں سمجھانے کے لئے فرمایا:

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ○

Marfat.com

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○

"اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں گے اور اگر سُن بھی لیں تو تمہاری بات قبول نہ کر سکیں گے اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور اللہ خبیر کی طرح تم کو کوئی خبر نہ دے گا۔ لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور قابلِ تعریف ہے۔" (فاطر:14-15)

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃُ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر دُعا مانگو بتوں سے جن کو تم شریک کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو وہ نہیں سنتے تمہارے پکارنے کو کیونکہ وہ بے جان ہیں اور اگر تمہارا پکارنا سن بھی لیں تو تمہارا مدعا پورا نہ کر سکیں گے۔ اس لئے کہ انہیں قدرت نہیں فائدہ پہنچانے کی اور نقصان دور کرنے کی۔"

جب یہ حقیقت واضح ہو گئی تو فرمایا کہ سارے ہی انسان حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اسی لئے اسی کے آگے سربسجود ہو کر اس کو پکارنا چاہئے۔

کُفّار کو ہمیشہ شیطان کی جانب سے ایک فریب دیا جاتا ہے کہ روز آخرت اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے معبود ہماری سفارش کریں گے اور ہماری غلطیوں کا بوجھ اپنے سر لے لیں گے۔ جیسا کہ عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں اور دور حاضر کے بعض نام نہاد مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس کے رد میں اللہ ربُّ العزت نے فرمایا:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ

"اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی بوجھ کے نیچے دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔" (فاطر:18)

ایک جائزہ۔ایک تقابل

اس کے بعد ایک تقابلی جائزہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ○

"اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندہ اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے' اور تم ان کو جو قبروں میں مدفون ہیں' نہیں سنا سکتے۔" (فاطر:19-22)

Marfat.com

اس مقام پر مومن کو آنکھ والا' نور' سایہ' زندہ اور کافر کو اندھا' تاریکی' دھوپ اور مردہ قرار دیا اور پھر فرمایا کہ مردے نہیں سنتے۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں زیارتِ قبور کا طریقہ بیان کیا گیا کہ قبرستان میں داخلہ کے وقت یوں کہا جائے:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ"

تو اگر مُردے نہیں سنتے تو پھر کہنے کا فائدہ تو اس کا جواب شاہ عبدالقادر رحمۃُ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ

"حدیث میں ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو' وہ سُنتے ہیں اور بہت جگہ مردے کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ روح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہوا دھڑ نہیں سن سکتا۔"

اہلِ علم کی عظمت

ان حقائق کے بعد اہلِ کفر کا ایک عالمگیر طریقہ بتایا کہ وہ ہر نبی کو اس کے سامنے جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ایک عرصے تک مہلت کے بعد گرفت میں لے لیتے ہیں مگر اس مہلت کے دوران میں انہیں تدبر و تفکر کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ اس لئے اِن مکّہ والوں کے لئے توحید کے مسئلے پر دلائل کو واشگاف انداز میں بیان کیا اور فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ○
اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○
لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○
وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ
اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○
جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ○
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۗ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○
الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا

يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ○
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ
عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ○
وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا
نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ
فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ○

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا ہے' اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں' یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کی توقع رکھتے ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہو گا۔ اس تجارت میں انہوں نے اپنا سب کچھ اس لئے کھپایا ہے تاکہ اللہ ان کے اجر ان کو پورے کے پورے دے اور فضل سے ان کو مزید عطا فرمائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔ اے نبی! جو کتاب ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے' وہی حق ہے' تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آئی تھیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جنہیں ہم نے اس وراثت کے لئے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اب کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی درمیان درمیان بیچ کی راہ سے اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ وہاں انہیں سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا۔ وہاں ان کا لباس ریشمی ہو گا اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھہرا دیا۔ لہٰذا اب ہمیں کوئی مشقت پیش نہیں آنی ہے اور جنہوں نے کفر کیا ہے' ان کے لئے جہنم کی آگ ہے وہاں ان کا قصہ پاک کر دیا جائے گا اور ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہے جو وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے میرے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے تاکہ ہم نیک عمل کریں' ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے تھے۔ انہیں جواب دیا جائے گا: کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس سے تم سبق لینا چاہتے تو لے سکتے تھے اور تمہارے پاس ایسا شخص بھیجا جو ڈرانے والا تھا۔ اب مزا چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔" (فاطر:28-37)

Marfat.com

آخرت میں اہلِ ایمان کے تین گروہ

1-علماء۔
2-صالحین۔
3-ملے جلے اعمال والے۔

یہاں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے تو علماء کا ذکر ہے کہ اللہ سے ڈرنے اور خشیت کا جو حق ہے' وہ صرف اہلِ علم ادا کر سکتے ہیں۔

اور پھر آگے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خسارے میں نہیں لے کر جائے گا۔ اس کے بعد اللہ کی کتاب کی تعریف فرمائی۔

نیز یہ کہ ایک گروہ ہے جسے ہم نے اس اللہ کی کتاب کا وارث بنایا۔ یہ مسلمان لوگ ہیں۔ جنہیں اس کتاب کا وارث بنایا گیا۔ ان میں تین گروہ ہیں: ایک وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ایمان ہے وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ جو دین کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن عملی زندگی میں ان سے بہت کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ ایسے ہیں کہ بس برابر برابر میں گزارا کر رہے ہیں۔ اور تیسرے وہ ہیں جو نیکیوں میں بہت آگے ہیں۔ ان تینوں گروہوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے اور قرآنِ کریم کی وہی سب سے بہتر تفسیر ہے۔ امام احمدؒ نے ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں' وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہو جائیں گے اور جو بیچ کی راہ چل رہے ہیں وہ درمیان درمیان والے ہیں' ان کا محاسبہ ہو گا مگر ہلکا سا حساب۔ تیسرا وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے' وہ محشر کے پورے طویل عرصے میں روک رکھے جائیں گے پھر ان کو اللہ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝

"شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔" (فاطر:34)

غم اس بات کا ہو گا کہ پتا نہیں اب کیا ہو گا۔ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں نہ جانا پڑ جائے۔ تو فرمایا:

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝

"ہمارا پروردگار بہت معاف کرنے والا ہے اور بہت قدر فرمانے والا ہے۔ وہ پروردگار جس نے ہمیں اپنے

فضل سے ابدی قیام کی جگہ پہ ٹھہرادیا۔ یہاں اب کوئی تکلیف نہیں، کوئی مشقت نہیں، کوئی تھکان نہیں"

(فاطر:35)

اس کے برعکس آگے پھر ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کتابُ اللہ کے وارث نہیں ہیں۔ انہوں نے اللہ کی کتاب کو قبول نہیں کیا، اس پر ایمان نہیں لائے، عمل نہیں کیا۔ ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے اور اس میں نہ ان کے لئے موت ہے کہ عذاب میں کمی آئے اور نہ عذاب میں کوئی کمی ہوگی۔ یہ بار بار یہی کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں دنیا میں واپس جانے کے لئے ایک موقع اور دے دے۔ ہم بالکل بدل کر آئیں گے، نیک اعمال کریں گے۔ تو ایک ہی جواب انہیں ملے گا کہ تمہیں ہم نے بہت لمبی عمر دے دی تھی۔ ساٹھ ستر سال کا عرصہ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں ہوتا۔ ساٹھ ستر سال کے عرصے میں ایک نہیں، کئی لوگ تمہیں سمجھانے، ڈرانے، دھمکانے کے لئے آئے۔ تم نے کسی کی بھی نہیں مانی، کسی کی بھی نہیں سنی۔ تم عذاب کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب کے وارثین میں سے بنائے اور یہ کتاب آخرت میں ہمارے لئے شفاعت کا ذریعہ بنے اور اللہ تعالیٰ ہمیں نیک لوگوں میں شامل فرمائے اور ہم اگر ایسے لوگ ہیں جو درمیان درمیان میں ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارا حساب نرم فرمائے اور اگر ہمارے گناہ ہماری نیکیوں سے زیادہ ہیں تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں اپنی رحمت خاص میں جگہ دے دے۔ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرمائے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ ہم سے وہ معاملہ نہ فرمائے جس کے ہم ایسے روسیاہ مستحق ہیں۔

Marfat.com

انوار القرآن

مع

اُردو ترجمہ کا تعارف، تفسیری مباحث اور قرآنی موضوعات پر تحقیقی مقالات

مرتب

ڈاکٹر محمد غلام مرشد

سابق ایسوسی ایٹ پروفیسر ثقافت اسلامیہ و صدر شعبہ تحقیق مجلس علمی و تحقیقی اسلامی، پشاور یونیورسٹی

سابق ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، پشاور یونیورسٹی

جلد اوّل

ڈاکٹر محمد غلام مرشد اینڈ کمپنی

15-A ٹاؤن شپ، لاہور

طبع پنجم: جہانگیر بکڈپو

اردو بازار، لاہور

Marfat.com